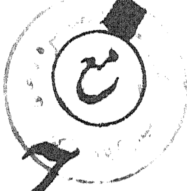
دیانند چترا ولی



مع

مکمل جیون چرتر

لیکھک

شری یت مہانند



پرکاشک
میسرز راجپال اینڈ سنز
مالکان آریہ پستکالیہ و سرسوتی آشرم لاہور
پہلی مرتبہ — یکم اپریل سنہ ۱۹۳۱ء — قیمت

پبلشرز :-

راجپال اینڈ سنز
آریہ پستکالیہ لاہور

پرنٹر :-

مہاشہ
مرکنٹائل پریس - لاہور

دیانند چترا ولی



ویدوں والا

نویدن

مہاپُرشوں کے جیون عوام الناس کیلئے مشعل کا کام دیا کرتے ہیں۔ جب انسان شاہراہ زندگی سے بھٹک جاتا ہے اور پاپ تاپ کے خطرناک گڑھوں میں گر کر مارے تکلیف کے بلبلانے لگتا ہے تو یہی مشعل اُسے راہِ راست کی تلاش میں مدد دیتی ہے۔ مہرشی دیانند سرسوتی کا جیون بھی اپنے اندر یہی خصوصیت رکھتا ہے۔ اِسے پڑھکر ناستک آستک بنتے ہیں۔ مورتی پوجک ایشور پوجک ہو جاتے ہیں۔ گئو گھاتک گئو رکھشک بن جاتے اور پاپی دھرماتما ہو جاتے ہیں۔ برہمچریہ، تپ، آتم وشواس، پروپکار، دیش سیوا، سماج سُدھار، ستیہ پرچار — غرضیکہ وہ کونسی شکھشا ہے جو ہمیں مہرشی کے جیون سے نہیں ملتی! ہمارا تو یہانتک دعوے ہے کہ ہندوستانیوں کیلئے مہرشی دیانند کے چرتر سے بڑھکر اور کوئی چرتر زیادہ مفید اور سبق آموز نہیں ہو سکتا۔ بڑے سے بڑے دھرم پرچارک، بڑے سے بڑے دیش ہتیشی کے جیون سے جو شکشا ہمیں مل سکتی ہے وہ سب مہرشی دیانند کے چرتر میں موجود ہے۔

مہرشی کے ایسے اُپیوگی چرتر کا یہ خوبصورت باتصویر ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ خود پڑھیے پریوار کو سُنایئے اور دوستوں کو بطور تحفہ بھینٹ کیجئے۔ جو اصحاب آریہ سماج اور اُس کے جنم داتا کے نام اور کام سے ابھی تک ناواقف ہیں، اُن کے ہاتھوں میں اسے پہنچا کر یش کے بھاگی بنئے۔

اِس پُستک کی تیاری میں مجھے سورگیہ پنڈت لیکھرام جی کی رشی جیون سمبندھی جمع کردہ سامگری سے اور اخبار "پرکاش" "آریہ گزٹ" و "آریہ مسافر" کے پُرانے فائلوں کے علاوہ "سرسوتیندر جیون"۔ "دیانند پرکاش"۔ "مہرشی دیانند اور اُن کی تعلیم"۔ "سودیش سیوک دیانند"۔ "آدرش سُدھارک دیانند"۔ "ہمارے سوامی"۔ "آریہ دھرم" وغیرہ کئی کتابوں سے مدد ملی ہے، جس کیلئے میں اُنکے یوگیہ لیکھکوں کا دھنیہ واد کرتا ہوں۔

شادیوال
ضلع گجرات

مہانند

بال کانڈ

جنم

کاٹھیاواڑ گجرات میں مچھو کانٹھا ندی کے کنارے موروی ایک ریاست ہے۔ اُس میں ٹنکارا نام ایک گاؤں ہے۔ ٹنکارا میں کرشن جی ایک بڑے زمیندار تھے۔ یہ اُدیچیہ براہمن تھے۔ اور ایک متموّل زمیندار و جمعدار تھے۔ اُس زمانہ میں زمیندار کو وہی درجہ حاصل تھا۔ جو آج کل تحصیلدار کو حاصل ہے۔ لہٰذا اُن کے ماتحت حوالدار اور سپاہی بھی رہتے تھے۔ جو اُن کے احکام کے بموجب سرکاری مالگذاری فراہم کرنے میں مددگار ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں اُن کے خاندان میں لین دین کا کام بہت عرصہ سے چلا آتا تھا۔ یعنی وہ ساہوکاری کا کام بھی کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے گذارا خاطر خواہ تھا ٭

انہیں کرشن جی کے ہاں سمت ۱۸۸۱ بکرمی بمطابق ۱۸۲۴ء میں سوامی دیانند سرسوتی کا جنم ہُوا۔ اُن کا نام پہلے مُول جی تھا۔ مگر بعد کو سنیاسی بن جانے پر دیانند ہو گیا ٭

شکشا

مُول جی کے پِتا اور گھر کے دُوسرے بزرگ تعلیم یافتہ تھے۔ اِس لئے اُنہیں گھر میں ہی تعلیم ملنی شروع ہو گئی۔ پانچ برس کی عمر ہونے سے پہلے ہی اُن کو دیوناگری اکشر سکھانے شروع ہوئے۔ ماتا پِتا اور بزرگ مول جی کو منتر شلوک وغیرہ اکثر بہت یاد کراتے رہتے۔ آٹھویں برس یعنی سمت ۱۸۸۹ میں اُن کا یگیوپویت ہُوا۔ گائتری اور سندھیا اُپاسنا کرنے کا طریق سکھایا گیا ٭

مُول جی کے پِتا سام ویدی ہونے کے باوجود شیومت کے پیرو تھے۔ اِس لئے وہ چاہتے تھے کہ مُول جی بھی شیومت کا بھگت بن جائے۔ لہٰذا بچپن سے ہی اُنہوں نے مُول جی کے دل میں شیومت کے سنسکار ڈالنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ پہلے رُدری اور پھر یجروید سنگھتا پڑھانی شروع کر دی۔ جو سمت ۱۸۹۵ یعنی چودھویں سال کی عمر تک اُنہیں حفظ ہو گئی۔ اِس کے علاوہ کچھ ویدوں کا پاٹھ بھی پُورا ہوا اور شبد روپاولی آدی ویاکرن کے چھوٹے چھوٹے گرنتھ بھی پڑھے۔ اسطرح تعلیم عمدگی سے جاری رہی ٭

سارا خاندان شیومت کا پیرو تھا۔ اس لئے ہر وقت کے ذکر اذکار سے مُول جی کے دِل پر اسی کے سنسکار پڑتے تھے۔ مُول جی کے دو بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ گو با کرشن جی کے پانچ سنتان تھے۔ مُول جی سب سے بڑے تھے۔ اِس لئے بھی پتا کی زبردست خواہش تھی۔ کہ وہ شوجی کا بھگت بن جائے۔ اِس مت کے مُتعلقہ برت رکھے اور مٹی کا شیولنگ بنا کر اُس کی پُوجا کرے ⁘

دسویں برس سے مُول جی عام طور پر مُورتی پُوجا کیا کرتے۔ اِن کے پتا کبھی کبھی اُنہیں برت رکھنے کا بھی حکم دے دیا کرتے تھے۔ اِس پر کبھی کبھی ماتا پتا میں بھی آپس میں تکرار ہو جاتی۔ پتا حکم دیتے تھے۔ کہ برت بھنگ نہ ہو۔ ماتا سمجھتی تھی۔ کہ چھوٹا بالک کہاں اس قابل ہے۔ کہ بھوک برداشت کر سکے۔ لہٰذا وہ اِس قسم کی سختی کی مخالفت کرتی رہتی تھیں ⁘

شِوراتری کا برت

شِو کے اُپاسک شِوراتری کو بڑی رات سمجھتے ہیں۔ برت رکھتے ہیں۔ رات کو جاگتے۔ اور دن بھر بھوکے رہ کر شِو کی پُوجا کرتے ہیں۔ پنجاب میں پھاگن کی اندھیری چودھویں بہ رات ہوتی ہے۔ مگر کاٹھیا واڑ میں ماگھ کی اندھیری چودھویں کو شیوراتری مناتے ہیں ⁘

ماگھ بدی چودس سمت ۱۸۹۴ کو شیوراتری کا تیوہار تھا۔ مُول جی کے پتا کرشن جی شِو کے بھگت تھے اُنھوں نے برت رکھا۔ لڑکے سے بھی کہا۔ کہ آج شِوراتری ہے۔ برت رکھ کر پُوجا کرنے سے بہت پُن ہوتا ہے۔ کیا تم بھی برت رکھو گے؟

مُول جی بچپن ہی سے دھارمک باتوں میں دلچسپی رکھتے تھے۔ جواب دیا ——— "ہاں" میں بھی برت رکھوں گا۔ مگر اس سے کیا لابھ ہوگا؟

پتا نے جواب دیا۔ "شِوجی مہاراج خوش ہوں گے۔ اور پُن ہوگا"

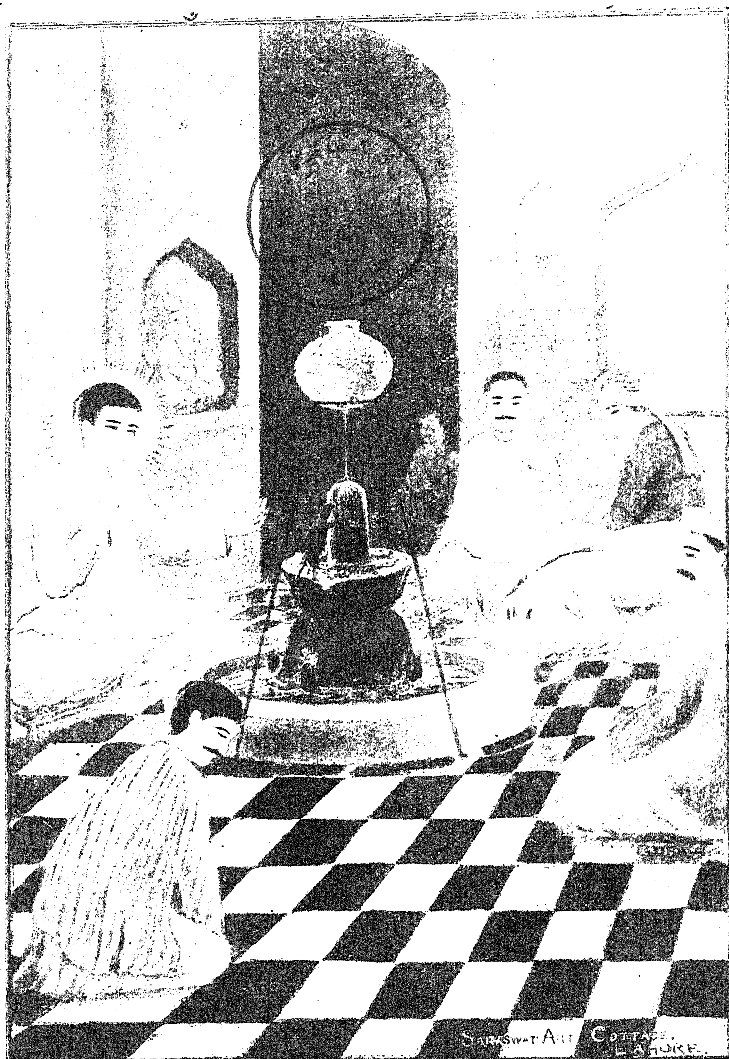
مُول جی نے پُوچھا "یہ شِوجی ہیں کون؟"

پتا نے جواب دیا "بیٹا شِوجی ایشور ہیں۔ ہماری اور تمہاری رکشا کیا کرتے ہیں۔ ان کو ضرور خوش کرنا چاہیئے ⁘

مُول جی کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ بولے "تو پھر تو میں اُنہیں ضرور خوش کروں گا"

پتا نے کہا ——— "مگر سارا دن بھوکا رہنا پڑے گا"

دیانند چترآولی



رشی بودھ

مُول جی نے کہا ـــ "رہوں گا"

پتا نے کہا ـــ رات بھر مندر میں جاگنا پڑے گا۔ اور شوجی کی مورتی کی پوجا کرنی پڑے گی۔ صبح کہیں برت توڑا جائے گا۔ مول جی کے لئے نئی بات تھی۔ تازہ شوق تھا۔ اتنا لمبا برت رکھنے اور رات بھر جاگنے کا وعدہ کر دیا ❊

شیوراتری کا برت آیا۔ پہلا برت تھا۔ کچھ چاہ تھی۔ کچھ عجوبہ تھا۔ مُول جی نے بھوک کا دُکھ اُٹھایا پتا نے پُوجا کا طریق سکھایا۔ اور جاگرن میں شامل کر دیا۔ بھگت لوگ مورتی کے باہر شوالے میں اکٹھے ہوئے۔ پہلے پہر کی پوجا پُوری ہوئی۔ پھر دُوسرے پہر کی پُوجا کی گئی۔ ۱۲ بج گئے۔ نیند نے غلبہ پانا شروع کیا۔ سب سے پہلے کرشن جی ہی اُس کی لپیٹ میں آئے۔ باقی لوگ بھی اُونگھنے لگے۔ اور ایک ایک کر کے سب سو گئے۔ اِس حالت کو دیکھکر پُجاری بھی باہر آ کر دراز ہو گئے۔ ایک مُول جی آنکھوں پر پانی کے چھینٹے ڈال کر اپنی غنودگی کو دُور کرتے اور جاگتے رہے۔ کیونکہ وہ سُن چکے تھے۔ کہ سونے سے برت نِشپھل ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ یہ بھی دیکھنا چاہتے تھے۔ کہ کیلاش پر بسنے والے شِو کب آ کر مورتی پر چڑھائی ہوئی مٹھائی کو کھاتے ہیں ❊

شِو لنگ پر مٹھائی دھری تھی۔ پھُول چڑھے تھے۔ بھینی بھینی خوشبو تھی ❊

سب کے سو جانے پر جب مندر میں شور و غل بند ہو گیا۔ تو ایک چوہا بل سے نکل کر اُس پتھر کی مُورتی پر چڑھ گیا۔ اور بے کھٹکے چڑھاوے کی مٹھائی کھانے لگا۔ مُول جی کو یہ دیکھکر بڑی حیرانی ہوئی۔ اُن کے دِل میں پتا نے شوجی مہاراج کے لئے جو بھگتی پیدا کر رکھی تھی۔ اس پر بھاری چوٹ لگی خیال پیدا ہوا کہ یہ بھی عجیب شوجی ہیں۔ ایک معمولی چوہا اُن کی گردن پر سوار ہے۔ بھگتوں کی دی ہوئی مٹھائی کو خراب کر رہا ہے۔ لیکن وہ خاموش ہیں۔ سوچنے لگے۔ کیا وہی شوجی ہیں جن کی کتھا سُنی تھی۔ اور جس کی تعریف میں اتنے بھجن گائے جاتے ہیں۔ اُس کی بابت تو بیان کیا گیا تھا۔ کہ وہ کیلاش کا سوامی ہے۔ اور آدمی کی طرح ایک مجسم دیوتا ہے، جو ہاتھ میں ترشول رکھتا، اور ڈورو بجاتا، کسی کو ور اور کسی کو شاپ دیتا ہے۔ تو کیا یہ مورتی مہادیو اور تمام جگت کے سوامی کی ہو سکتی ہے۔ جس کے سر پر چوہے دوڑتے پھرتے اور پوجا کی سامگری کو چٹ کر جاتے ہیں۔ مہادیو جی تو بڑے بڑے دیتوں کو مار بھگاتے ہیں۔ تو کیا وہ اپنے اُوپر کودنے والے چوہے کو بھی ہٹانے کی توفیق نہیں رکھتے۔ پھر بھلا وہ پرمیشور کیوں کر ہو سکتے۔ اور ہماری رکھیا

رکھشا کیسے کر سکتے ہیں ؟

مول جی کے دل میں شکوک کا دریا بہہ گیا۔ پتا کو جگایا اور جو کچھ دیکھا تھا۔ سب کہہ سنایا۔ پتا کو کچھ غصہ آیا اور لال پیلا ہو کر اُسے ڈانٹا کہ تیری دلیل بازی بڑی خراب ہے۔ تجھے سوال سے کیا غرض ۔

مول جی نے جواب دیا۔ کہتا: الاہماد یو چیتن تھا۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ کہ یہ بالکل بے بس ہے۔ بے حس و حرکت ہے۔ چوہے اس پر دوڑتے ہیں، اور خراب و آلودہ کرتے ہیں، اور یہ سر تک نہیں ہلاتا۔ یہ اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔ ہماری رکشا یہ کیسے کریگا ؟

پتا نے سمجھایا۔ کہ سچا مہادیو کیلاش پر ہے۔ کلجگ میں اُس کا ساکھشات درشن نہیں ہوتا۔ اسی لئے پتھر وغیرہ کی مورتی بنا کر اُس میں اُن مہادیو کی بھاونا کر کے پوجتے ہیں، جس سے کیلاش والے مہادیو ایسے خوش ہو جاتے ہیں۔ کہ گویا وہ خود ہی وہاں براجمان ہیں۔ اور اُن ہی کی پوجا ہو رہی ہے ۔

ایسی کمزور دلیل سے بھلا مول جی کی تسلی کیوں کر ہوتی ؟ اُلٹا اور دل میں شک بڑھ گیا۔ کہ اس میں کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔ انہیں پتا کی باتوں میں کچھ ڈھکوسلا اور لاگ لپیٹ جان پڑی۔ تب اُنہوں نے سنکلپ کیا۔ کہ جب میں اُن کو پرتیکش دیکھونگا تب ہی پوجا کرونگا۔ ویسے نہیں ۔

اب اُن کو بھوک کی شدت محسوس ہوئی۔ جب تک عقیدت تھی۔ تب تک بھوک پیاس کی پرواہ نہ تھی مگر اب جب خیال بالکل بدل گیا۔ تو وہاں بیٹھنا اور جاگنا ایک فضول بات معلوم ہونے لگا۔ اُنہوں نے گھر جانے کی اجازت مانگی۔ جو مل گئی۔ چلتے وقت پتا نے تاکید کر دی تھی۔ کہ گھر جا کر منہ جوٹھا نہ کرنا۔ ورنہ برت بھنگ ہو جائے گا۔ مول جی نے گھر آکر ماتا سے کہا۔ مجھے بھوک لگی ہے۔ اس پر ماتا نے یہ کہکر کہ میں تو پہلے ہی جانتی تھی۔ تم سے بھوک نہ سہاری جائے گی۔ فوراً مٹھائی دی۔ جسے کھا کر مول جی نے برت توڑ ڈالا

پتا نے جب صبح گھر آکر برت بھنگ کرنے کی بات سُنی۔ تو بہت خفا ہوئے۔ لیکن مول جی نے جواب دیا۔ کہ جس شو کا ذکر میں نے کتھا میں سنا تھا۔ مندر میں وہ شو جی نہیں ہے۔ اس لئے میں اُس کی پوجا نہیں کر سکتا۔ واقعی رات کی گھٹنا نے مول جی کا اعتقاد مورتی پوجا سے دور کر دیا۔ اور اُنہوں نے اپنے چچا کو کہا۔ کہ پڑھنے کی وجہ سے مجھ سے برت اور پوجا نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اُن کے چچا نے اور اُن کی ماتا نے کچھ سمجھا کر مول جی کے پتا کو اس طرف زور ڈالنے سے روک دیا۔ اس جھنجھٹ سے سُبکدوشی حاصل کر کے مول جی نے ایک پنڈت سے نگھنٹو، نرکت، پُورو میمانسا وغیرہ گرنتھ پڑھنے شروع کر دیئے۔ اب اُن کا سارا وقت پڑھائی میں صرف ہوتا ۔

دیانند بیراون



بہن کی موت

چچا کی موت

ویراگ کانڈ

دو موتیں

اس واقعہ کے دو سال بعد ایک اور گھٹنا ہوئی۔ جس نے مول جی کے دل کو چوٹ لگائی۔ اور پہلے سنسکار کو زیادہ مضبوط کر دیا۔

ایک رات مول جی اور پریوار کے دیگر آدمی ایک جلسے میں گئے ہوئے تھے۔ کہ اچانک نوکر نے آکر خبر دی۔ کہ بڑی لڑکی یعنی مول جی کی ۱۴ سالہ بہن کو ہیضہ ہو گیا ہے۔ سب دوڑے آئے۔ ویدیہ بلائے گئے۔ علاج ہوا۔ مگر لاحاصل۔ چار گھنٹے میں وہ مر گئی۔ گھر ماتم کدہ بن گیا۔ سب رونے لگے۔ مول جی کو بہت صدمہ پہنچا اور کچھ ڈر سا ان کے دل میں بیٹھ گیا۔ کیونکہ ساری عمر میں یہ پہلا ہی موقعہ تھا۔ کہ انہوں نے موت کے صدمہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ایک طرف گھر کے سارے آدمی بیٹھے تھے۔ دوسری طرف مول جی نعش کے پاس ایک دیوار سے لگ کر کھڑے اس دنیا کی ناپائیداری پر خیال دوڑا رہے تھے۔ کیا سارے آدمی اسی طرح مر جائینگے۔ اور آخر میں بھی مر جاؤنگا۔ دنیا میں ہر ایک آدمی کو ایک نہ ایک دن مرنا ہے۔ کاش کوئی ایسا اپائے معلوم ہو کہ جنم مرن روپی دکھ سے چھوٹ کر موکش کی پراپتی ہو۔ اس تشویش میں بھلا رونا پیٹنا کس کو سوجھتا تھا۔ سمبندھی کیا جانیں۔ کہ مول جی کے دل میں کیا گذر رہی ہے۔ مول جی کو رونے پیٹنے میں شامل ہوا نہ دیکھ کر سب لوگ انہیں لعنت ملامت کرنے لگے مگر وہاں لعنت ملامت کی پرواہ کسے تھی۔ مول جی کا دل تو دنیا سے پار ہونے کی کشمکش میں لگا ہوا تھا۔ ماتا پتا نے ٹالنے کی غرض سے کہا۔ جاؤ سو رہو۔ مگر وہاں نیند کس کو آتی تھی۔ موت نے ایک ہونہار بچے کو بے قرار کر دیا تھا۔ رہ رہ کر یہی خیال ستاتا تھا۔ کہ ایک دن اس ظالم موت کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس وقت کونسا ہتھیار کہاں ڈھونڈھتا پھرونگا۔ اس دکھ سے چھوٹنے اور مکتی حاصل کرنے کے لئے کس پر بھروسہ کرونگا۔ بہتر یہی ہے۔ کہ ابھی سے ایسی تدبیر کروں۔ کہ جس سے سارے دکھ دور ہو جائیں۔ الغرض اس موت کا اثر مول جی پر یہ ہوا۔ کہ دنیا کی الجھنوں سے ان کا دل اچاٹ ہو گیا۔

۱۹ سال کی عمر میں یعنی ۱۸۹۹ بکرمی میں تیسری بار قدرت نے اپنا کرشمہ دکھا کر مُول جی کو اُن کے اصلی مشن پر کمربستہ کیا۔ دھرماتما چچا جو انہیں بہت پیار کرتا تھا۔ مرض ہیضہ میں مبتلا ہو گیا۔ مرتے وقت چچا نے مُول جی کو اپنے پاس بُلایا۔ لوگ اُن کی نبض دیکھ رہے تھے۔ اور وہ مُول جی کی طرف ٹکٹکی لگائے زار زار رو رہے تھے۔ اِس نظارہ کو مُول جی برداشت نہ کر سکے اور وہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ یہاں تک کہ اُن کی آنکھیں سوج گئیں۔ وہ پھر محسوس کرنے لگے۔ کہ چچا کی مانند ایک دن میں بھی مرنے والا ہوں۔ پتا جی بھی مرجائیں گے۔ ماتا جی بھی مر جائیں گی۔ اندر سے آواز آئی ——— کسی طرح اس موت سے بچنا چاہیئے۔

جنگل کو

بہن اور چچا کی موت کے نظارے نے دل میں سچا ویراگ پیدا کیا۔ اب مُول جی سچے شنبو کو جاننے اور موت کو جیتنے کا طریقہ ڈھونڈھنے لگے۔ دوستوں اور وِدوان پنڈتوں سے مشورہ کیا۔ انہیں کسی نے بتایا۔ کہ موت یوگ ابھیاس سے ہی جیتی جا سکتی ہے۔ پس اُنہوں نے عمر بھر بیاہ نہ کرنے اور یوگ سیکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کرشن جی کو پتہ تھا۔ کہ لڑکا گھر سے اُچاٹ ہے۔ اُنہوں نے مُول جی کا فوراً بیاہ کر دینے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ وہ کہیں سادھو نہ ہو جائے۔ گرہستھ کا بوجھ پڑ گیا۔ تو ویراگ بھول جائے گا۔ لیکن مُول جی نے جُوں تُوں کر کے ایک برس کے لئے یہ بات ملتوی کرا دی۔

بیسویں سال کی عمر میں یعنی سمت ۱۹۰۰ بکرمی کے ہوتے ہی اُنہوں نے پتا جی سے کہنا شروع کر دیا۔ کہ اگر مجھے کاشی بھیج دیں۔ تو ویاکرن اور جوتش اور ویدک گرنتھ پڑھ آؤں۔ پتا نے کہا۔ اول تو اب تک جو پڑھا ہے۔ وہی کافی ہے۔ اگر پڑھنا ہی ہے۔ تو یہیں گھر پر پڑھو۔ اگلے سال تو تمہارا بیاہ ہو جانا ہے کیونکہ لڑکی والے بیاہ پر زور دے رہے ہیں۔

ماتا نے بھی ہاں میں ہاں ملائی اور بولی ——— "میں جانتی ہوں کہ زیادہ پڑھے ہوئے لوگ بیاہ کرنا پسند نہیں کرتے۔ کاشی چلے جانے پر تو بیاہ میں اور بھی رکاوٹ پڑ جائے گی!"

مُول جی کے بار بار اصرار کرنے پر ماتا پتا بھی بضد ہو گئے۔ کہ بیاہ ضرور کرنا ہے۔ تب مُول جی نے بظاہرہ خاموشی اختیار کر لی۔ کیونکہ دیکھا کہ اصرار کرنے سے مُراد بر نہیں آتی۔ اُلٹا کام بگڑتا ہے گھر میں اب جی نہ لگتا تھا۔ یہ دیکھ پتا نے زمینداری کا کام سونپنا چاہا۔ بھلا مُول جی کب منظور کر سکتے تھے۔ اُنہیں تو دوسری ہی دُھن سمائی تھی جھٹ بول اُٹھے "اچھا اگر کاشی نہیں بھیجتے۔ تو یہاں سے

تین کوس کے فاصلہ پر جو ایک پرسدّھ پنڈت رہتے ہیں۔ مجھے اُن کے پاس ہی بھیج دیجیے۔ وہاں ہماری زمینداری بھی ہے ؎

یہ تجویز منظور ہوئی۔ اور مُول جی وہاں پڑھتے رہے۔ وہاں ایک مرتبہ باتوں ہی باتوں میں مُول جی نے بیاہ کے متعلق اپنی دلی نفرت کا اظہار کر دیا ؎

پنڈت جی نے کرشن جی کو فوراً اس بات کی خبر کردی۔ بس پھر کیا تھا۔ اُنہیں واپس بلا لیا گیا۔ اور بیاہ کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ بیاہ کی تیاریاں ہوتے دیکھ مُول جی حیران و ششدر رہ گئے۔ اب حالت یہ تھی۔ کہ گھر میں دو متضاد خیالات کام کرنے لگے۔ ماتا پتا اس شُبھ گھڑی کی انتظار میں تھے۔ کہ بیٹا دُلھا بنے اور بہو گھر میں آئے۔ لیکن بیٹا اس دُھن میں تھا کہ سب موہ کی زنجیریں توڑ کر گھر سے نکل بھاگے۔ کیونکہ گھر رہ کر بیاہ سے بچنا مُشکل بلکہ ناممکن دکھائی دیتا تھا۔ چنانچہ ادھر بیاہ کی تیاریاں مکمّل ہوئیں۔ اُدھر مُول جی کا بھی گھر سے بھاگ جانے کا ارادہ پکّا ہوگیا۔ اور سمت ۱۹۰۳ میں ایک روز شام کے وقت بلا اطلاع دیئے گھر سے نکل پڑے اور ٹھان لیا۔ کہ پھر کبھی لوٹ کر نہ آؤں گا ؎

پہلی رات تو آٹھ میل پر ایک گاؤں میں بسر کی۔ دوسرے دن شام تک ۲۰ میل چلے۔ اور ایک گاؤں میں ہنومان کے مندر پر ڈیرا کیا۔ یہ تمام سفر اس ڈھنگ سے طے کیا۔ کہ مشہور راستے اور واقفیت والے گاؤں بچاتے گئے۔ تاکہ کوئی واقف آدمی نہ مل جائے۔ یہ احتیاط بڑے کام آئی۔ کیونکہ گھر سے نکل تیسرے روز ایک جگہ ایک سرکاری ملازم سے سُنا۔ کہ فلاں برہمن کا لڑکا گھر چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ اُسے ڈھونڈھنے کے لئے پیدل اور سوار پولیس یہاں تک آئی تھی۔ یہ سُن کر وہ آگے چل دیئے ؎

یہاں سے چل کر آپ کو ٹھگوں کی ایک جماعت سے پالا پڑا۔ اُنہوں نے ایک مُورتی سنھاپن کی ہوئی تھی۔ یہ معلوم کر کے کہ یہ ویراگ کی سدھی کا طلبگار ہے، اُن میں سے ایک نے چڑا کر کہا ——— "ہاتھ میں سونے کی انگوٹھیاں ڈال کر بھلا ویراگ کی سِدّھی کیسے ہوسکتی ہے؟ پکّا ویراگ تو تب ہوگا۔ جب اپنے پاس کی سب اشیاء دان کر دو گے"۔ ٹھگوں کے کہنے پر مول جی نے اپنی تینوں سونے کی انگوٹھیاں اور تمام روپے مُورتی کے سمرپن کر دیئے۔ اور ٹھگوں سے یہ معلوم کر کے کہ آگے سایلے نامی گاؤں میں لالہ بھگت کے سنھان پر بہت سے سادھو جمع ہیں! آگے چل دیئے۔ وہاں پہنچ کر اُنہیں ایک برہمچاری ملا۔ اُس نے کہا۔ کہ تم نیشٹک برہمچاری ہو جاؤ۔ اُس برہمچاری نے اُن کو برہمچریہ کی دیکھشا دی اُور "شُدّھ چیتن برہمچاری" نام رکھا۔

پہلے کپڑے اُتروا کر اپنی طرح گیروے وستر پہنائے، ہاتھ میں ایک تُونبہ دے دیا۔ اب یہ سادھوؤں کے ٹولے میں مل کر یوگ سادھن کرنے لگے۔ مگر بھرم جال کے سنسکار ابھی باقی تھے۔ ایک رات جبکہ ایک درخت کے نیچے ابھیاس کر رہے تھے، پرندوں کی گھوگھو آواز سے انہیں کسی بھوت کا وہم ہوا۔ وہ ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ اپنے ڈیرے میں آ گئے۔ یہاں سے نئے لباس میں احمد آباد کے نزدیک کوٹ کانگڑہ نامی ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہنچے۔ وہاں بہت سے ویراگی جمع تھے۔ ایک رانی بھی ان کے پھندے میں پھنسی ہوئی تھی۔ شُدھ چیتن کے گیروے کپڑوں پر بیراگیوں نے ٹھٹھہ کیا۔ اور انہیں اپنے جال میں پھنسانا چاہا۔ وہ ان کے پھندے میں تو نہ آئے۔ ہاں ریشمی کنارے کی دھوتیاں انہوں نے وہیں پھینک دیں۔ اور جو تین روپے پاس تھے۔ ان سے سادہ دھوتیاں خرید لیں۔ وہاں تین مہینے قیام رہا۔ بعد ازاں سُنا کہ سدھ پور میں کارتک کا میلہ ہوتا ہے۔ وہاں کوئی نہ کوئی یوگی ضرور ہی جائے گا۔ جو امر ہونے کا راستہ بتلائے۔ اس



(مول شنکر سے شُدھ چیتن نام رکھایا)

اُمید پر اُنہوں نے سدھ پور کی راہ پکڑی۔ راستے میں انہیں تھوڑے فاصلہ پر اپنے گاؤں کا ایک بیراگی ملا۔ جو اُن کے خاندان سے اچھی طرح واقف تھا۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر دونو کا دل بھر آیا۔ شدھ چیتن کی ساری داستان، روپے اور انگوٹھیاں ٹھگوں کو دے دینا، سائیلے گاؤں کے برہمچاری سے دیکشا لے کر سر منڈا لینے اور گیروا کرتا پہننے کا سما چار سن کر پہلے تو وہ کچھ ہنسا۔ اور پھر نہائت افسوس کے ساتھ گھر سے نکل آنے پر لعنت ملامت کرنے لگا۔ بولا— بھلا تمہیں سادھو بننے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارا پتا امیر آدمی ہے۔ جاؤ۔ گھر میں رہو۔ اور آرام کے دن گذارو۔ مگر مول جی نے کہا— "میں جس کام کے لئے گھر سے نکلا ہوں۔ جب تک وہ پورا نہ ہو لے۔ کیسے واپس چلا جاؤں"؟

بیراگی بابا نے پوچھا— "تو اب کہاں جا رہے ہو؟"

مول جی نے جواب دیا— "کارتک کے میلے پر سدھ پور جا رہا ہوں"۔

بعد ازاں برہمچاری شدھ چیتن سدھ پور پہنچے۔ نیل کنٹھ مہا دیو کے استھان پر دنڈی سوامی اور کچھ برہمچاری اُترے تھے۔ یہ بھی وہاں جا ٹھیرے۔ اُن کا ست سنگ کیا۔ اور جو کوئی مہاتما اور پنڈت میلے میں سنا۔ اُن سے بھی ملاپ کیا۔ اور بات چیت سے لابھ اُٹھایا۔

پتا پتر کا آخری ملاپ

اُدھر اس پڑوسی بیراگی نے جو کوٹ کانگڑہ سے آتے وقت انہیں ملا تھا، اُن کے پتا کو ایک چٹھی بھیجدی کہ تمہارا لڑکا گیروے کپڑے پہنے برہمچاری بنا ہوا یہاں مجھے ملا ہے۔ اور اب کارتک کے میلے میں سدھ پور گیا ہے۔ یہ سنتے ہی کرشن جی معہ چار سپاہیوں کے سدھ پور پہنچے۔ اور مول جی کا پتہ لگانا شروع کیا۔ ایک دن اسی شوالے میں جہاں وہ ٹھیرے تھے۔ علی الصبح اُن کے پتا اور چار سپاہی اُن کے سامنے آ کھڑے ہوئے دولت مند پتا کو اپنے پتر کی یہ حالت دیکھکر بڑا دکھ ہوا۔ پتا کو غصے سے لال سرخ ہوا دیکھ مول جی کی آنکھیں اوپر نہ اٹھ سکیں۔ سر جھکائے پتا کی سخت سست باتیں اور لعن طعن سنتے رہے کہ— "تو نے ہمارے خاندان کو ہمیشہ کے لئے بدنام کر دیا۔ ایک تو ہی سارے خاندان کو کلنک لگانے والا پیدا ہوا ہے"۔ مول جی پر دہشت طاری ہو گئی۔ مارے ڈر کے اپنے پتا کے پاؤں پکڑ لئے۔ اور کہا۔ کہ "میں لوگوں کے بہکانے سے اس طرف آ نکلا ہوں۔ آپ خفا نہ ہوں۔ میرے اپرادھ کو کھشما کریں۔ میں تو یہاں سے گھر آنے ہی کو تھا۔ اچھا ہوا کہ آپ آ گئے۔ میں آپ کے ساتھ چلوں گا"۔



باپ بیٹے کی آخری مُلاقات

ان باتوں سے بھی اُن کا غصہ کم نہ ہوا۔ جھپٹ کر اُنہوں نے بیٹے کے کرتے کو پکڑ لیا۔ اور زور سے کھینچ کر اُس کی دھجیاں اُڑا دیں۔ تُونبہ چھین کر بڑے زور سے زمین پر دے مارا۔ اور سینکڑوں قسم کے کھوٹے بچن کہہ کر بولے۔ کہ تیری ماتا تو تیری جدائی میں تڑپ رہی ہے۔ کیا تُو اپنی ماتا کا خون کیا چاہتا ہے۔ بعد ازاں اُن نئے کپڑے پہنا کر جہاں خود ٹھہرے تھے۔ وہاں لے گئے۔ باوجودیکہ مُول جی نے گھر جانے کا اقرار کیا۔ لیکن پتا نے اُن کی بات پر اعتبار نہ کیا۔ اور اُن پر سپاہیوں کا پہرہ مقرر کر کے حکم دیا۔ کہ دم بھر بھی اس نرموہی کو اکیلا مت چھوڑنے دو۔ رات کے وقت بھی پہرہ رہے۔ پتا کی بے اعتباری جائز تھی۔ کیونکہ لڑکا موقعہ پا کر بھاگ جانے کے ارادہ میں ایسا ہی مضبوط تھا۔ جیسا پتا اُسے گھر لے جانے کی دُھن میں سرگرم تھا۔ مُول جی ہر گھڑی اس تاک میں تھے کہ کوئی بھاگنے کا موقع ہاتھ لگے ؂

خوش قسمتی سے رات کے تین بجے کے بعد پہرہ والا بیٹھا بیٹھا سو گیا۔ مُول جی ایسے ہی موقع کی تاڑ میں تھے۔ پیشاب کے بہانے فوراً نکل آئے۔ اور آدھ کوس دُور ایک مندر کی چوٹی پر بڑ کے سہارے چڑھ گئے۔ پانی کا لوٹا ساتھ لے چھپکر بیٹھ گئے۔ اور اس انتظار میں رہے۔ کہ دیکھیں اب غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ سپاہی لوگ آئے۔ جہاں تہاں پوچھتے پھرے۔ اور بڑی احتیاط سے مندر کے اندر باہر ڈھونڈتے رہے اور آخر مایوس ہو کر چلے گئے۔ لیکن مُول جی اسی طرح دم روکے۔ دن بھر فاقہ کئے وہیں چھپے رہے۔ اس ڈر سے کہ کوئی اور نئی آفت نہ آجائے۔ شام ہونے اور اندھیرا چھا جانے پر وہ مندر سے نیچے اُتر کر چل دیئے اور دو کوس دُور ایک گاؤں میں جا ٹھہرے۔ اور صبح آگے روانہ ہوئے۔ پتا پُتر کا یہ آخری ملاپ تھا۔ مُول جی نے آج ماتا پتا اور بھائی بندوں کے پریم کو، پتا کی ساری جائیداد کو اور دُنیاوی عیش و آرام کو ہمیشہ کی زندگی حاصل کرنے کے لئے تیاگ دیا ؂

سنیاس کانڈ

کٹھن یاترا

مول جی اب احمد آباد ہوتے ہوئے برطودہ آٹھیرے۔ چیتن مٹھ میں برہمچاریوں اور سنیاسیوں سے ویدانت وشہ پر وارتالاپ ہوتا۔ برہمانند وغیرہ برہمچاریوں اور سنیاسیوں نے اُن کو نشچے کرادیا کہ برہم ہم سے جُدا نہیں ہے گویا برہم اور جیو ایک ہے۔ یہاں بنارس کی رہنے والی ایک بائی سے سُنا کہ نربدا کے تٹ پر بڑے بڑے ودوانو کی ایک سبھا ہونے والی ہے۔ پس جھٹ وہاں پہنچے۔ وہاں ایک سچدانند پرمہنس سے شاستروں کے مختلف علمی مضامین پر گفتگو ہوئی۔ سچدانند سے پتہ لگا۔ کہ آج کل نربدا تٹ پر واقعہ چانڈود کی نالی میں ودوان برہمچاریوں اور سنیاسیوں کی ایک منڈلی رہتی ہے۔ چنانچہ وہاں پہنچے۔ اور پہلے پہل سچے وکھشت ودوانوں اور پنڈتوں سے ملاقات ہوئی۔ یہاں پرمانند نامی پرم ہنس کے پاس پڑھنا شروع کیا۔ اور چند مہینوں میں ویدانت سار، ویدانت پری بھاشا، آریہ ہری ہر توٹک وغیرہ اور فلسفہ کی کتابیں اچھی طرح پڑھیں۔ چونکہ اس وقت تک مول جی برہمچاری تھے۔ اس لئے اپنا بھوجن آپ بنایا کرتے تھے۔ اس میں بہت سا وقت ضائع ہو جاتا تھا۔ ابھیاس یعنی یوگ کی مشق کرنے اور پڑھنے کے لئے اُن کے پاس بہت تھوڑا وقت بچتا تھا۔ علاوہ ازیں اس بات کا اندیشہ بھی تھا۔ کہ اگر برہمچاری بنے رہے۔ تو کسی دن پرانے نام کی مشہوری کے سبب گھر والوں سے پکڑے جائیں گے اور سب پڑھائی چھوٹ جائیگی۔ لہٰذا اس بکھیڑے سے چھوٹنے کے لئے اُنہوں نے سنیاس لینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ چدانند آشرم سوامی سے سنیاس کی دکھشا دینے کی پرارتھنا کی۔ مگر سوامی جی تیار نہ ہوئے انہوں نے کہا۔ کہ ابھی برہمچاری کی عمر اتنی تھوڑی ہے۔ کہ وہ اس آشرم کی مشکلات کو برداشت نہیں کرسکتا۔ برہمچاری شدھ چیتن تقریباً ڈیڑھ دو برس نربدا تٹ پر گھومتے رہے۔ اس دوران میں چلودر نامی گرام کے نزدیک ایک کوس کے فاصلہ پر جنگل میں ایک مقام پر شرنگی مٹھ کے ایک دنڈی سوامی اور ایک برہمچاری آٹھیرے۔ ان دنڈی سوامی کا نام پورنانند سرسوتی تھا۔ اور یہ دوارکا کی طرف جارہے تھے۔ ایک دکن کے پنڈت برہمچاری شُدھ چیتن جی سے ویدانت پر بات چیت کیا کرتے تھے۔ اُن کو ساتھ لے کر آپ دنڈی سوامی جی کے پاس

گئے۔ پنڈت جی نے برہمچاری شُدّھ چیتن کا تعارف کراتے ہوئے ڈنڈی جی سے کہا۔ کہ یہ برہمچاری برہم وِدّیا پراپت کرنے کی زبردست خواہش رکھتا ہے۔ آپ اسے سنیاس کی دیکھشا دیجئے۔" پہلے تو ڈنڈی جی نے بھی آناکانی کی۔ مگر پنڈت جی کے زور دینے پر آپ نے برہمچاری شُدّھ چیتن کو سنیاس کی دیکشا دے دی۔ اب اُن کا نام برہمچاری شُدّھ چیتن سے سوامی دیانند ہوگیا۔ سوامی پُورنانند جی دوارکا جارہے تھے۔ اس لئے چندروز نئے چیلے کو برہم وِدّیا کے گرنتھ پڑھانے کے بعد وہ تو دوارکا چلے گئے۔ اور سوامی دیانند وہیں رہ گئے۔

کچھ دن بعد اُنہیں جوالانند پوری اور شوانند گری نام کے دو سادھو ملے۔ اُنہوں نے سوامی جی کو یوگ کی ساری کریائیں (عمل) سکھا کر نہال کر دیا۔

وہاں سے آبو پہاڑ پر بھوانی گری وغیرہ یوگیوں کا ست سنگ کرکے سمت ۱۹۱۲ بمطابق ۱۸۵۵ء ہردوار کُنبھ پر آگئے۔ وہاں بہت سے سنیاسیوں سے ملاقات ہوئی۔ پھر چنڈی پربت کے جنگلوں میں یوگ ابھیاس کرتے رہے۔ میلہ کے بعد آپ رشی کیش گئے۔ اور مہاتماؤں سے یوگ کا طریق سیکھتے رہے۔ بعد ازاں ٹیہری چلے گئے۔ یہ جگہ سادھوؤں اور راج پنڈتوں سے بھرپور اور مشہور تھی۔ وقت مقررہ پر آدمی بُلانے آیا۔ سوامی جی ایک برہمچاری سمیت وہاں پہنچے۔ مگر اُنہیں تعجّب ہُوا۔ جب پنڈتوں کو وہاں ماس کاٹتے اور بناتے دیکھا۔ اس پر سوامی جی کو بہت گھرنا ہوئی۔ مگر آگے جاکر دیکھا۔ کہ بہت سے پنڈت ماس ہڈیوں کے ڈھیر اور جانوروں کے بھُنے ہوئے سروں پر کام کرتے ہیں۔ گھر کے مالک نے بڑی خوشی سے کہا۔ اندر چلے آیئے۔ مگر سوامی جی یہ کہکر وہاں سے نکل آئے۔ کہ آپ اپنا کام کرتے جایئے۔ میرے لئے تکلیف نہ اُٹھائیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ پنڈت ڈیرے پر پہنچا۔ اور دعوت میں چلنے کو کہا۔ یہ بھی بتایا۔ کہ ماس وغیرہ بڑھیا اور لذیذ بھوجن محض آپ ہی کی خاطر بنائے گئے ہیں۔ سوامی جی بولے ــــ یہ سب بیفائدہ اور فضول ہے۔ اس کا کھانا تو کجا، مجھے تو دیکھنے ماتر سے ہی روگ ہو جاتا ہے۔ آپ ماس آہاری ہیں، اور میں پھل آہار کرتا ہوں۔ اس پر وہ شرمندہ ہوکر چلا گیا۔

وہاں سے کیدار گھاٹ، رُدر پریاگ وغیرہ مقامات سے ہوکر اگست مُنی کی سمادھ پر اور پھر وہاں سے شوپوری پہاڑ پر پہنچے۔ سردیوں کے چار ماہ اس جگہ گذار کر پھر کیدار گھاٹ پر واپس چلے آئے۔ وہاں سے گوری کُنڈ، گپت کاشی، اور بھیم گُپھا، وِیوگی نارائن وغیرہ مقامات کا سفر کیا۔ وہاں کے سادھو سنیاسیوں

کی سب اندرونی لیلا کو بھی دیکھا۔ گپت کاشی کے ایک مہنت نے سوامی جی کو اپنا چیلہ بنانا چاہا۔ دولت اور جائیداد کا لالچ دیا۔ اور آخر کار گدی کا مالک بنانے کا وعدہ کیا۔ سوامی جی نے کہا۔ ایسا لالچ ہوتا۔ تو گھر کو کیوں چھوڑتا۔ اور پتا کی ساری جائیداد کیوں تیاگتا۔ جس غرض سے میں نے تمام دُنیاوی سُکھوں پر لات ماری ہے وہ آپ کے پاس رہنے سے پُوری نہیں ہو سکتی۔ مہنت نے انہیں زیادہ دیر اپنے پاس ٹھیرنے کو کہا۔ مگر وہ دُوسرے دن ہی آگے چل دیئے ۔

سچ جھوٹ کی پڑتال

بدری نارائن، رام پور۔ کاشی پور، درونا ساگر۔ مراد آباد، سنبھل وغیرہ ہوتے ہوئے گڑھ مکتسر کو عبور کیا۔ اور گنگا کے کنارے پر آ نکلے۔ اس وقت دیگر مذہبی کُتب کے علاوہ جراحی وطبابت کی سنسکرت کتابیں بھی پاس تھیں۔ جنہیں سوامی جی اکثر پڑھتے تھے۔ ان میں سے کسی کسی میں ناڑی چکر کے متعلق ایسے لمبے اور پیچیدہ بیانات تھے۔ کہ آدمی پڑھتے پڑھتے تھک جاتا۔ مگر اچھی طرح یاد نہ کر سکتا، نہ پورا سمجھ سکتا اور نہ دھیان میں لا سکتا۔ اِن کے درست ہونے میں بھی انہیں شک ہو گیا۔ لیکن امتحان کرنے کا موقعہ نہ ملا اتفاق سے ایک دن ایک لاش دریا میں بہتی ہوئی دکھائی دی۔ انہوں نے امتحان کرنے کا موقعہ سمجھا۔ اور کتابوں میں لکھی باتوں کو جانچنے کے لئے ارادہ پکا کر لیا۔ کتابوں اور کپڑوں کو کنارے پر رکھ۔ دریا میں اُتر کر لاش کو کنارے پر کھینچ لائے۔ تیز چاقو سے اُسے کاٹا۔ دل کو نکالا۔ اور اس کی اچھی طرح پڑتال کی۔ کتاب سے مقابلہ کیا۔ پھر سر اور گردن کے حصّوں کو کاٹ کر سامنے رکھا۔ اور مقابلہ کیا۔ کتاب کی ایک بات بھی اُس مُردہ جسم میں نہ پائی۔ کتابوں کو پھاڑ کر لاش کے ساتھ دریا میں بہا دیا۔ اور غور و خوض کے بعد یہ نتیجہ نکالا۔ کہ سوائے ویدوں، اُپنشدوں، پتنجل اور سانکھیہ کے اور کتابیں جو سانکھیہ اور یوگ، ودّیا پر لکھی گئی ہیں۔ جھُوٹی ہیں ۔

پھر گنگا کے کنارے چلتے ہوئے سمت ۱۹۱۲ کے آخیر میں سوامی جی فرخ آباد پہنچے۔ یہاں سے کان پور، بنارس وغیرہ کی سیر کرتے چانڈال گڑھ پدھارے۔ اور دُرگا کوہ کے مندر میں دس روز ٹھیرے۔ یہاں چاول کھانا چھوڑ صرف دُودھ پر گذران کرتے۔ دن رات یوگ ودّیا کے پڑھنے۔ اور اُس کے ابھیاس میں لگے رہے۔ یہاں آپ کو بھنگ پینے کی عادت پڑ گئی۔ جس کے نشے میں وہ کبھی کبھی بے سُدھ ہو جایا کرتے تھے ۔

علت چھوٹ گئی

ایک روز کا ذکر ہے۔ مندر سے نکل کر نزدیکی گاؤں کی طرف جا رہے تھے۔ کہ انہیں پچھلے دنوں کا ایک واقف کار ساتھی مل گیا۔ گاؤں کی دوسری جانب ایک شوالہ تھا۔ رات وہیں کاٹی۔ بھنگ کے نشے میں خواب دیکھا۔ کہ مہادیو اور پاربتی آپس میں بات چیت کر رہے ہیں۔ پاربتی کہتی تھی۔ کہ سوامی دیانند کا بیاہ ہو جائے تو اچھا ہے۔ لیکن مہادیو اس کے خلاف تھے۔ انہوں نے دیانند کے بھنگ پینے کا ذکر چھیڑا۔ سوامی جی کی نیند ٹوٹ گئی۔ اور اس خواب کا خیال کر کے بہت دکھی ہوئے۔ اس وقت موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ آپ نے برآمدے میں آرام کیا۔ اس جگہ بیل کی مورتی کھڑی تھی۔ اس کی پیٹھ پر کتابیں اور کپڑے رکھ کر بیٹھ گئے۔ اور اپنی بات پر غور کرنے لگے۔ اچانک اُن کی نظر مورتی کے اندر گئی۔ دیکھا کہ ایک چھوکرا چھپا بیٹھا ہے۔ اپنا ہاتھ اُس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ مارے ڈر کے وہاں سے بھاگ نکلا۔ تب سوامی جی اندر گھس گئے۔ اور وہیں سو رہے۔ دن چڑھے ایک بڑھیا وہاں آئی۔ اُس نے بیل دیوتا کی پوجا کی۔ اس وقت آپ اندر ہی بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ گڑ اور دہی لے کر واپس آئی۔ اور اندر گھسے ہوئے سوامی جی کو دیوتا سمجھ کر بولی —— بیل دیوتا! اسے سویکار کیجئے۔ اور اس میں سے کچھ حصہ منہ لگا لیجئے۔"

سوامی جی کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ سارا گڑ اور دہی کھا لیا۔ دہی بہت ترش تھا۔ اس لئے بھنگ کا نشہ جاتا رہا۔ اب سے بھنگ کا استعمال بالکل چھوڑ دیا۔

بعد ازاں سوامی جی مختلف پہاڑوں، تیرتھوں اور دشوار گزار راستوں کا سفر کرتے رہے۔ تاکہ کسی پہنچے ہوئے مہاتما کے درشن نصیب ہوں۔ جو انہیں سچے شو کے درشن کرا سکے۔ اس سینکڑوں میل کی پیدل یاترا میں انہیں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ جنگلوں میں گھومنے سے ننگا جسم کانٹوں سے لہو لہان ہو گیا۔ گڑھوال کی الکھنندا ندی میں ایک بار برف کی شدت سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پہاڑی لوگوں نے عین وقت پر پہنچ کر اُن کی جان بچائی۔

نربدا کے کنارے تین سال تک گھومتے رہے اور کئی مہاتماؤں سے ملتے رہے۔ مگر اتنی تکلیفیں اٹھانے پر بھی جب گیان کی کلی نہ کھلی اور شو راتری کی گتھی ویسی کی ویسی الجھی رہی۔ تو چنتا میں ہی ڈوبے رہنے لگے۔ آخر کار پتہ لگا۔ کہ متھرا میں ایک اندھے سوامی رہتے ہیں۔ انہیں دنڈی ورجانند کہتے ہیں۔ وہ ویاکرن یعنی سنسکرت گرامر کے پورے پنڈت اور ویدوں کے بے نظیر ماہر ہیں۔ جی میں آیا، چلو اُن کے بھی

پاؤں دھو دیکھو۔ کیا پتہ وہیں منورتھ مل جائے۔ یہ سوچ آپ متھرا کی جانب روانہ ہوئے ؛

دکشنا کانڈ

سوامی ورجانند سرسوتی

پہلے یو۔پی میں وشوناتھ جی کی کاشی اور بھگوان شری کرشن جی کی جنم بھومی متھرا سنسکرت ودیا کے گھر سمجھے جاتے تھے۔ ایشور کی کرپا سے کاشی کو اب بھی وہی درجہ حاصل ہے۔ مگر متھرا کی شان اب وہ نہیں رہی۔ کسی وقت متھرا میں ایک سے ایک بڑھے چڑھے وِدوان ہو گئے ہیں۔ اُن دنوں متھرا آج کل کی سی نہیں تھی۔ متھرا کے پنڈت بغیر کسی لالچ کے ودیارتھیوں کو سنسکرت ودیا دان کیا کرتے تھے۔ جن دنوں سوامی دیانند سرسوتی دنیا کے عیش و آرام کو لات مار کر اپنی آتما کی شانتی کے لئے گھوم رہے تھے۔ اُن دنوں متھرا کے نابینا سوامی ورجانند سرسوتی کے نام کی بڑی دھوم مچ رہی تھی۔ دُور دُور سے لوگ سوامی ورجانند سے ودیا پڑھنے کے لئے آتے تھے ؛

یہاں پر سوامی ورجانند جی کے متعلق بھی چند سطور لکھنا بے جا نہ ہوگا۔ سوامی ورجانند جی کا پنجاب کے کرتارپور شہر میں جنم ہوا تھا۔ بچپن میں چیچک کی بیماری سے آنکھیں جاتی رہیں۔ جب تک ماتا پتا زندہ رہے تب تک وہ اپنے اندھے بالک کی پرورش کرتے رہے۔ مگر ماتا پتا کے پرلوک سدھار جانے پر بھائی اور بھاوج نے بچارے ورجانند کو اتنے کشٹ دیئے۔ کہ وہ اُکتا کر گھر سے چل دیئے ؛

اس میں شک نہیں۔ کہ ورجانند ہونہار تھے۔ اُنہوں نے بچپن میں کچھ ودیا پراپت کی تھی۔ بعد ازاں اُنہوں نے اپنی بدھی کے بل سے آنکھوں سے محروم ہونے پر بھی سنسکرت کے ویاکرن میں ایسی لیاقت بڑھا لی تھی۔ کہ وہ اپنے وقت میں سنسکرت ویاکرن کے لاثانی پنڈت سمجھے جاتے تھے۔ الور کے مرحوم ونے سنگھ اُن سے پڑھا کرتے تھے۔ ورجانند ویاکرن کے جیسے لاثانی پنڈت تھے۔ ویسے ہی طبیعت کے رُوکھے اور کھرے تھے۔ ایک دن الور کے مہاراج نے پڑھنے کے وقت کا ٹھیک خیال نہ رکھا، تو آپ ناراض ہو کر

متھرا چلے آئے۔ اور متھرا میں اشٹا دھیائی اور مہا بھاشیہ کی دھوم مچا دی۔ آپ سدھانت کومدی، سارسوت چندر کا وغیرہ ویاکرن اور بھاگوت وغیرہ پرانوں کے پڑھانے کے برخلاف تھے۔ ان گرنتھوں کو آپ اپنے شاگردوں کو نہیں پڑھاتے تھے۔ اُن کے دل میں یہی سمائی ہوئی تھی۔ کہ اس ملک میں کسی طرح اشٹا دھیائی اور مہا بھاشیہ کے پڑھنے پڑھانے کا طریقہ رائج ہو ؛

جب سوامی جی نے ڈنڈی ورجانند جیسے بے نظیر وِدوان کے متعلق سُنا۔ تو وہ کیوں ایسے موقعہ کو ہاتھ سے جانے دیتے۔ چنانچہ ۱۴ نومبر ۱۸۶۰ء بمطابق کارتک سُدی ۲ سمت ۱۹۱۷ کو سوامی دیانند متھرا پہنچے۔ مہاتما ورجانند کی کُٹیا کا پتہ پُوچھا۔ وہ جلدی مل گئی۔ مشہور تھی ؛

دوپہر کا وقت تھا۔ ورجانند جی کُٹیا کے اندر بیٹھے تھے۔ کچھ سوچ وچار رہے تھے۔ سوامی دیانند نے کُٹیا کے باہر کھڑے ہوکر دستک دی — "مہاتمن!"

"کون ہے؟"

جواب ملا "ایک سنیاسی!"

"کیا نام ہے؟"

"دیانند سرسوتی"

"کچھ ویاکرن پڑھا ہے؟"

"مہاراج! سارسوت وغیرہ گرنتھ پڑھا ہوں"

دروازہ کھلا۔ سوامی دیانند جی نے اندر داخل ہوکر بڑے سمّان سے ورجانند جی کو نمسکار کیا۔ ڈنڈی جی کا اشارہ پاکر نہایت عاجزانہ طریق سے اُن کے پاس بیٹھ گئے۔ ورجانند جی نے امتحان کے طور پر پہلے کچھ تھوڑا سا پُوچھا۔ اور سوامی دیانند کے جواب کو سُن کر خوش ہوکر کہا — "دیانند! اب تک جو کچھ تم نے پڑھا ہے۔ اُس کا زیادہ بھاگ اناریہ ہے۔ رشی شیلی بڑی آسان اور سُندر ہے۔ مگر لوگ اُس کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ ہم سے اگر پڑھنا ہے۔ تو منش کرت گرنتھوں کو چھوڑ دو ؛

دیانند — "اچھا چھوڑتا ہوں"

ڈنڈی جی۔ تم نے جو کہا کہ سارسوت وغیرہ پڑھے ہیں، یہ تو منش کرت گرنتھ ہیں۔ رشی کرت شاستر اور ہیں

دیانند — مہاراج! کہیئے، وہ کون ہیں؟

ڈنڈی جی۔ پہلے منش کرت گرنتھوں کو چھوڑ دو۔

دیانند۔ میں سب سنکلپ کرتا ہوں۔ سب چھوڑ دیئے۔

ڈنڈی جی۔ سارسوت کی حقیقت یوں ہے۔ کہ ان بھوتی سروپ آچاریہ نے اسے بنایا ہے۔ بڑھاپے کی عمر میں شاستر ارنبھ کیا۔ دانت نہ رہے تھے۔ "پنسو" شبد منہ سے غلط نکل گیا۔ پنڈتوں نے اعتراض کیا۔ اسے غصہ آیا۔ اور اس نے اسے صحیح ثابت کرنے کے لئے یہ جھوٹا گرنتھ بنا دیا۔ اپنی علمیت کے گھمنڈ میں غلط کو صحیح کر دکھایا۔ مگر پنسو غلط کا غلط ہی رہا۔ اسی طرح سدھانت کومدی نے سنسکرت کے پرچار میں روکاوٹ پیدا کی ہے۔ ان تمام گرنتھوں کو بالکل بھول جاؤ۔ پھر ہی مجھ سے کچھ سیکھ سکو گے"۔

دیانند۔ "مہاراج! میں آئندہ ایسے جھوٹے گرنتھ ہرگز نہ پڑھونگا"۔

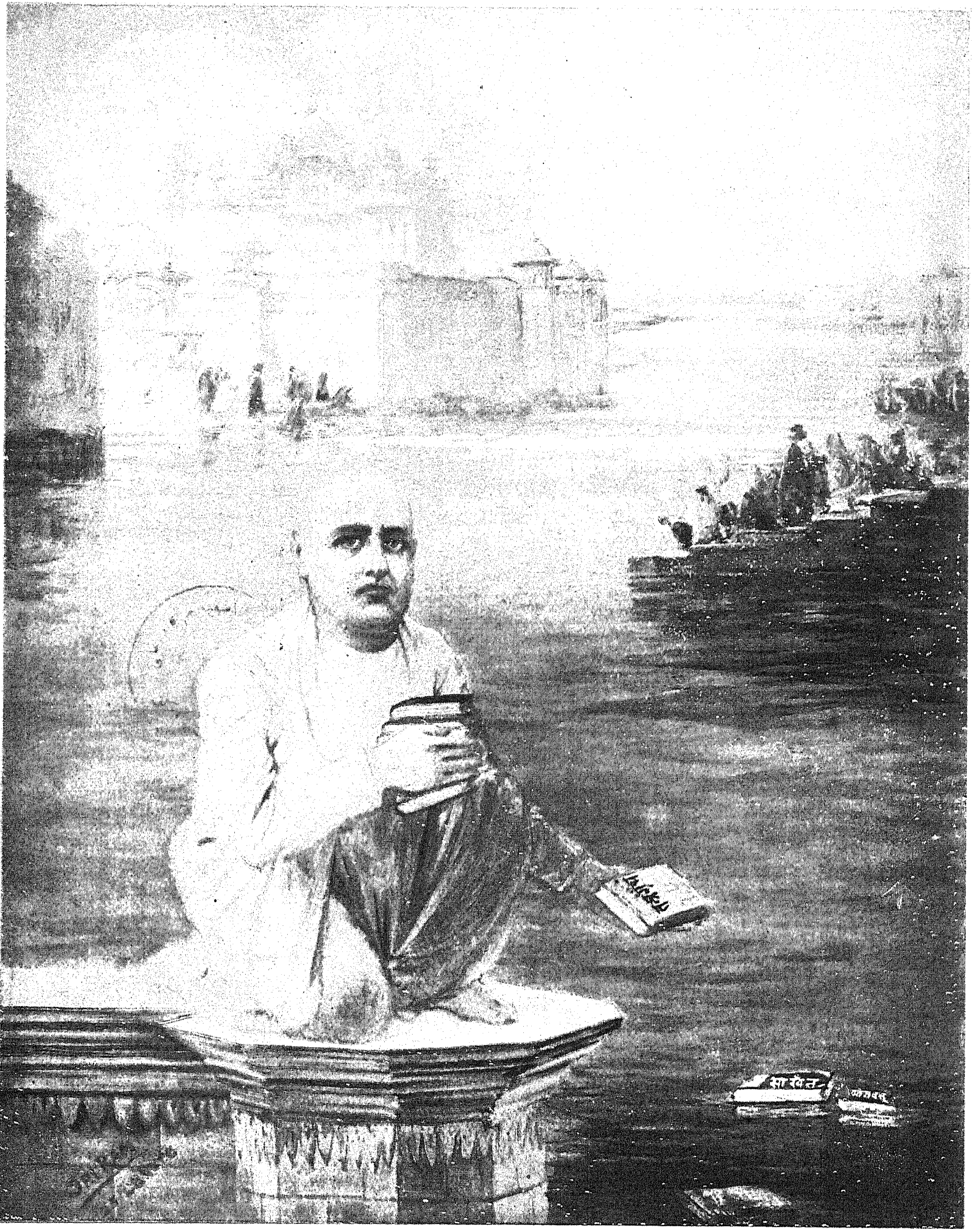
ڈنڈی جی۔ سنیاسی لوگ ٹک کر مستقل مزاجی سے نہیں پڑھتے۔ اسی لئے ہم انہیں نہیں پڑھاتے۔ تم کھانا کہاں سے لاؤ گے۔

دیانند۔ "مہاراج! میں کسی نہ کسی طرح گذارہ کر لونگا۔ پڑھائی میں بالکل ہرج نہ ہوگا۔ آپ کرپا کر کے مجھے ودیا دان دیجئے"۔

درخواست وزن دار تھی۔ ڈنڈی جی انکار کیسے کر سکتے تھے۔ بولے ــــ اچھا پہلے اپنے پاس کے جھوٹے گرنتھوں کو دریا میں پھینک آؤ۔

پستکیں جمنا میں بہا دیں

اُن دنوں آج کل کی طرح چھاپہ خانہ نہ تھے۔ ہاتھ کی لکھی ہوئی پستکیں بڑی قیمت پر اور بہت مشکل سے ملتی تھیں۔ دیانند نے انہیں پستکوں کے لئے پہاڑ کھودے۔ انہیں کے لئے گپھاؤں میں اترے۔ ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ جسم چھل گیا۔ تب کہیں یہ رتن پائے۔ اب ایک منٹ میں جمنا میں پھینک دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ مگر گورو کی بات پر جب تک پوری شردھا اور پورا اعتقاد نہ ہو۔ تب تک ودیارتھی کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ دیانند نے گورو کے حکم کو بسر و چشم منظور کیا۔ اور اپنے سب گرنتھوں کو جمنا میں جا کر بہا دیا گورو ورجانند یہ دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ اگرچہ اُن کی مادی آنکھیں نہ تھیں، تو بھی اُنہوں نے اپنی باطنی آنکھ سے دیکھ لیا؛ کہ یہ سنیاسی کوئی معمولی ودیارتھی نہیں۔ اس لئے وہ انہیں شوق سے پڑھانے لگے۔



خوراک و رہائش

ہندوستان میں اُن دنوں قحط زوروں پر تھا۔ ہر ایک جنس اپنی دوگنی تگنی قیمت کو پہنچی ہوئی تھی۔ ایسی حالت میں سوامی جی پہلے پہل چنوں پر ہی گذران کرنے لگے۔ بعد میں اودھکیہ برہمن بابا امر لال جوشی رئیس متھرا نے دیانندجی کے برہمچریہ، تپ، اور خوش مزاجی سے متاثر ہو کر اُن کے روزانہ بھوجن کا پربندھ اپنے ہاں کرا دیا۔ لالہ گوردھن صراف سے ۴ر ماہوار رات کی پڑھائی کے لئے تیل جلانے کو ملتے رہے۔ اور دودھ کے لئے ہر دیو پتھروالے قریباً دو روپے ماہوار دیتے تھے۔ ورجانند جی نے شہر سے اگراہی کر کے ۳ا روپے کو انہیں مہابھاشیہ لے دیا۔ اس طرح سوامی دیانند کو ہر طرح کی سہائتا مل گئی۔

گورو کی سیوا

مہاتما ورجانند گرمی ہو چاہے جاڑا، جمنا کے جل کی کئی گاگروں سے اپنی ہی کٹیا پر اشنان کیا کرتے تھے۔ اس لئے دیانند جی کو اُن کے لئے ہر روز پندرہ بیس گھڑے جمنا سے لانے ہوتے تھے۔ کٹیا میں جھاڑو دینے کا کام بھی اُن کے سپرد تھا۔ ایک دن وہ جھاڑو دے چکے تھے۔ اور کوڑا ابھی باہر نہیں پھینکا تھا۔ کہ گورو جی اپنے خیال میں محو ادھر اُدھر ٹہل رہے تھے۔ اچانک اُن کا پاؤں کوڑے پر جا پڑا۔ بس غصے سے لال پیلے ہو گئے۔ ایک کونے میں سے ڈنڈا اُٹھا لیا۔ اور لگے دیانند جی کو پیٹنے۔ جب پیٹ چکے۔ تو سوامی جی جھٹ اُن کے ہاتھوں کو دبانے لگے۔ اور کہا —— "مہاراج! مجھے نہ مارا کریں۔ میرا شریر تو تپسیا سے پتھر ہو گیا ہے۔ آپ کا ہاتھ دُکھتا ہو گا۔ اس چوٹ کا نشان سوامی جی کے جسم پر عمر بھر بنا رہا۔ جسے دیکھ کر وہ ہمیشہ گورو کے اُپکار کو یاد کیا کرتے تھے۔

پھر ایک بار پڑھاتے ہوئے ناراض ہو کر گورو نے سوامی جی کو گالیاں دیں۔ اور لاٹھی ماری۔ نین سکھ جڑیا نے کہا —— "اسے آپ نہ مارا کریں۔ نہ گالی دیا کریں۔ یہ ہماری طرح گرہستی نہیں، سنیاسی ہے۔" ورجانند جی نے اس پر عہد کیا۔ کہ آئندہ دیانند کو مان سے پڑھائیں گے۔ لیکن سوامی جی نے اسے بُرا منایا۔ اور پاٹھ سے فارغ ہو کر نین سکھ کے مکان پر گئے اور بولے —— آپ نے بُرا کیا۔ گورو جی میرے سدھار کے لئے ڈنڈ دیتے ہیں۔ اُنہیں مجھ سے دشمنی یا ویر نہیں۔ جیسے کمہار تاڑ تاڑ کر گھڑے کو بناتا ہے۔ ویسے ہی گورو مجھ پر دیا کرتے ہیں۔"

ایک دفعہ سوامی ورجانند جی کا کوئی قریبی رشتہ دار متھرا آیا۔ ڈنڈی جی سے ملنے کو جی چاہا۔ مگر انہوں

نے حکم دے رکھا تھا۔ کہ آج کل سوائے ودیارتھیوں کے اُن کے پاس کوئی مت آئے۔ یہ سُن کر وہ بہت افسوس کرنے لگا۔ اُس نے سوامی دیانند جی سے پرارتھنا کی۔ کہ جس طرح بھی ہو ایک مرتبہ دنڈی جی کے درشن کرا دیں۔ بڑی دُور سے آیا ہوں۔ اگر اب بھی درشن نہ ہوئے۔ تو پھر اس زندگی میں یہ موقعہ دوبارہ ملنا مشکل ہو جائیگا۔ سوامی جی نے انکار کرتے ہوئے کہا۔ کہ "گورو جی کی کڑی آگیا ہے۔ اگر انہیں پتہ لگ گیا۔ تو مجھے دنڈ دیں گے"۔ وہ بولا۔ "آپ میری خاطر دنڈ برداشت کرلیں۔ آپ کا بڑا اُپکار مانونگا۔ دنڈی جی کو پتہ تک نہیں لگیگا اور میں دُور ہی سے اُن کے درشن کر کے لوٹ جاؤنگا"۔ سوامی جی ایسے شردھالو کی درخواست کو ردّ نہ کر سکے وہ اُسے ہمراہ لے کر اُوپر کی منزل تک گئے۔ اور دُور ہی سے درشن کرا کے چُپکے سے نیچے اُتر آئے۔ مگر ابھی اُترنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ دُوسرا ودیارتھی دنڈی جی کے پاس پہنچا۔ اور پوچھا کہ ابھی جو شخص دیانند کے ساتھ آیا تھا۔ وہ کون تھا؟ معلوم تو پنجاب ہی کا ہوتا ہے۔ دنڈی جی کے غصہ کی انتہا نہ رہی۔ کڑک کر بولے "دیانند! تو نے اندھا سمجھ کر مجھے دھوکا دیا ہے۔ اِس لئے آج سے میری کٹیا میں قدم نہ رکھنا"۔ سوامی جی نے ہاتھ جوڑ کر کشما مانگی۔ کئی روز تک منتیں کرتے رہے۔ تب جا کر کہیں معافی ملی ۔

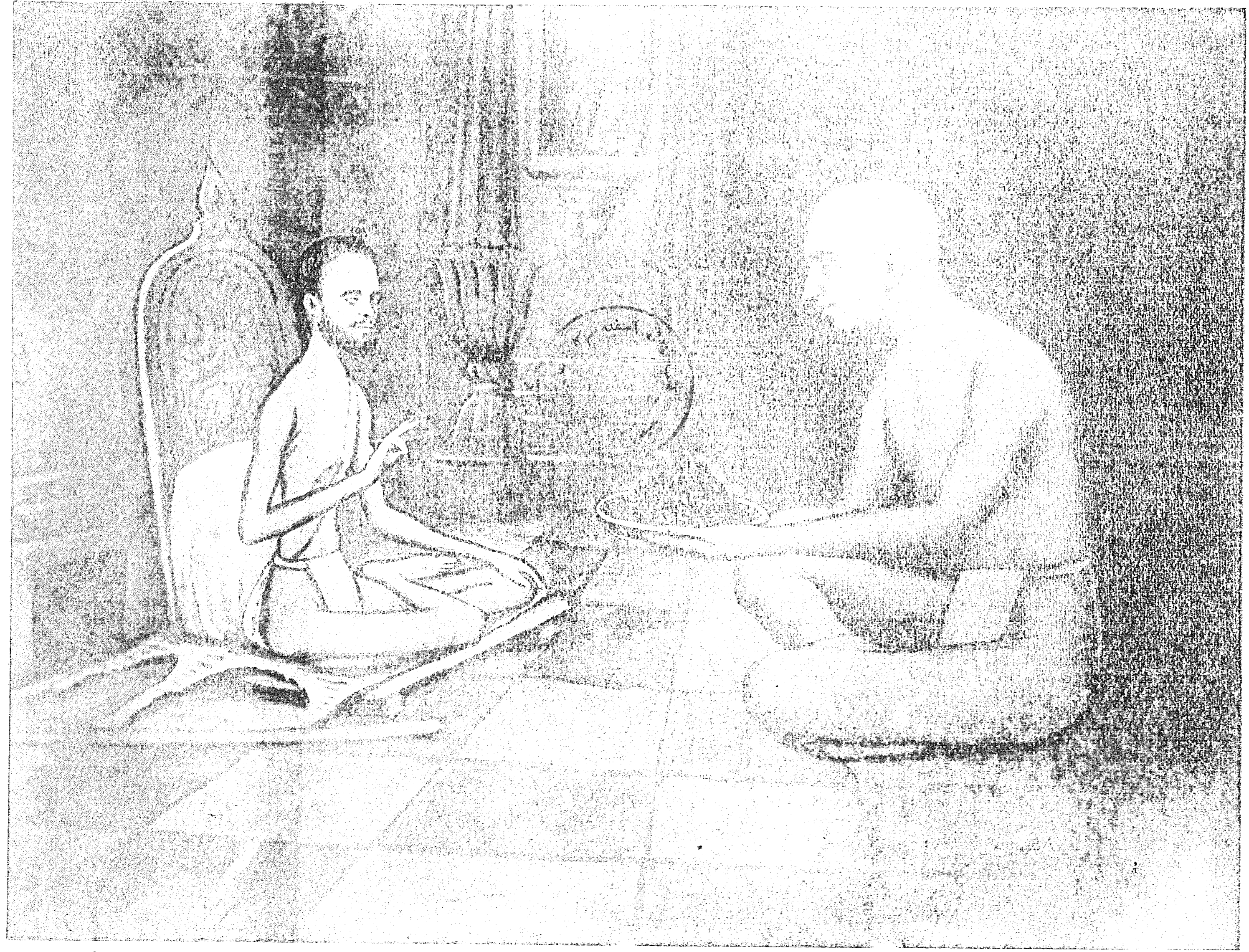
ایک مرتبہ اور بھی دنڈی جی نے ناراض ہو کر سوامی جی کو اپنے پاس آنے سے روک دیا تھا۔ مگر سوامی جی نے اُن کو نہ چھوڑا۔ قصور معاف کرا ہی لیا ۔

ڈنڈی جی سوامی جی کو اپنا ہونہار اور لائق شاگرد تصور کرتے تھے۔ اُن کے دلائل کی معقولیت پر اکثر کہہ دیا کرتے تھے "دیانند! تم سے کوئی کیا بحث کریگا۔ زبان پکڑ لیتے ہو۔ کسی کو مُنہ نہیں کھولنے دیتے"

ویدوں کی شکشا

سوامی جی اڑھائی برس کے قریب مہاتما ورجانند جی سے پڑھتے رہے۔ اِس عرصہ میں اُنہوں نے اشٹادھیائی۔ مہابھاشیہ۔ ویدانت سوتر اور چند دیگر کتابیں پڑھیں۔ اُن دنوں ویدوں کے سچے معنی جاننے کا طریقہ بالکل گم ہو چکا تھا۔ وید کے معنی ایسے اُوٹ پٹانگ کئے جاتے تھے۔ کہ اُنہیں دیکھ کر نفرت پیدا ہوتی تھی۔ مہاتما ورجانند جی نے سوامی دیانند کو مدت سے گم ہوا ویدوں کے ارتھ کرنیکا طریقہ بتایا۔ اُس کو جان لینے سے اُنہیں سچے شِو یعنی پرماتما کے درشن ہو گئے ۔

معلوم ہوتا ہے۔ یہی وہ نادر چیز تھی۔ جس کے لئے دیانند اپنے گورو کی حد سے زیادہ عزت کرتے تھے ۔



گورو کو بھینٹ دے رہے ہیں

گورو سے رخصت

اب شاگرد کا گورو سے رخصت ہونے کا وقت آیا۔ سوامی دیانند جی نے پراچین طریقہ کے مطابق گورو جی کے پاس خالی ہاتھ جانا مناسب نہ سمجھا۔ گورو جی کو لونگ بڑے پیارے تھے۔ لہٰذا آدھ سیر لونگ تھالی میں رکھ کر ان کی بھینٹ کئے اور نمسکار کر کہنے لگے ـــــ "بھگون! آپ نے مجھ پر بڑی کرپا کر کے ودیا دان دیا۔ اس کے لئے میرا دل سینکڑوں بار آپ کے تئیں شردھا اور بھگتی کا پرکاش کرتا ہے۔ میں خود آپ کے چرنوں میں اپنا سب کچھ نذر کرتا ہوں۔ میرے پاس ہے ہی کیا؟ بھگون! یہ آپ کی من چاہی چیز لونگ ہی آپ کی سیوا میں بھینٹ کرتا ہوں، سویکار کیجئے اور اپنے شاگرد سیوک دیانند کو بہ من سے آشیرواد اور آخری اپدیش دیجئے۔"

یہ سن کر مہاتما ورجانند جی کا دل باغ باغ ہو گیا۔ شش کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے ـــــ "دیانند میں پرماتما سے تمہارے لئے شبھ کامنا کرتا ہوں۔ ایشور تمہاری ودیا کو سپھل کریں۔ مگر میں ان لونگوں کی دکشنا نہیں چاہتا۔ مجھے تو کوئی اور چیز درکار ہے۔ اور وہ چیز تیرے پاس ہے۔"

سوامی جی نے عرض کی ـــــ "مہاراج! میرا سب کچھ آپ کی نذر ہے۔ جو آگیا ہو کہئے سیوک حاضر ہے۔"

اس جواب سے خوش ہو کر ڈنڈی جی نے کہا ـــــ "پیارے! سنسار ویدوں کو بھول گیا ہے۔ تم پھر اسے ویدک شکشا دو۔ گھر بار چھوڑ دو۔ کھلے میدان تمہارا گھر ہے۔ بھومی کو سیج سمجھو۔ پتھروں کا سرہانہ بناؤ۔ آپ دکھ اٹھاؤ۔ سنسار کو سکھ دو۔ مت متانتروں کے سبب جو برے رواج جاری ہو گئے ہیں، ان کو ہٹاؤ۔ آریہ جاتی کی بگڑی ہوئی دشا کو سدھارو۔ ویدک دھرم کا سورج لوپ ہو گیا ہے۔ اس کو پھر سے پھیلاؤ۔ یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ منش کرت گرنتھوں میں پرمیشور اور رشیوں کی نندا بھری پڑی ہے رشی کرت گرنتھ اس عیب سے خالی ہیں۔ رشیوں اور عام لوگوں کی کتابوں کی یہی بڑی پہچان ہے۔ اس کسوٹی کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا ـــــ میں یہی دکشنا چاہتا ہوں۔ کسی دنیاوی چیز کی مجھے آرزو نہیں ہے۔"

اس طرح گورو کا آشیرواد لے کر اور انہیں پرنام کر سوامی دیانند چل دیئے۔ اس وقت آپ کی عمر کوئی ۳۹ برس کے قریب تھی۔

کھنڈن کانڈ

مورتی پوجا کا کھنڈن

متھرا سے روانہ ہو کر سوامی جی سیدھے آگرہ پہنچے۔ اور جمنا کنارے بھیرو مندر کے پاس گلا مل اگروال کے باغیچہ میں فروکش ہوئے۔ یہاں سے وقتاً فوقتاً آپ سوامی ورجانند جی کے پاس یا تو خود جا کر یا بذریعہ خط و کتابت شنکا سمادھان کر لیا کرتے تھے۔ اتفاق کی بات۔ سوامی کیلاش پربت جی آگرہ پدھارے۔ اور اسی باغیچہ میں قیام کیا۔ جہاں دیانند ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہ سوامی شاہی ٹھاٹھ سے رہتے تھے۔ اُن کے نام کی ہنڈی چلتی تھی۔ اس لئے یہ بہت مشہور و معروف آدمی تھے۔ ایک روز یہ سوامی اپنے بھگتوں کو گیتا کا ایک شلوک سمجھا رہے تھے۔ لوگوں کی اُس سے تسلی نہ ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے سوامی دیانند جی سے اس شلوک کا ارتھ کرنے کے لئے کہا۔ جونہی آپ نے ارتھ کئے۔ جتنے آدمی بیٹھے تھے۔ سب کی تسلی ہو گئی۔ کیلاش سوامی نے آپ کی لیاقت کا اعتراف کیا۔ اور لوگوں سے کہا۔ کہ اگر کچھ پڑھنا ہو تو اس سادھو سے پڑھا کریں۔ تب سے سوامی دیانند جی کی بہت شہرت ہو گئی ؛

لوگوں کے کہنے پر یہاں آپ نے پنچدشی نامی ایک کتاب کی کتھا شروع کی۔ لیکن پڑھتے پڑھتے اُس میں یہ ذکر آ گیا۔ کہ کبھی کبھی ایشور کو بھی بھرم ہو جاتا ہے۔ اِس عبارت کو دیکھتے ہی آپ نے ہری اوم تت سنت کہکر پترے ہاتھ سے رکھدیئے۔ اور کہا میں اس پُستک کو نہیں پڑھونگا۔ جسے بھرم ہو جائے۔ وہ ایشور کہاں رہا۔ گوروجی کی کسوٹی کے بموجب ایشور کی نندا کرنے والا یہ گرنتھ مُفش کرت ہے۔ لوگوں کے اصرار کرنے پر بھی سوامی جی نے اُسے پھر نہیں کھولا۔ یہاں سوامی جی نے سندھیا پُستک تیار کی۔ رُوپ لال جی نے اُس کی ۳۰ ہزار کاپیاں چھپوا کر تقسیم کیں۔ انہیں دنوں سوامی جی نے مُورتی پوجا کا کھنڈن شروع کر دیا تھا اُن کے اپدیش سے مشہور پنڈتاں جیتو لال، کالی داس وغیرہ نے مورتی پوجا تیاگ دی ؛

بھاگوت کا کھنڈن

آگرہ سے ہوتے ہوئے سوامی جی دیدوں کی تلاش میں دھولپور گئے۔ وہاں سے آبو اور آبو سے پھر ۲۴ جنوری ۱۸۶۵ء کو گوالیار پہنچے۔ یہاں مہاراج جیاجی راؤ سیندھیا نے بھاگوت سپتاہ کی تیاری کر رکھی تھی۔ کتھا کا مہورت ریاست کی طرف سے بڑی پنڈت منڈلی کے سامنے نکالا گیا۔ نامی جیوتشیوں نے مین میکھ وچار کر ۴ فروری کا مہاتم اُتّم بتایا۔ دور دراز صوبوں کے پنڈتوں کو تار دے کر اطلاع دی گئی۔ کاشی پونا، ستارہ وغیرہ سے چار سو بھاگوتی پنڈت اکٹھے ہوئے۔ اُن کے استقبال کا انتظام بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ تین منڈپ بڑی خوب صورتی سے سجائے گئے۔ مہاراج نے خود کتھا کرنے والوں کا سواگت کیا اُنہیں رتھ میں ساتھ بٹھا کر لائے۔ بیش قیمت اشیاء دان دی گئیں۔ کسی کو اشرفیاں، کسی کو سونے کی چھڑی، کسی کو پالکی، کسی کو ہاتھی۔ غرضیکہ عجیب دھوم دھام تھی۔

سوامی جی کے گوالیار پہنچنے کی خبر پا کر پنڈت لوگ درشنوں کو آنے لگے۔ جب سوامی جی نے بھاگوت سپتاہ کا سماچار سنا۔ تو طبیعت میں عجیب جوش پیدا ہوا۔ اُنہوں نے زور سے اس کا کھنڈن کرنا شروع کر دیا۔ گنگا پرشاد دفعدار وغیرہ کو بھیجا۔ کہ بڑے بڑے کٹ شاستریوں کو بلا لاؤ تاکہ ہم اُن کے درشن کریں۔ اور اُن سے کچھ بات چیت کریں۔ یہاں نہ آنا چاہیں۔ تو ہمیں اپنے ہاں بلا لیں۔ یہ لوگ باپو شاستری کو گاڑی میں ہمراہ لیکر مہاراجہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ ایک پورن برہمچاری سوامی بھاگوت کا کھنڈن کرتے ہیں۔ مہاراجہ نے وشنوجی دیکھشت پنڈت کو سوامی جی کے پاس بھیجا۔ کہ آپ سے بھاگوت سپتاہ کا مہاتم پوچھے۔ سوامی جی نے ہنس کر کہا —— "سوائے دکھ اور کلیش کے اس کا کوئی پھل نہیں ہے۔ چاہے کر کے دیکھ لو۔" مہاراجہ کو جب یہ جواب پہنچا۔ تو وہ ہنس پڑے اور بولے "آپ طاقتور ہیں، جو چاہیں کہیں۔ ہم تو سب تیاری کر چکے ہیں۔ اب کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ کتھا نہ ہو۔" گوبند بابا نے مہاراج سے کہا —— "ایسے مہاتما کا کتھا میں شامل ہونا ضروری ہے۔" مہاراج نے سوامی جی کو نمنترن بھیجا۔ مگر سوامی جی نے سویکار نہیں کیا۔

ادھر کتھا دھوم دھام سے ہوتی رہی۔ ادھر سوامی جی بے خوفی سے اس کا کھنڈن کرتے رہے۔ جس رات کتھا کا سپتاہ ختم ہوا۔ اُسی رات مہارانی کا پانچ ماہ کا گربھ پات ہو گیا۔ دوسرے دن راج جی شاستری کے گھر میں موت ہو گئی۔ تیسرے دن کو ٹھی منڈپ کے سامنے کسی نے سانڈ کو گھائل کیا۔ اور خود بھاگ

گیا۔ کتھا کے کچھ دن بعد شہر میں بڑے زور سے ہیضہ پھیلا۔ سینکڑوں موتیں ہوئیں۔ مہاراجہ صاحب کا لختِ جگر بھی اسی عارضہ سے جان بحق ہوا۔ انہیں کنور صاحب کو کتھا کے اختتام پر برہمنوں نے سو برس جینے کی آشیرواد دی تھی ۔

گوالیار سے چل کر قرولی پہنچے۔ وہاں کئی مہینے ٹھہر کر ساون سمت ۱۹۲۳ میں جے پور گئے۔ وہاں سمپر دائیوں میں آپس میں سخت دشمنی تھی۔ بجائے اس کے کہ وہ آپس میں شاستر ارتھ کریں۔ لکشمن جی نے سوامی جی کو اُن سے دو ہاتھ کرنے کا انتظام کیا۔ سوامی جی نے پندرہ سوالات کئے۔ جن کا جواب پنڈتوں کو نہ سوجھا۔ آخر ویاس بخشی رام کے پربندھ سے ایک چھوٹا سا شاستر ارتھ ہو ہی گیا۔ پنڈت منڈلی کو بری طرح شکست ہوئی ۔

ٹھاکر رنجیت سنگھ کے پرارتھنا کرنے پر آپ اچرول آ گئے۔ وہاں منوسمرتی، اُپنشدوں اور گیتا کی کتھا کرتے رہے۔ پھر جے پور گئے۔ وہاں شاستر ارتھ میں وجے پائی۔ اس وجے نے جے پور کے بہت سے ٹھاکروں کو سوامی جی کا بھگت بنا دیا۔ وہاں سے دودو، کرشن گڑھ، وغیرہ ہو کر پشکر آ نکلے۔ یہاں پر برہما کے مندر میں ڈیرہ کیا۔ مورتی پوجا کا کھنڈن بڑے زور سے ہونے لگا۔ براہمن لوگ جھگڑا کرنے لگے۔ لیکن وِدّیا میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکا۔ وہاں پشکر پہاڑ کی اگست نامی گپھا میں رہنے والے بینکٹ شاستری سے بھاگوت پر شاستر ارتھ ہوا۔ فتح پائی۔ اور وینکٹ سوامی کے گورو تک نے اس امر کا اقبال کیا۔ کہ سوامی جی سنسکرت کے بڑے عالم ہیں۔ جو کچھ یہ کہتے ہیں، وہی درست ہے ۔

عیسائی مشنریوں سے مباحثہ

پشکر سے چل کر اجمیر آ گئے۔ کھنڈن کی جھڑی وہاں بھی بدستور لگی رہی۔ کہتے ہیں۔ کہ اس جگہ آپ بھاگوت کو جھڑوا، مندروں کو اڈا، اور سب قسم کی مالاؤں کو لکڑی کا بوجھ بتلاتے تھے۔ اسی وجہ سے تمام پنڈت آپ کے مخالف ہو گئے تھے۔ یہاں آپ کا پادری گرے صاحب، رابنسن صاحب اور شُول برڈ کے ساتھ تین روز تک ایشور، جیو، قانونِ قدرت اور وید کے مضامین پر بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ چوتھے روز یسوع مسیح کے خدا ہونے، مر کر زندہ ہونے اور آسمان پر چڑھ جانے کے متعلق سوامی جی نے سوال کئے۔ لیکن پادری لوگ معقول جواب نہ دے سکے۔ رابنسن صاحب نے ایک مرتبہ دریافت کیا۔ کہ کیا برہما کا اپنی لڑکی کے ساتھ وبھچار کرنا درست ہے؟ سوامی جی نے جواب دیا۔


R.L. Malhotra
LAHURE
28.

کیا ایک نام کے بہت سے شخص نہیں ہوتے؟ کون کہہ سکتا ہے۔ یہ برہما وہی تھے؟ مہرشی برہما ایسے نہیں تھے۔ کوئی اور شخص ہوگا۔

اس جواب سے پادری صاحب مطمئن ہو گئے۔ خوش ہوکر سوامی جی کو چٹھی دی جس میں لکھا تھا۔ کہ یہ مشہور ویدوں کے ماہر ہیں۔ ہم نے اپنی ساری عمر میں سنسکرت کا ایسا فاضل نہیں دیکھا۔ ایسے آدمی دُنیا میں نایاب ہیں۔ جو ان سے ملیگا۔ بہت فائدہ حاصل کرے گا۔ جو کوئی ان سے ملے، عزت سے پیش آئے۔

ایجنٹ گورنر جنرل سے مُلاقات

کرنل بروک اُن دنوں راجستھان کے پولٹیکل ایجنٹ تھے۔ اُنہیں گیروے بستر والوں سے سخت نفرت تھی۔ وہ بھی ایک بار سوامی جی کے درشن کرنے کے لئے لالہ بنسی لال کے باغ میں آ نکلے۔ لوگوں نے کرنل صاحب کو دُور سے ہی آتے دیکھا۔ اور سوامی جی سے کہا۔ مہاراج! کرسی ادھر کر لیجئے۔ یہ صاحب سادھوؤں کو دیکھ کر بہت خفا ہوتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ ہم تو یہی چاہتے ہیں۔ چنانچہ کُرسی کو اور آگے بڑھا کر بیٹھ گئے۔ کرنل صاحب سوامی جی کو دیکھکر جھٹ اندر آ گئے۔ ایک شخص نے کہا "مہاراج! میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ مگر آپ نے نہ مانا" سوامی جی بولے "کچھ پرواہ نہیں۔ آنے دو۔ اتنا کہکر سوامی جی اُٹھکر ٹہلنے لگے۔ صاحب نے اندر آتے ہی ٹوپی اُتار ہاتھ میں لے لی۔ سوامی جی سے ہاتھ ملایا۔ اور سامنے کرسی پر بیٹھ گئے۔ باتیں ہونے لگیں۔

سوامی جی ۔ آپ لوگ دھرم کا ستھاپن کرتے ہیں یا کھنڈن؟

کرنل ۔ دہرم کا ستھاپن کرنا تو ہمارے یہاں بھی اچھا ہے۔ مگر جس میں فائدہ ہو وہی کرتے ہیں۔

سوامی جی ۔ آپ فائدہ کی بات نہیں کرتے۔ نقصان کرتے ہیں۔

کرنل ۔ کیسے؟

سوامی جی ۔ ایک گئو سے کتنا فائدہ ہوتا ہے۔ اور اُس کو مار کر کھانے سے کتنا نُقصان ہوتا ہے؟

کرنل نے شرما کر جواب دیا۔ "ہوتا تو نُقصان ہی ہے"

سوامی جی ۔ تو آپ گئو ہتیا کیوں کرتے ہیں؟

کرنل ۔ ہم آپ کی بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کل آپ ہمارے بنگلے پر آویں۔ وہاں ہم بات چیت کرینگے۔

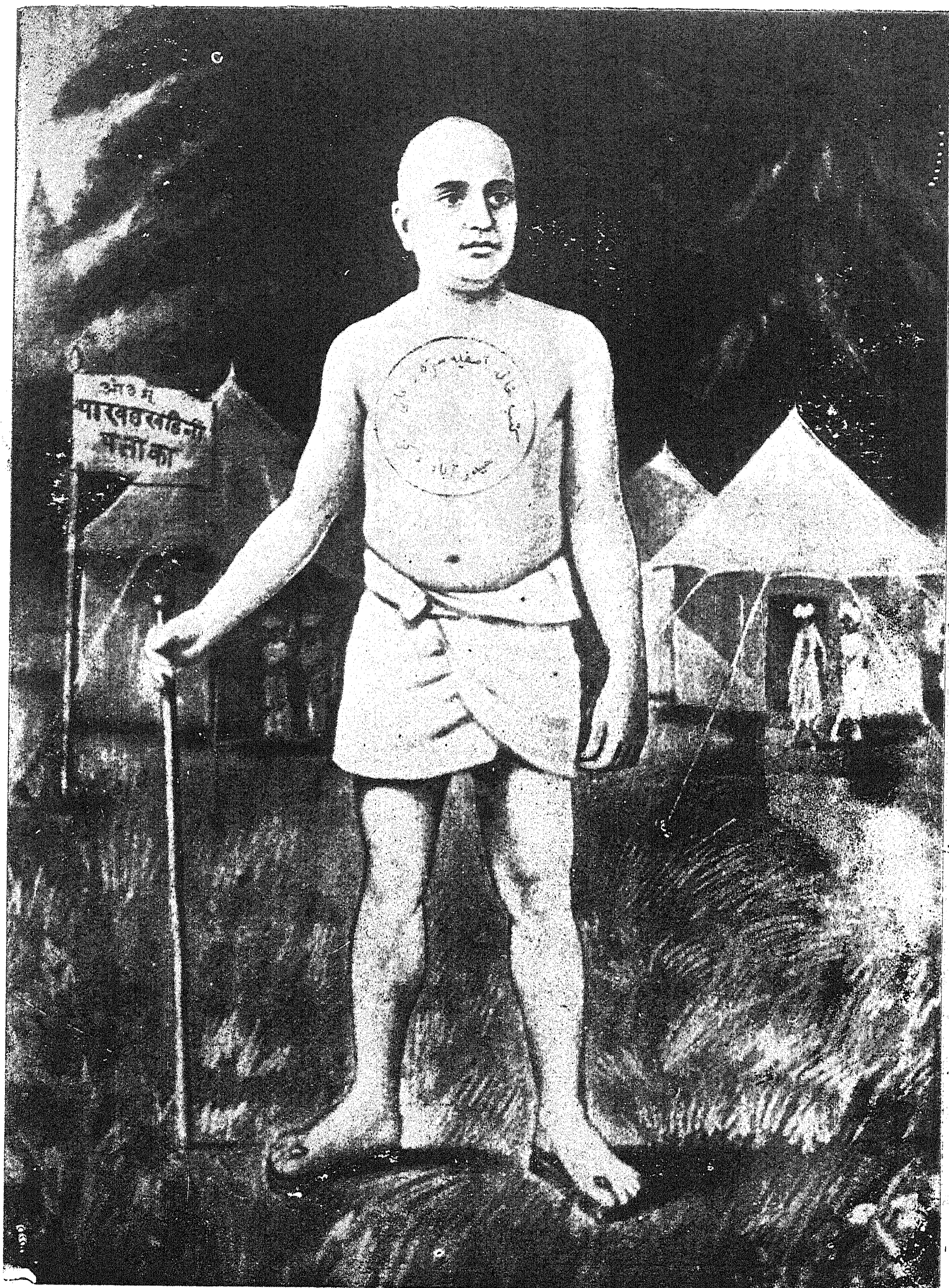
دُوسرے دِن کرنل صاحب کی گاڑی سوامی جی کو لینے آئی۔ سوامی جی بنگلے پر بھی پہنچے۔ وہاں

پون گھنٹے تک کرنل صاحب سے گورکھشا مضمون پر گفتگو ہوئی - اور آخیر میں کرنیل صاحب نے گو ہتیا کے نقصانات تسلیم کئے - اس پر سوامی جی بولے ۔ "پھر آپ گؤ ہتیا کو بند کیوں نہیں کرتے"؟

کرنل صاحب نے جواب دیا - میرے اختیار کی بات نہیں - میں آپ کو چھٹی دیتا ہوں - آپ لاٹ صاحب سے ملیں - سوامی جی چھٹی لے کر بگڑوہ چلے گئے - کرنل صاحب نے آپ کی زبانی ریاست جے پور میں پرچار کا احوال سنکر راجہ رام سنگھ کو جو خط لکھا - اس میں افسوس کیا - کہ انہوں نے ایسے ودوان کے ساتھ ملاقات نہیں کی ۔

سوامی جی استریوں کو اپنے پاس نہیں آنے دیا کرتے تھے - اجمیر میں اُن کی شہرت سن کر بہت سی استریاں اُپدیش لینے کی غرض سے سوامی جی کے پاس آئیں - لیکن آپ نے بڑی نمرتا سے جواب دیا - کہ ۔ "ہم استریوں کو اپدیش نہیں دیتے - اپنے پتیوں کو بھیج دو - اُن کو اُپدیش دے دینگے"

کرنل صاحب کی چھٹی پڑھکر مہاراجہ جے پور کو بہت افسوس ہوا - اور انہوں نے اچرول کے ٹھاکر رنجیت سنگھ سے بار بار تاکید کی - کہ جس طرح ہو سوامی جی سے ملاؤ - مجھے پہلے اُن کا پتہ نہ تھا - بگڑوہ سے واپسی پر جب سوامی جی دوبارہ جے پور آئے تو ٹھاکر نے مہاراج کو اطلاع دی - مہاراج نے ویاس بخشی رام کو بھیجا - کہ جاکر سوامی جی سے محلوں میں پدھار نے کی درخواست کریں - بخشی رام نے آکر پرارتھنا کی - کہ آپ محلوں میں پدھاریں، مہاراج درشن کرنا چاہتے ہیں - سوامی جی نے جواب دیا - بیاس جی! آپ بخوبی جانتے ہیں - کہ میں محلوں میں جانے کی کچھ بھی خواہش نہیں رکھتا - اگر بات چیت کرنی ہو - تو کسی وقت مہاراج یہاں ہی پدھاریں - یہ جواب سنکر مہاراج نے پھر ٹھاکر جی پر زور دیا - اور انہوں نے شہر کے معززین کی ہمراہی میں سوامی جی سے درخواست کی - تب سوامی جی نے منظور کیا - اور محلوں میں پدھارے - لیکن ہوا پھر وہی - اتفاقاً مہاراج اندر زنانہ میں گئے تھے ایک چیلہ نے آکر کہدیا - کہ اس وقت مہاراج زنانہ میں پدھار گئے ہیں - ابھی آنا نہیں ہوگا - سوامی جی بھانپ گئے - کہ غرض مند پوپ لوگوں کی یہ سب کارستانی ہے - لہٰذا اٹھکر چلے آئے - بعد میں مہاراج نے کوشش کی - کہ کسی طرح سوامی جی دوبارہ محلوں میں پدھاریں - تو درشن کریں - لیکن وہ نہ مانے - اور کہا کہ میں اب محلوں میں نہیں جاؤنگا ۔



کنبھ کا میلہ

کنبھ کا میلہ

ہردوار ہندوؤں کو موکش دینے والی بھومی سمجھی جاتی ہے۔ حقیقت میں یہ ہردوار ہے بھی ایک خوبصورت جگہ۔ سامنے ہمالیہ پہاڑ کھڑا ہے۔ پاس ہی بھاگیرتھی کی لہریں کل کل کرتی ہوئی چلی جارہی ہیں۔ شائد اس بے نظیر خوب صورتی کے باعث ہی اس جگہ کا نام ہردوار یعنی پرمیشور کے یہاں کا دروازہ پڑا ہے۔ ہر بارہویں برس یہاں کنبھ کا میلہ ہوا کرتا ہے۔ ہندوستان بھر کے نرناری اکٹھے ہوتے ہیں۔ بھیڑ اتنی کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں ہوتی۔ ۱۸۶۷ء میں بھی کنبھ کا بھاری میلہ ہوا تھا۔ سوامی جی نے سوچا پرچار کا اچھا موقعہ ہے۔ ۱۲ مارچ ۱۸۶۷ء کو ہردوار پدھارے۔ کنبھ میں ابھی ایک مہینہ باقی تھا۔ سوامی جی نے سپت سروت پر باڑھ باندھ کر اور اسی میں آٹھ دس چھپر ڈلوا کر ڈیرہ کیا۔ سپت سروت ہردوار سے رشی کیش جاتے ہوئے راستہ میں آتا ہے۔ عین لب سڑک جھنڈا گاڑ دیا۔ اس پر لکھا تھا۔ "پاکھنڈ کھنڈنی پتاکا"—— یعنی جھوٹ کو مروڑ کر رکھ دینے والی جھنڈی۔

کنبھ میں شامل ہونے والے لوگ عموماً رشی کیش کی یاترا بھی ضرور کرتے ہیں۔ اس لئے ان سادھوؤں برہمنوں اور درشکوں کے علاوہ جو بحث مباحثہ، شنکا سمادھان یا شردھا پریم سے درشن کی نیت سے خاص طور پر جاتے تھے، اور لوگ بھی ہزاروں کی تعداد میں روز پہنچتے تھے، اور گھنٹوں مورتی پوجا، مرتک شرادھ، تیرتھ، برت، اوتار، پران وغیرہ کا کھنڈن سنتے۔ لوگ تو ہر کی پوڑی پر اشنان کر کے سمجھتے تھے۔ کہ ہمارے عمر بھر کے پاپ دُھل گئے۔ مگر یہاں پہنچتے۔ تو وہ بھرم ہی دُھل جاتا۔ یہاں تو اُپدیش ہوتا۔ کہ ہاڑ کی پوڑی پر نہانے سے کچھ نہیں بنتا۔ اچھے کرم کرو، وید کی شکشا پر چلو —— یہی کنبھ ہے۔ یہی تیرتھ ہے۔

ایک دن علی الصبح جنگلات کے کنزرویٹر، میرٹھ کے کمشنر، سہارنپور کے کلکٹر اور بہت سے افسر اس خیمے کے نیچے آ کھڑے ہوئے جس میں سوامی جی ویاکھیان دیتے تھے۔ اُن کے پوچھنے پر ایک آدمی نے بتایا۔ کہ سوامی جی ایشور دھیان میں ہیں۔ وہ بولے۔ کیا انہیں خبر کر سکتے ہو؟ جواب ملا۔ ابھی نہیں۔ آپ کرسیوں پر تشریف رکھیں۔ وہ بیٹھے رہے۔ جب فارغ ہو کر پدھارے۔ تو خوب بات چیت ہوئی۔ سب انگریز از حد خوش ہوئے اور پولیس کا انتظام کر گئے۔ کہ کسی قسم کا کشٹ نہ ہونے پائے۔ یہ بھی کہہ گئے کہ جو ضرورت ہو خبر دیجئے۔ پوری کر دیں گے۔ انہیں رخصت کرتے ہوئے سوامی جی نے کہا۔ "افسوس

آپ لوگ پھوٹ کے وقت بھارت میں آئے ؟ اگر ترقی اور فارغ البالی کے زمانے میں آتے۔ تو دیکھتے کہ یہاں کیسے کیسے سُورَبیر یودھا موجود تھے ؟ پھر اُن کی وِدیا اور بل کی تعریف کرتے "۔

ایک روز سوامی جی بیمار ہو گئے۔ اور اس روز لیکچر نہ ہوا۔ سادھو اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اُن کی طرف مباحثہ کے لئے چل دیئے۔ کہ وہ انکار کریں گے۔ اور ہم اُن کی ہار مشہور کر دیں گے۔ سوامی جی چارپائی پر لیٹے تھے۔ مگر اُنہیں آتا دیکھ کر اُٹھ بیٹھے اور سنمان سے بٹھا کر آنے کا سبب پوچھا۔ ایک سادھو جو سب سے مکھیا تھا۔ بولا ــــ "آپ سے شاستر ارتھ کرنے آئے ہیں"۔

سوامی جی۔ بولے ــــ بہت اچھا کسی وشے پر بات کیجئے۔

سادھو جی۔ ویدانت پر چرچا کریں گے ۔

سوامی جی۔ پہلے سمجھائیے کہ ویدانت سے آپ کی مُراد کیا ہے ؟

سادھو جی۔ مُراد یہ کہ جگت متھیا ہے اور برہم ستیہ ہے ۔

سوامی جی۔ جگت سے کیا مطلب ہے۔ کون کون پدارتھ جگت کے اندر ہیں اور متھیا کسے کہتے ہیں ؟

سادھو جی۔ پرمانو سے لے کر سورج تک جو کچھ ہے ، جگت ہے۔ اور یہ سب متھیا یعنی جھوٹ ہے ۔

سوامی جی۔ تمہارا شریر، بولنا، چالنا، اُپدیش، گورو، پستک سب اس کے اندر ہیں۔ یا نہیں ؟

سادھو جی۔ ہاں سب اس کے اندر ہیں ۔

سوامی جی۔ اور آپ کا مت بھی اس کے اندر ہے یا باہر ؟

سادھو جی۔ ہاں وہ بھی جگت کے اندر ہے ۔

سوامی جی۔ جب تم خود ہی کہتے ہو۔ کہ ہم، ہمارا گورو، ہمارا مت، ہماری پستک، ہمارا اُپدیش، ہمارا بولنا سب متھیا ہی متھیا یعنی جھوٹا ہے۔ تو ہم تمہیں کیا کہیں ۔

سادھو حیران رہ گئے۔ اور وہاں سے چلتے بنے اور پھر کبھی جتھا باندھ کر شاستر ارتھ کرنے نہیں آئے "۔

ہردوار میں سوامی جی نے ہندوستان کی بدنصیبی کا دردناک نظارہ دیکھا۔ جس سنیاس آشرم میں پہنچ کر انسان کو سچے معنوں میں جگت کے سدھار کا کام کرنا چاہیے ؟ وہی سنیاس آشرم عیش و عشرت کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا۔ گوسائیں شادیاں کر کے بھگوے بانے کو لاج لگا رہے تھے۔ ننانگی نام ہی کو تھے ؟ دراصل گرہستیوں کو بھی مات کر رہے تھے۔ شراب، ماس، وبھچار میں مست تھے۔ نرملے نام ہی کے نرملے تھے۔ ورنہ ست دھرم

کی ٹرملتا سے کوسوں دور تھے۔ اُداسیوں کی اُداسی بھی نہ معلوم کہاں جا چھپی تھی؛ ہاتھی، گھوڑے، سونے و چاندی کی جھولیں، مخملی تکئے اور گدیلے، سونے کے کنگن غرضیکہ سب کچھ رکھتے تھے؛ ویراگی تھے کہ ویراگ اور تیاگ کی اُن میں بُو تک نہ تھی۔ سوائے تر مال کھانے اور پڑا رہنے کے کوئی کام نہیں۔ سب سے بڑے ننگے تھے؛ جو لنگوٹ تک نہ پہنتے، نہ انہیں عورت کی شرم تھی، نہ مرد کی۔ بیٹھے نازیبا حرکات کرتے رہتے۔ ہر ایک کو پہلے نہانے کا ہٹھ تھا، پولیس نہ ہوتی۔ تو فساد کرتے۔ مہنت اور گدی دار ہاتھیوں پر چڑھ کر آئے۔ مہاٹھ راجوں سے بھی بڑھ کر تھا۔ جو پُچھو تو سنیاسی ہیں ٭

پنڈے چاروں طرف جس طرح بنتا۔ ہاتھ جوڑ کر، دھکی دے کر، ٹھگ کر، واسطہ دے کر یاتریوں سے روپے مار رہے تھے۔ یہ یہاں کے براہمن تھے ٭

چوری چکاری کا کھلا موقع تھا۔ کئی جیبیں کٹ گئیں، بچے گم ہو گئے، لڑکیاں کھو گئیں۔ مائیں منہ سر پیٹ کر رہ گئیں ٭

ایک ہر کی پوڑی کی ڈبکی کے لئے کئی اندھے ہوئے۔ سینکڑوں آدمی بھیڑ میں کچلے گئے؛ نہاتے نہاتے کسی کا پاؤں پھسلا۔ تو دھم سے گنگا کی گود میں جا رہا ٭

یہ سب کچھ کس لئے تھا؟ اس لئے کہ لوگوں نے پانی میں پُنیہ سمجھا ہے؛ ایک خاص پوڑی پہ نہانے کو دھرم مانا ہے۔ اور پھر اس کے لئے بھی ایک ہی دن مقرر کیا ہے ٭

سرب تیاگی دیانند

آپ نے اس پاکھنڈ کی قلعی کھولنی شروع کی۔ سادھوؤں اور پنڈتوں کی کرتوت ظاہر کرنے لگے۔ لوگوں کے لئے یہ بات نئی تھی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہو جاتے۔ لیکن جو آتا۔ سن کر چلا جاتا۔ عمل کوئی نہ کرتا۔ سوامی جی نے سوچا۔ ابھی میرے تپ میں کمی ہے۔ پس اُنہوں نے تپسیا کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور میلے کے ہزاروں لاکھوں مرد۔ عورتوں نے جو کچھ بھینٹ پوجا، دھن، بستر وغیرہ سوامی جی کو ارپن کیا۔ اُس کو بھوکوں، ننگوں۔ کنگالوں میں بانٹنا شروع کیا۔ مہابھاشیہ کی ایک جلد، ۲۵ روپے نقد اور ایک تھان ململ کا مترا میں گورو جی کے پاس بھجوا دیا۔ اور باقی جو جس کے لائق دیکھا بانٹ دیا ٭

اب سوامی جی کے پاس سوائے لنگوٹ کے اور کچھ نہ تھا۔ ننگے بدن گنگا کے کنارے پھرنے لگے۔ رشی کیش، ہردوار، کنکھل، لنڈھورا، پریکشت گڑھ۔ گڑھ مکتیشور، رڑکی، میراں پور وغیرہ جگہوں میں گئے

آپدیش یہی تھا ــــ گنگا جل کچھ نہیں - پانی سے شریر کی صفائی ہوتی ہے - مگر آتما کی نہیں - ایشور کا اوتار نہیں ہوتا - وغیرہ ٭

کئی لوگ اِن سچی باتوں کو برداشت نہ کر سوامی جی کے دشمن ہو گئے - ایک بار حاسدوں نے صلاح کی ' انہیں دریا میں ڈال دو - رات کے وقت ایک بے خبر سوتے فقیر کو یہ سمجھ کر کہ دیانند ہے گنگا میں پھینک دیا - اُس نے چیخ ماری تو پتہ لگا - کہ کوئی اور ہے - تب پاجیوں نے اُسے نکال لیا -

نڈر سنیاسی

ایک دن گنگا میں اشنان کر رہے تھے - پاس ہی ایک مگرمچھ نکل آیا - دیکھنے والوں نے شور مچایا - سوامی جی ویسے ہی نہاتے رہے - کہا " جب ہم اُسے کچھ نہیں کہتے - تو وہ ہمیں کیوں چھیڑے گا؟ " اتنے میں مگرمچھ غائب ہو گیا ٭

سمت ۱۹۲۴ کے بیساکھ مہینے میں سوامی جی کرن واس آئے - اور ناگ بابا کی مڑھی کے آگے آسن لگایا چرچا چھڑ گئی - اور کنٹھی، تلک، چھاپ، مورتی پوجا، بھاگوت وغیرہ کا کھنڈن ہونے لگا - پنڈت کمل نین پنڈت امبا دت وغیرہ کو شاستر ارتھ میں پچھاڑا - اس پر لوگ جا کر انوپ شہر کے پنڈت ہیرا بلبھ کو شاستر ارتھ کے لئے لائے - اس پنڈت نے سبھا میں ایک خوبصورت سنگھاسن بنوایا ' اور اُس پر بال مکند گوسنئی جی اور سالگ رام وغیرہ کی مورتیاں رکھ کر پرتگیا کی - کہ یہاں سے تب اُٹھوں گا - جب دیانند کے ہاتھ سے انہیں بھوگ لگواؤں گا - پہلا دن دہارا پر وہ سنسکرت بولنے میں گذارا - چھ دن تک شاستر ارتھ رہا - کسی دن چھ گھنٹے کسی دن نو گھنٹے - ہیرا بلبھ کو رگ وید اور یجروید دونوں ازبر تھے - ویاکرن کا بڑا ودوان تھا - پنڈت اُسے مدد دینے والے تھے - ہفتہ بھر ایڑی اور چوٹی تک سب نے زور لگایا - مگر ایک پیش نہ گئی - تب پنڈت ہیرا بلبھ شاستری نے کھڑے ہو کر اونچی آواز سے سنایا - کہ درحقیقت سوامی جی کی بات سچی اور مستند ہے - اور مورتی پوجا وید ورودھ ہے - نہ صرف یہی ' بلکہ وہ سنگھاسن جس پر سب سامان رکھا ہوا تھا - اٹھا کر سب مورتیاں گنگا میں پھینک دیں - اور اسی سنگھاسن پر وید بھگوان کو شوبھت کیا سوامی جی نے ست کو گرہن کرنے اور جھوٹ کو تیاگنے پر اُن کی بڑی پرشنسا کی - اُن کی دیکھا دیکھی اور بھی کئی پنڈتوں نے مورتیاں گنگا کی نذر کر دیں ٭

راؤ کا وار

یہاں سے سوامی جی انوپ شہر گئے۔ وہاں چند روز ٹھہر کر گنگا سنان کے میلے پر پھر کرن واس آ گئے۔ میلے کے موقع پر قرولی کے رئیس راؤ کرن سنگھ بھی آئے ہوئے تھے۔ سوامی جی کی کٹیا کے پاس ہی ڈیرا تھا۔ ان کے ڈیرے پر رات کے وقت راس لیلا ہوتی تھی۔ سبھی پنڈتوں، سنیاسیوں کو راس لیلا دیکھنے کے لئے بلایا گیا۔ سوامی کو بھی مدعو کیا۔

سوامی جی نے انکار کرتے ہوئے صاف کہدیا کہ ـــــ ایسے برے کاموں میں ہم ہرگز شامل نہیں ہو سکتے۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ تم لوگ اپنے بڑوں کے سوانگ رچاتے اور انہیں استریوں سمیت نچاتے ہو۔ اپنی ماں بیٹیوں سے بھی ایسا کریں۔ تو پتہ لگے۔

چغل خور اور شرارتی لوگوں نے راؤ سے جا کر شکایت کی۔ کہ وہ تو ہر ایک بات کا کھنڈن کرتے اور سخت کلامی سے پیش آتے ہیں۔

کرن سنگھ کو غصہ آیا۔ اور وہ کئی مددگار ساتھ لئے سوامی جی کے پاس پہنچا۔ شام کا وقت تھا سوامی جی لوگوں کو اپدیش کر رہے تھے۔ کرن سنگھ بھی آ پہنچا۔ سوامی جی نے کہا "آیئے۔ بیٹھئے"

کرن گستاخانہ لہجہ میں بولا ـــ "کہاں بیٹھیں"؟

سوامی جی ۔ جہاں مرضی ہو بیٹھ جایئے۔

کرن ۔ جہاں تم ہو وہیں بیٹھیں گے۔

سوامی جی ۔ آیئے! یہاں ہی بیٹھئے!!

کرن کا ارادہ جھگڑا کرنے کا تھا۔ اس جواب سے بھی تسلی نہ پا کر بولا ـــ "ہم نے سنا ہے۔ کہ تم اوتاروں اور گنگا جی کی مذمت کرتے ہو۔ یاد رکھو۔ اگر میرے سامنے مذمت کی تو میں بری طرح پیش آؤنگا۔

سوامی جی بولے "میں مذمت نہیں کرتا۔ بلکہ جو چیز جیسی ہے۔ اسے ویسی ہی کہتا ہوں۔

کرن سنگھ ۔ کیا آپ گنگا جی کو نہیں مانتے؟

سوامی جی ۔ گنگا جی جیسی اور جتنی ہے۔ اتنی ہی مانتا ہوں۔

کرن سنگھ ۔ تو پھر کتنی ہے؟

سوامی جی اپنا کمنڈل اٹھا کر بولے۔ اتنی۔ کیونکہ ہم لوگوں کے پاس اسکے سوائے برتن ہی نہیں

کرن سنگھ ۔ تو گنگا گنگیتی وغیرہ شلوکوں میں جو گنگا کا نام جپنے، درشن کرنے اور چھونے سے پاپ کٹنا لکھا ہے ؛

سوامی جی ۔ یہ شلوک معمولی لوگوں کے فرضی بنائے ہوئے ہیں ۔ مہاتم سب گپ ہے ۔ جل سے مکتی نہیں ہوتی ۔ بلکہ وید کے مطابق کرموں سے ہی حاصل ہوتی ہے ۔ موکش کا نام لے لے کر تم لوگوں کو پوپوں نے بہکا لیا ہے ؛

آپ نے پھر پوچھا ۔ راؤ صاحب! آپ کے ماتھے پر یہ لکیر سی کیا ہے ؟

کرن سنگھ نے جواب دیا ۔ یہ سُری ہے ۔ جو اس کو نہیں لگاتا ۔ وہ چنڈال ہے ۔

سوامی جی ۔ آپ کب سے سُری لگاتے ہیں ؟

کرن سنگھ ۔ کچھ برسوں سے ؛

سوامی جی ۔ کیا آپ کے پِتا بھی وشنو تھے ؟

کرن سنگھ ۔ وہ نہیں تھے ؛

تب تو آپ کے قول کے مطابق آپ کے پتا اور کچھ برس پہلے آپ بھی چنڈال ثابت ہوئے ؟

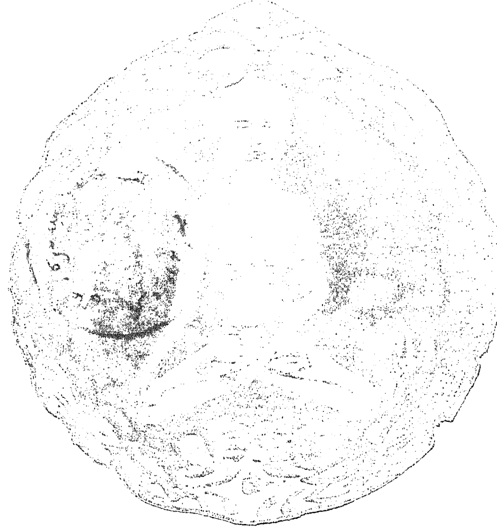
یہ سن کر راؤ کے تن بدن میں آگ لگ گئی ۔ تلوار پر ہاتھ رکھ کر بولے ــــ "منہ سنبھال کر بولو"۔ ان کے ساتھ دس بارہ آدمی تھے ۔ سب لڑنے کے لئے تیار ہو گئے ۔ مگر سوامی جی ــ کے چہرے پر گھبراہٹ کا نام و نشان نہ تھا ۔ ہنستے ہوئے بولے "راؤ صاحب! اگر شاسترارتھ کرنا ہے ۔ تو اپنے گورو رنگا چاریہ کو برندابن سے منگوا لیجئے ۔ اور اگر تلوار پرکھنا ہے ۔ تو سنیاسی سے کیوں ٹکراتے ہو، جودھ پور اور جے پور کے راجاؤں سے جا بھڑو ؛

بس پھر کیا تھا ۔ راؤ آپے سے باہر ہو گالیاں بکنے لگے ۔ اس کے ساتھی پہلوان نے سوامی جی پر ہاتھ بڑھایا ۔ سوامی جی نے للکارا ۔ کہ کھشتری دھرم ہے ۔ یا تو ہتھیار نہ نکالے ۔ اور نکالے ۔ تو پھر اس وقت میان میں ڈالے ۔ جب دشمن کو مار لے ؛

راؤ نے ہاتھ اٹھایا ہی تھا ۔ کہ سوامی جی نے گرج کر تلوار چھین لی ۔ اور اس کے دو ٹکڑے کر کے پرے پھینک دی ۔ راؤ کو اب اپنی بھی سدھ نہ رہی ۔ اور جھٹ خوف زدہ ہو کر بھاگا ؛

سب نے کہا ــــ پولیس میں رپورٹ کیجئے ۔ سوامی جی نے جواب دیا ــــ اس نے کھشتری دھرم

دیانند چتراولی



سوامی جی کے گورو شری سوامی ورجانند جی



بھگت منڈلی



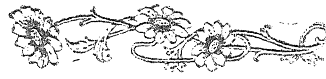
سوامی ستیانند جی



سوامی شردھانند جی



شری نارائن سوامی جی



چھوڑا؟ تو کیا میں بھی برا من دھرم چھوڑ دوں۔ ؟ علاوہ ازیں مجھے چوٹ بھی نہیں لگی۔ راؤ کے لئے اتنی ہی ندامت کافی ہے۔ اگر عقل مند ہو گا۔ تو پھر ایسا کام نہ کرے گا ؛

اس کے بعد سوامی جی کا زنگ تک ٹھہرے۔ اس دوران میں سوامی وشدھانند اور کرشنانند وغیرہ کئی سنیاسیوں سے ویدانت اور یوگ ابھیاس کے مضمون پر وارتالاپ ہوتا رہا ؛

کرنی کا پھل

راؤ کرن سنگھ کی شرارت کا یہاں ہی خاتمہ نہیں ہؤا۔ اُس نے ایک دفعہ چند بیراگیوں کو اکسایا کہ سوامی جی کا سر کاٹ لائیں۔ تو اُنہیں انعام و اکرام سے نہال کر دیا جائے گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ اگر تم میں سے ایک آدھ مر بھی گیا۔ تو تمہاری کون سی پیچھے کوئی جورو روتی ہے۔ دیانند کا سر کاٹنے سے دھرم کی رکھشا ہو جائے گی۔ بیراگیوں نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جب اور کسی پر دال نہ گلی۔ تو ایک رات اپنے تین ملازم تلواریں دے کر بھیجے۔ کہ سوامی کا سر کاٹ لائیں جب یہ لوگ کٹیا کے نزدیک پہنچے۔ اور دروازہ کھول کر دیکھا۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ سوامی جی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُن کو اندر جانے کا حوصلہ نہ ہؤا۔ مگر سوامی جی نے بھانپ لیا۔ اور آواز دی۔ کہ بھائی چلے آؤ! ڈرتے کیوں ہو؟ یہ سنتے ہی تینوں بھاگ گئے۔ راؤ کرن سنگھ چند سو قدم کے فاصلہ پر کھڑے تھے۔ راؤ نے اُن لوگوں کو جھڑکا اور دھمکا کر پھر بھیجا۔ رات سنسان تھی۔ اس لئے سوامی جی نے اُس کی آواز سن لی۔ اور دھیان لگا کر بیٹھ گئے۔ مگر دوسری مرتبہ بھی وہ لوگ خوف زدہ ہو کر لوٹ گئے۔ گالیاں کھا کر پھر آئے۔ تلوار ہاتھ میں لئے اوپر چڑھے۔ آواز دی ——— "کٹیا میں کون ہے"؟ سوامی جی نے اُٹھ کر بڑے زور سے کہا ——— "ہا" اور ایک پاؤں زمین پر زور سے مارا۔ جس سے ڈر کر تینوں آدمی سیڑھیوں میں گر پڑے۔ تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ بڑی مشکل سے سنبھل کر بھاگے۔ گاؤں والوں نے سمجھا کر کھیل سنگھ کو سوامی جی کی کٹیا میں سونے کو کہا ہؤا تھا کیونکہ سوامی جی سردی میں ننگے سوئے رہتے تھے اس لئے مُنہ پر کمبل ڈال لیتے۔ اور جب اُتر جاتے پھر ڈالنے کی ضرورت تھی۔ اس شور کو سن کر وہ جاگ اُٹھا۔ اور یہ واقعہ دیکھ کر کہنے لگا ——— مہاراج آپ یہاں سے کسی گھر میں چلے چلیں۔ سوامی جی نے کہا ——— "مجھے کوئی نہیں مار سکتا۔ اور سادھو لوگ کہاں گرہستیوں اور گھروں میں گھستے ہیں۔ ہمارا کوئی انسان محافظ نہیں۔ بلکہ پرمیشور محافظ ہے۔

ارے گھبرا مت۔ ابھی کا ہتھیار لیکر اُسی کو ڈھیر کردوں گا " مگر اتنا سمجھانے پر بھی وہ بھاگ کر کرن واس آیا۔ اور ٹھاکر کشن سنگھ کو آ جگایا۔ جو برہمنوں اور ٹھاکروں سمیت دوڑ آیا۔ اور راؤ کو للکارنے لگا۔ کہ بہادر اور اصل کھشتری کی سنتان ہے۔ تو آ میرے سامنے اور مزا دیکھ۔ سوامی جی کہتے تھے، وہ تو خود ڈرپوک ہے، اُس پر غصہ نہ کرو۔ اتنے میں ۲۰ - ۲۵ پنجابی بھی آ گئے۔ راؤ صاحب کی بڑی بدنامی ہوئی۔ کشن سنگھ نے پرتگیا کی، کہ آج یہاں رہا۔ تو بیٹ کر ہی چھوڑ دوں گا۔ جب اس واقعہ کی خبر اس کے سسر کو ہوئی۔ تو اُس نے راؤ کو سمجھایا۔ کہ اگر جان پیاری ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ یہاں کے کھشتری تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ راؤ صاحب فوراً گھر کو بھاگ گئے۔ گھر جا کر پاگل ہو گئے۔ پریاگ میں پچاس ہزار کا مقدمہ ہارا اور اپنے ہی مرت کیخلاف بانس شراب کا استعمال کرنے لگے۔ غرضیکہ اُن کی بہت دُرگت ہوئی ؎

کنٹھی توڑ دی

کرن واس سے چل کر سوامی جی سوروں پدھارے۔ یہاں آپ کے ہم جماعتی پنڈت جگل کشور رہتے تھے۔ ایک شخص نے طنزاً کہا۔ کہ آپ دوسروں کو اپدیش کرتے ہیں۔ مگر آپ کے ہم جماعتی ہیں۔ کہ مورتی پوجا کرتے اور کنٹھی پہنتے ہیں۔ سوامی جی بولے —— یہ متھرا میں رہتے ہیں۔ پوپ لیلا پر ان کا گذارہ ہے۔ اس لئے ایسا کرتے ہیں۔ جگل کشور کو غصہ آیا۔ وہ سنسکرت بولنے لگا۔ مگر جب کوئی دال نہ گلی تو متھرا جا کر ورجانند جی سے شکایت کی۔ کہ سوامی دیانند آج کل سوروں میں اودھم مچا رہے ہیں۔ کنٹھی تلک، پوران اور سالگرام سب کا کھنڈن کرتے ہیں۔ ورجانند جی نے کہا —— اُرے! سالگرام کیا ہوتا ہے۔ یعنی شالی برکش کا گرام یا چاولوں کا کھیت۔ اُس کی پوجا کے معنی ؟ جگل کشور بولا۔ وہ تو کنٹھی کا بھی کھنڈن کرتے ہیں۔ ورجانند جی نے پوچھا بھلا تم ہی پران دو۔ ایسا کرنا کہاں لکھا ہے ؟ جگل کشور بہت شرمندہ ہوا۔ اور اسی وقت کنٹھی توڑ کر پھینک دی ؎

پان میں زہر

جب یکے بعد دیگرے لوگ آپ کے اپدیشوں کو سن کر مورتی پوجا۔ اور کنٹھی تلک سے متنفر ہونے لگے۔ تو براہمنوں نے اپنی روزی کو جاتے دیکھ انہیں جان سے مار ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ جب



میں دُنیا کو قید کرانے نہیں بلکہ قید سے چھڑانے آیا ہوں

آپ انوپ شہر میں پدھارے۔ تو آپ کے مورتی پوجا کھنڈن سے تنگ آکر ایک براہمن آپ کے پاس آیا۔ اور بڑی شردھا سے آپ کے سامنے ایک پان پیش کیا۔ سوامی جی نے سہج سبھاؤ سے وہ پان اپنے مُنہ میں رکھ لیا۔ اس کا رس لیتے ہی وہ جان گئے۔ کہ اس میں زہر ملا ہے۔ مگر اُنہوں نے اُس نیچ اور پاپی شخص کو کہا سُنا کچھ نہیں۔ جھٹ گنگا پر جا کر نیولی کرم سے سارا زہر جسم سے نکال ڈالا۔ اور پھر آسن پر آکر بیٹھ گئے۔

وہاں کے تحصیلدار سیّد محمد سوامی جی کے بڑے بھگت تھے۔ سوامی جی کو زہر دینے کی چرچا پھیلتے پھیلتے تحصیلدار صاحب کے کان تک پہنچی۔ اُنہوں نے فوراً ہتیارے کو پکڑا اور جیلخانہ میں ڈال دیا۔ پھر وہ سوامی جی کے درشنوں کے لئے گئے۔ سوچتے تھے۔ کہ میں نے سوامی جی کے دُشمن کو قید کر کے اُن کا بدلہ لیا ہے۔ اس سے آج مہاراج مجھ پر بہت خوش ہونگے۔ مگر جونہی کہ اُنہوں نے سوامی جی کو اس امر سے آگاہ کیا۔ خوش ہونا تو درکنار، سوامی جی بہت ناراض ہوئے۔ اور کہا۔ "میں لوگوں کو قید کرانے نہیں آیا ہوں۔ قید سے چُھڑانے آیا ہوں۔ اگر شریر لوگ اپنی شرارت کو نہیں چھوڑتے۔ تو میں اپنی شرافت کو کیوں چھوڑوں"۔ تحصیلدار نے اُسے رہا کر دیا۔

گنگا کنارے پھرتے پھراتے آپ موضع جالون میں جا پہنچے۔ یہاں مرتک شرادھ کا خوب کھنڈن کیا۔ کہا۔ "ارے مورکھو! جل میں جل مت ڈالو۔ اگر ڈالنا ہی ہے۔ تو برکش کی جڑ میں ڈالو۔ کہ اُس کو لابھ ہو" وہاں بن کھنڈی مہادیو کے مندر میں کرشنانند سرسوتی سے اوتار پر شاستر ارتھ ہُوا۔ وہاں سے چل کر اترول اور چھلیسر میں پرچار کیا۔ چھلیسر میں ٹھاکر مکند سنگھ جی رئیس نے اپنی زمینداری کے ۲۰ مندروں کی مورتیاں اُٹھوا کر گنگا میں بہادیں۔

ویاکرن کا سُورج چھپ گیا

بیلون سے چل کر سوامی جی شاہباز پور آئے۔ یہاں آپ کو خبر ملی۔ کہ آپ کے پیارے گورُو ورجانند جی مہاراج کا متھرا میں کنوار بدی ۱۳ سمت ۱۹۲۵ کو دیہانت ہوگیا۔ یہ سماچار سُن کر آپ کو بہت دُکھ ہُوا۔ اور بے اختیار مُنہ سے نکل پڑا۔ کہ "آج سنسکرت ویاکرن کا سُورج است ہوگیا،،

شاستر ارتھ کانڈ

شاستر ارتھ فرخ آباد

پھرتے پھراتے اور اپنے خیالات کا پرچار کرتے سوامی جی شروع پوہ سمت ۱۹۲۵ کو فرخ آباد پہنچے۔ دھوم تو پہلے ہی مچ چکی تھی۔ سوامی جی کے آتے ہی پنڈتوں کے گھروں میں شور مچ گیا۔ سارے شہر میں سنسنی پھیل گئی۔ سوامی جی نے لیکچر دینا شروع کر دیا۔ اور کہا کہ برہمن لوگ ویدوں کے خلاف جو کچھ کہتے ہیں۔ سب بکواس ہے۔ پتھر کی مورتیاں پوجنے سے ایشور نہیں ملتا۔ نہ ویدوں میں اس کا ذکر تک ہے۔ لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ ہزاروں کو گایتری یاد کرائی۔ سینکڑوں نے سندھیا سیکھی۔ مندروں کی رونق جاتی رہی۔ پنڈتوں نے باہمی مشورہ سے ۲۵ سوالات تیار کئے اور سوامی جی سے شاستر ارتھ کی ٹھانی۔ سوامی جی نے ان سب کے ایسے معقول جوابات دیئے۔ کہ بیچارے اپنا سا منہ لے کر لوٹ گئے۔ جب مقامی پنڈت رہ گئے۔ تو میرٹھ سے پنڈت شری گوپال کو بلایا گیا۔ جو آیا تو بڑے دم خم سے۔ لیکن آتے ہی منہ کی کھانی پڑی۔ سوامی جی نے سوال کیا ــــ "مورتی پوجا کرنا کہاں لکھا ہے۔ اس کا پرمان دو"۔

پنڈت جی نے منوسمرتی ادھیائے ۲۔ شلوک ۱۷۶ کا حوالہ دیا۔ کہ "دیوتا کا پوجن کرے۔ اور سائینگ پراتہ ہون کرے۔ پوجن چونکہ پرماتما کا ہی ہو سکتا ہے اور کا نہیں۔ اس واسطے اس سے مورتی پوجا سدھ ہے"۔

سوامی جی نے جواب دیا۔ دیکھو ــــ "ارچ پوجایام" اس دھاتو سے ارچن شبد بنتا ہے جس کا ارتھ ستکار ہے۔ یہاں پوجا سے مراد اگنی ہوتر اور ودوانوں کے ستکار سے ہے۔ مورتی پوجا سے نہیں"۔

اس پر کچھ دیر تک بحث ہوتی رہی۔ پنڈت شری گوپال سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ سوامی جی کی فضیلت کا شہرہ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ اس کی خاص وجہ یہ ہوئی۔ کہ اس نے سوامی جی کے روبرو اپنی

غلطی تسلیم نہ کی۔ مگر دوسرے دن جہاں تہاں پنڈتوں سے پوچھتا پھرا۔ کہ پُوچھا شبد نپُنسک بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ مجھ سے وہاں بھول ہو گئی۔ پنڈتوں نے کہا —— نہیں وہ تو پُولنگ (مذکر) ہوتا ہے۔

اب اُس نے ایک خاص چال سے کام لینا چاہا۔ سوچا کہ اگر کاشی جا کر وہاں کے پنڈتوں کا فیصلہ لے آؤں۔ تو شہر میں میری گئی ہوئی عزت رہ جائے گی۔ چنانچہ بنارس پہنچا۔ اپنے گورو پنڈت راجارام سے کہا —— کہ دیانند نے مورتی پوجا کھنڈن سے فرخ آباد میں اودھم مچا رکھا ہے۔ مجھے کاشی سے فیصلہ لے دیجئے۔ پنڈت جی بولے —— "پہلے ایک مرتبہ دکن میں مورتی کھنڈن کا جھگڑا ہو چکا ہے۔ جس پر ہم نے کاشی کے بڑے بڑے پنڈتوں کے دستخطوں سے فیصلہ لکھا تھا۔ اسی کی نقل لے جاؤ۔ چنانچہ نقل اُتار لی گئی۔ اور شری گوپال نے بہت سا روپیہ خرچ کر کے کاشی کے پنڈتوں سے دستخط کرائے۔ یہ فیصلہ لا کر وہ پھولا نہیں سماتا تھا۔ جوالا پرشاد کانیہ کبج براہمن ناکشٹی کو جو اول درجہ کا شرابی تھا۔ اپنے ساتھ ملا کر اس نے ۲۲ مئی ۱۸۷۱ء سنیچر کے روز اشتہار لگوا کر شہر میں چسپاں کرا دیئے۔ کہ میں اور جوالا پرشاد سوامی جی کے ساتھ شاستر ارتھ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ سوامی جی نے وہ نقل منگوا کر پڑھی تو ہنس پڑے۔ بولے "کاشی والوں کی لیاقت دیکھ لی" پنڈت شری گوپال نے سوامی جی کے ڈیرے کے پاس گنگا کے کنارے میدان میں ایک بانس کھڑا کر کے اس پر اس فیصلہ کو لٹکا دیا۔ ہزاروں آدمی جمع ہو گئے۔ لوگوں نے سوامی جی کو اطلاع دی تو بولے —— "جس شخص کو مذکر اور مؤنث کا بھی پتہ نہیں، اُس کے ساتھ شاستر ارتھ کیا کروں۔ وہ محض دنگہ فساد کرنا چاہتا ہے" پھر لوگوں نے پنڈت جی کو اُوپر آ کر مباحثہ کے لئے زور دیا مگر وہ نہ آیا۔ بولا —— "اگر میں اُدھر جاؤں گا۔ تو میں ہار جاؤں گا۔ اور اگر سوامی جی نیچے آئیں گے۔ تو وہ ہار جائیں گے" اتنے میں کلکٹر صاحب نے اس ہنگامہ کی اطلاع پا کر کوتوال کو بھیجا۔ جس نے پنڈت جی کو دھمکایا۔ اور ہجوم کو منتشر کر دیا۔

شری گوپال اور کاشی کا فیصلہ بے اثر ثابت ہوا۔ تو لالہ دیبی داس وغیرہ کچھ آدمی ہلدھر اوجھا کو کان پور سے بلا لائے۔ یہ شخص براہمن سنسکرت کا بڑا عالم و فاضل تھا۔ ہلدھر کے آنے پہ لوگوں نے مشہور کر دیا کہ کوئی شرط باندھے۔ تو سوامی جی سے ہلدھر کا شاستر ارتھ کرائیں۔ لالہ جگن ناتھ نے لالہ دیبی داس کو ڈھائی ہزار روپیہ بھیجا۔ کہ اتنے ہی اور ملا کر کسی ساہوکار کے پاس جمع کرا دو۔ ہلدھر جیتے تو تم لے لینا۔ اور سوامی جیتے۔ تو ہم لے لیں گے۔ تب دیبی داس نے کہلا بھیجا۔ کہ روپیہ کی کچھ بات

نہیں۔ میں نے محض بات چیت کے لئے ہلدھر کو بلایا ہے۔ وہ اتفاق سے کان پور آئے ہی ہوئے تھے
اس کے بعد ایک دن کئی آدمی ہلدھر کو ساتھ لے سوامی جی کے پاس آئے بحث مورتی پر شروع ہوئی۔
مگر ہلدھر نا ترک مت کا تھا۔ اور وہ شراب استعمال کرتا تھا۔ اس لئے وہ اُسے سدھ کرنے لگ گیا۔ سوامی
جی نے بڑے زور سے بار بار اُسے کہا۔ کہ پرکرن سے باہر نہ جاؤ۔ تب وہ پرکرن شبد کی بحث لے بیٹھا۔ پھر
بحث چلی۔ کہ سمرتھ کس کو کہتے ہیں اور اسمرتھ کس کو؟ سوامی جی نے مہابھاشیہ کا واکیہ بول کر اُتر دیا۔ ہلدھر
نے کہا۔ یہ مہابھاشیہ میں ہی نہیں۔ سوامی جی نے فوراً کتاب منگا کر شلوک دکھا دیا۔ تب لاجواب ہو
کر کہنے لگا۔ مہابھاشیہ کار بھی پنڈت ہے۔ اور میں بھی پنڈت ہوں۔ میں کیا اس سے کم ہوں۔ سوامی
جی نے کہا۔ تم اُس کے بال برابر بھی نہیں۔ اگر ہو تو کہو قلم سنگیا کس کی ہے۔ ہلدھر جواب نہ دے سکا
ہلدھر کی ودیا کا تو سب کو پتہ لگ گیا۔ ایک بجے رات تک ویاکرن پر بات ہوتی رہی۔ آخر قرار پایا کہ
سمرتھا پد ودھی والا سوتر اگر سب جگہ لگے۔ تو ہلدھر ہارا۔ اور ایک جگہ لگے۔ تو سوامی جی ہارے۔

دوسرے روز رات کے وقت بڑی اچھی طرح مباحثہ ہوا۔ سوامی جی نے کل والا اقرار تسلیم
کرا لیا۔ اور مہابھاشیہ کھول کر اس سوتر کو سب جگہ لگا کر دکھا دیا۔ پنڈت لوگ اور بات کرنے لگے۔
مگر سوامی جی نے کہا۔ پہلے جس بات پر مباحثہ ہے۔ اُس کا فیصلہ کرو۔ کہ کون ہارا۔ مگر لالہ جگن ناتھ
نے کہا۔ جو بات ہو سچ سچ کہہ دیجیے۔ تب سب نے کہا۔ کہ کل کے فیصلہ کے مطابق تو آج ہلدھر کی
بات غلط ثابت ہوئی۔ یہ سنتے ہی ہلدھر پر سکتہ کی سی حالت ہو گئی۔ اور وہ غم سے گرنے لگا۔ ساتھی اُسے
اُٹھا کر مکان پر لے گئے۔

مندر کی بجائے پاٹھ شالہ

فرخ آباد میں لالہ بنسی لال جی رئیس ایک مندر بنا کر اس میں شیو لنگ ستھاپت کرنا چاہتے تھے۔
مگر سوامی جی کا کھنڈن سن کر اور شری گوپال اور ہلدھر اوجھا کی حالت دیکھ کر دبدھے میں پڑ گئے۔ پھر
جب کاشی والے فیصلہ کا سوامی جی نے جواب دیا۔ تب تو وہ گمراہی سے بچ ہی گئے۔ اور اپنے گورو
پیتمبر کو اس امر کے قطعی فیصلہ کے لئے بنارس بھیجا۔ بعد پوری تحقیقات کے اُنہوں نے آ کر یہ
سنایا۔ کہ مورتی پوجا لوک چال ہے۔ وید میں نہیں۔ تب لالہ جی گورو سمیت سوامی جی کے پاس پہنچے
اور شنکا نوارن کر جب پوری تسلی ہو گئی۔ تو مورتی پوجا تیاگ دی۔ چنانچہ ایک دن پجاری نے آ کر

کہا کہ ٹھاکر جی کے کپڑے نہیں ہیں۔ سیٹھ جی بولے چلے جاؤ۔ ہمارے ٹھاکر جی کو جاڑا نہیں لگتا۔ اس کے علاوہ جہاں شیولنگ ستھاپن کرنا تھا۔ وہاں سوامی جی کی آگیا انوسار ویدک پاٹھشالہ دھوم دھام سے قائم کی ۔

سہارن پور میں

فرخ آباد سے سوامی جی جلال آباد، قنوج، بھٹورا اور مدار پور ہوتے ہوئے سمت ۱۹۲۶ کے موسم برسات میں کان پور پہنچے۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر آناً فاناً شہر میں پھیل گئی۔ یہاں آتے ہی آپ نے سنسکرت میں ایک اشتہار دیا۔ جس میں ویدوں، اُپ ویدوں، ویدانگوں اور اُپ نشدوں۔ الغرض کل ۲۱ شاستروں کے مضامین کا ذکر کر کے انہیں قابلِ تسلیم کتب قرار دیا۔ اور ساتھ ہی لکھ دیا۔ کہ ان میں وید کے خلاف جو بات ہوگی۔ اسے نہیں مانا جائے گا۔ علاوہ ازیں آٹھ گپوں اور آٹھ سچائیوں کا بھی ذکر تھا۔

آٹھ گپیں (۱) آدمیوں کے تصنیف کردہ پوران اتہاسادی گرنتھ۔ (۲) دیوتا کی بھاونا کر کے پتھر وغیرہ کی پوجا کرنا۔ (۳) شیو، شاکت، ویشنو، گانپت وغیرہ فرقے۔ (۴) تنتر گرنتھوں میں بیان کردہ وام مارگ۔ (۵) بھانگ وغیرہ منشی اشیاء کا استعمال۔ (۶) دوسرے کی عورت کے ساتھ وبھچار کرنا۔ (۷) چوری کرنا۔ (۸) دغا، غرور، جھوٹ بولنا ——— ان آٹھ گپوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔

آٹھ سچائیاں —(۱) پرمیشور اور رشیوں کے بنائے ہوئے وید مظہرِ صداقت ہیں۔ (۲) برہمچریہ آشرم میں گورو کی سیوا اور دھرم پر چلتے ہوئے ودیا پراپت کرنی چاہیے۔ (۳) ویدوں کے مطابق جو ورن آشرم ہے۔ اس کے مطابق دھرم کرم، سندھیا، اگنی ہوتر کرنا چاہیے۔ (۴) شاستروں کے مطابق بیاہ کرنا۔ پانچ مہایگیوں کا انوشٹھان۔ رتوکال میں اپنی استری سے صحبت کرنا۔ شرتی اور سمرتی کے مطابق چال چلن رکھنا چاہیے۔ (۵) شم، دم، یم وغیرہ سے لے کر سمادھی تک اپاسنا کا کرنا۔ اور ست سنگ سے بان پرستھ آشرم کا انوشٹھان کرنا چاہیے۔ (۶) وچار، گیان، ویراگ، علم حاصل کرنا اور سنیاس آشرم گرہن کر کے سب کرموں میں پھل کی خواہش نہ رکھنی چاہیے۔ (۷) جنم، مرن، خوشی، رنج، کام، کرودھ، لوبھ، موہ، اہنکار ——— یہ سب ہانی کارک ہیں۔ ان سب کو تیاگ دینا چاہیے۔ (۸) اودیا (جہالت) اسمتا (غیر مساوات) حسد و بغض اور پنچ مہابھوتوں (پانچوں عناصر) سے پرے ہو کر موکش اور آنند کو حاصل کرنا ——— ان آٹھ سچائیوں کو گرہن کرنا چاہیے۔ دستخط

(دیانند سرسوتی جگیاسو)

اس اشتہار کا نکلنا تھا۔ کہ شہر میں کہرام مچ گیا۔ جگیاسو لوگوں کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ مگر پاکھنڈیوں کو بھانڈا پھوٹ جانے کا فکر ستانے لگا۔ انہوں نے سوامی جی کے متعلق طرح طرح کی افواہیں اڑانی شروع کر دیں۔ سب سے زیادہ مخالفت پنڈت ہیمانند سرسوتی نے کی۔ یہ مہاشہ ویدانتی تھے۔ انہوں نے مشہور کر دیا۔ کہ سوامی دیانند ناستک ہیں، عیسائی ہیں۔ اور انگریزوں نے انہیں لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے مقرر کیا ہے۔ لہٰذا کسی کو ان کے پاس نہ جانا چاہیے۔ ورنہ وہ دھرم سے بھرشٹ ہو جائے گا۔ جن پر انہوں نے سوامی جی کا اُپدیش سُنا تھا۔ انہیں کہنے لگا ــــ تم نے سوامی دیانند کے اُپدیشوں میں اپنے دیوتاؤں کی بڑی نندا سنی ہے۔ جس کا پاپ تمہارے اوپر چڑھ رہا ہے۔ تم فوراً پراشچت کرا کر شدھ ہو جاؤ۔ ورنہ تمہیں طرح طرح کی آفتوں کا سامنا کرنا پڑیگا" اس طرح ڈرا دھمکا کر وہ ۲۰-۲۵ آدمیوں کو گنگا پر لے گیا۔ اور سنان کرا کر گئو کا گوبر کھلا کر پراشچت کرایا۔ بعد ازاں ایک اشتہار کے ذریعے لوگوں کو مطلع کیا۔ کہ جو براہمن سوامی دیانند کے لیکچروں میں شامل ہوگا۔ وہ پتت سمجھا جائے گا۔ مگر ویدک دھرم کے پیاسے کب ان گیدڑ بھبکیوں سے ڈر سکتے تھے۔ سوامی جی کے ویاکھیانوں میں ہزاروں کی حاضری ہوتی تھی۔ ایک روز لیکچر کے دوران میں سوامی جی نے کہا۔ کہ بھلا اس طرح کی فضول باتوں سے کیا فائدہ ہوگا۔ وِدیا بل ہے تو سامنے آؤ۔ مگر کون آتا؟ ہاں وہ دوسروں کو مباحثہ کی ترغیب دیتا رہا۔ مگر کسی کو سامنے آنے کا حوصلہ نہ ہوتا تھا۔ تھے ہیں ایک روز یہاں کے سیٹھ پراگ نارائن و گور پرشاد شکل سوامی جی کو ملنے آئے۔ سوامی جی نے نصیحت کی۔ کہ آپ نے کیلاش اور بیکنٹھ کے دو مندر بنوا کر لاکھوں روپیہ کیوں ضائع کیا۔ کاش اگر آپ روپیہ کو ودیا پرچار میں لگاتے۔ یا اناتھ بچّوں کی پرورش پر خرچ کرتے۔ یہ رئیس جو خوشامد کی باتیں سننے کے عادی تھے۔ کچھ ناراض ہو گئے۔ اور دونوں نے صلاح کر کے نگمنتی نارائن شاستری کو بیتھور سے بلایا۔ اِدھر سے ہیمانند وغیرہ نے ہلدھر اوجھا کو جو فرخ آباد میں ایک مرتبہ پہلے شکست کھا چکا تھا تیار کیا۔ ۳۱ جولائی ۱۸۶۹ء کو بڑا بھاری شاستراَرتھ ہوا۔ ۲۰-۲۵ ہزار کے قریب حاضری تھی۔ تمام معززین و رؤسا کے علاوہ منصف، وکیل وغیرہ بھی شامل تھے۔ مسٹر ڈبلیو تھین صاحب اسسٹنٹ کلکٹر کانپور۔ جو زبان سنسکرت میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ اس شاستراَرتھ کے منصف قرار پائے۔ یہ مضمون مورتی پوجا تھا۔ اور شاستراَرتھ سنسکرت زبان

میں ہوا ؛

پنڈت ہلدھر نے مہا بھارت کا شلوک پڑھا۔ کہ دیکھو بھیل نے درونا چاریہ کی مورتی سامنے رکھ کر دھنش وِدّیا سیکھی۔ سوامی جی نے کہا —— ہاں، یہ صحیح ہے۔ مگر اس سے مورتی پوجا کی آگیا کہاں ملتی ہے ؟ اِس میں تو صاف لکھا ہے۔ کہ ایک بھیل نے ویسا ہی کیا۔ جیسا کہ اگیانی لوگ اب بھی کرتے ہیں۔ وہ کوئی رشی منی تو تھا نہیں۔ کہ اُس کی تقلید کی جائے۔ پھر اُسے کسی نے اُپدیش بھی تو نہیں دیا تھا اب رہی یہ بات کہ اُسے ایسا کرنے سے دھنر وِدّیا آ گئی ! تو اس کا باعث درونا چاریہ کی وہ مورتی نہیں تھی۔ بلکہ اُس کے ابھیاس کا پھل تھا ! جیسا کہ انگریز لوگ چاند ماری کے ذریعے سیکھتے ہیں، وہ کوئی مورتی نہیں بناتے ! آپ وید کی آگیا بتائیں۔ جو پرمان آپ نے دیا۔ اس سے آگیا نہیں پائی جاتی ؛

اِس پر اوجھا جی سے کچھ نہ بن پڑا۔ کچھ دیر چپ رہ کر پھر دوسرا سوال کیا —— وید میں مورتی پوجا کی آگیا نہیں تو سوامی جی بتائیں۔ کہ اس کی تردید وید میں کہاں لکھی ہے۔ سوامی جی نے جواب دیا۔ کہ —— اگر کوئی مالک نوکر کو کہے۔ کہ تو سیدھا پچھم کو چلا جا۔ تو خود بخود باقی تینوں دِشاؤں کی تردید ہو گئی۔ پس جو مناسب تھا۔ وید نے اُس کی آگیا دی۔ اور جس کی آگیا نہیں دی۔ وہ تردید ہے۔ اس کا جواب بھی اوجھا جی کچھ نہ دے سکے۔ اور لگے اِدھر اُدھر ہاتھ مارنے۔ اس پر مسٹر تھبین صدر نے سوامی جی سے پوچھا —— "آپ کس کو مانتے ہیں؟" سوامی جی نے کہا —— ایک ایشور کو، اس پر صاحب بہادر نے "ٹھیک بات ہے" کہکر چھڑی اور ٹوپی اُٹھائی۔ اور سوامی جی کو سلام کر کے چل دیئے ؛

صدر کے اٹھتے ہی پریاگ نارائن تیواڑی نے عجیب کارسازی کی۔ مٹھی بھر ٹکے ہلدھر کے سر سے لٹائے۔ اور شور مچا دیا۔ کہ پنڈت صاحب شاستر ارتھ میں جیت گئے۔ اور سوامی جی ہار گئے ؛

دوسرے دن لالہ گور پرشاد کو، جو اُن کے کرایہ دار تھے، وبا کر ۳۰ اگست کے اخبار شعا طور میں خلاف واقعہ بیان لکھ کر ہلدھر کی جیت چھپوائی۔ لوگوں نے وہ پرچہ سوامی جی کو سنایا۔ کہ دیکھئے کیا جھوٹ لکھا ہے۔ سوامی بولے —— "لکھنے دو۔ ہمیں اس میں کچھ خوشی یا افسوس نہیں۔ شاستر ارتھ میں ہار جیت ماننا بیوقوفوں کا کام ہے۔ لیکن آپ کے بھگتوں کو اس مضمون کو خلاف واقعات دیکھ کر کب چین آتا تھا۔ سب مل کر مسٹر تھبین صاحب کے پاس گئے۔ اور سارا مضمون سُنا کر اس بارہ میں فیصلہ

طلب کیا۔ صاحب بہادر نے انگریزی میں مندرجہ ذیل چٹھی لکھدی :-

GENTLEMEN!

AT THE TIME IN QUESTION I DECIDED IN FAVOUR OF DAYA-NANDA SARASWATI FAKIR AND I BELIEVE HIS ARGUMENTS ARE IN ACCORDANCE WITH THE VEDAS. I THINK HE WON THE DAY. IF YOU WISH IT, I WILL GIVE YOU MY REASONS FOR MY DECISION IN A FEW DAYS.

YOURS OBEDIENTLY

CAWNPORE. (S.D) W. THAINE

ترجمہ "صاحبان! مباحثہ کے وقت میں نے سوامی دیانند سرسوتی فقیر کے حق میں فیصلہ دیا۔ اور میرا یقین ہے۔ کہ اُن کی دلائل ویدوں کے مطابق ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اُنہوں نے اس روز فتح پائی۔ اگر آپ چاہیں۔ تو میں اپنے فیصلہ کی بابت چند دنوں میں اپنی دلائل بھی دے دونگا"

(دستخط) ڈبلیو تھین ٭

کچھ تو شاسترارتھ سن کر ہی لوگوں نے مورتی پوجا سے دل پھیر لیا تھا۔ رہی سہی کسر مسٹر تھین کی چٹھی نے، جو اسی اخبار "شعلہ طور" میں شائع ہوئی، پوری کردی۔ مورتیاں دھڑا دھڑ گنگا میں پھینکی جانے لگیں۔ شہر میں کہرام مچ گیا۔ آخر کار اودھا جی نے شہر میں منادی کرائی۔ اور جابجا اشتہار چسپاں کرا دئے۔ کہ لوگو! مورتیاں گنگا میں بے ادبی سے مت پھینکو۔ پاپ لگیگا۔ جسے مورتی کو پھینکنا ہی ہو۔ وہ پریاگ نارائن کے مندر میں پہنچا دیں۔ اتنا بھی نہ کرسکیں۔ تو ہمیں اطلاع کردیں۔ ہم خود اُٹھوا لایا کریں گے ٭

کاشی پر چڑھائی

سوامی جی نے سن رکھا تھا۔ کہ کاشی ہندوؤں کا مشہور تیرتھ ہے۔ پورانک دھرم کی شکشا کا مرکز ہے یہاں کا دھارمک فتوے مستند قرار دیا جاتا ہے۔ یہاں کے پنڈت دیگر جگہوں کے پنڈتوں سے اعلیٰ تر گنے جاتے ہیں۔ اور اُن کی علمیت پر ساری مورتی پوجک دُنیا ناز کرتی ہے۔ وہاں مثل مشہور ہے "جتنے

کنکر اُتنے شنکر" ہر گلی، کوچہ، بازار، گذرگاہ حتّٰی کہ نالیوں میں شیولنگ بنوا لے بنے ہوئے ہیں۔ ناشی دنیا کا اعتقاد ہے۔ کہ خود مہادیو کاشی کے سوامی و راجہ ہیں۔ سونڈ والے گنیش شہر کے کوتوال ہیں۔ اور بھیروں وہاں بطور نگہبان کام کرتے ہیں۔ وہاں کے پنڈتوں کو بھی اپنی علمیّت کا بڑا گھمنڈ ہے غرضیکہ کاشی ہندوؤں کی دھارمک راجدھانی ہے۔ مگر جونہی کہ انہوں نے وہاں کی پنڈت منڈلی کا لکھا ہوا فتویٰ پڑھا، کاشی کے پنڈتوں کی علمیّت کا انہیں پتہ لگ گیا۔ اور انہوں نے اس کی پول کھولنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ چنانچہ ایک روز بلا اطلاع دیئے وہ کان پور سے چل دیئے۔ اور ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۶۹ء کے دن کاشی میں داخل ہوئے۔ سوامی جی کے کاشی پدھارتے ہی گویا ایک بھونچال آیا۔ کاشی اپنے مندروں اور گھنٹوں سمیت کانپ اٹھی۔ آپ نے درگا کنڈ کے اوپر آنند باغ میں ڈیرا لگایا۔ فرخ آباد اور کان پور کے شاستر ارتھوں نے پہلے ہی یہاں آپ کا نام مشہور کر رکھا تھا۔ جونہی لوگوں کو آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ملی۔ باغ میں ایک میلہ سا لگ گیا۔ سوامی جی کا ڈیرہ درگا مندر کے راستہ میں تھا۔ اس لئے درگا درشن کو جانے والے اصحاب راستے میں ہی رُک جاتے۔ اور سوامی جی کا اُپدیش سن کر عموماً آگے جانے کا ارادہ چھوڑ دیتے۔ بلکہ چت کی شانتی سے آنند پورک گھر لوٹتے۔ مندر کی آمدنی گھٹ گئی۔ چنانچہ ایک دن پجاری لوگ اکٹھے ہو کر پہنچے۔ اور پرارتھنا کی ——— "مہاراج! اب کرپا کر کے کسی اور جگہ ڈیرا لگائیے۔ ورنہ ہم بھوکوں مرنے لگیں گے"۔ سوامی جی دل میں مسکرائے۔ کہ میں کس وچار میں ہوں۔ اور یہ کیا چاہتے ہیں ؛

جب سوامی جی نے اُن کی درخواست کو رد کر دیا۔ تب وہ بہت تلملائے۔ اور سوامی جی کو نیچا دکھانے کے منصوبے باندھنے لگے۔ راجہ صاحب کو خبر دی۔ کہ ایک لنگوٹ بند سادھو کاشی میں ایسا آیا ہے۔ جو سنسکرت بولتا اور برہمن گروؤں کی نندا کرتا ہے۔ راجہ صاحب نے سوامی جی کو بلایا۔ مگر سوامی جی نہ آئے۔ آخر کار شہر کے بڑے بڑے پنڈتوں کو بلا کر کاشی نریش نے کہا ——— "سوامی دیانند مورتی پوجا کو وید ورودھ بتلاتے ہیں۔ اُن سے شاستر ارتھ کرو۔ اور ویدوں سے پرمان دکھلا کر' اس ہلچل کو جو کاشی میں مچ رہی ہے۔ شانت کرو۔ لاکھوں روپیہ یہاں مورتی پوجا میں خرچ ہو رہا ہے"۔ اس کا پرمان ضرور ملنا چاہئے"۔ پنڈتوں نے جواب دیا۔ ہم نے اور گرنتھ تو دیکھے ہوئے ہیں۔ البتہ اب وید سے کھوجنا پڑے گا۔ اس کے لئے کچھ مہلت ملنی چاہئے۔ راجہ صاحب نے پندرہ روز کی مہلت دی۔ اور شاستر ارتھ کے لئے

منگل وار ۱۶ نومبر ۱۸۶۹ء کا دن مقرر کر دیا۔۔۔۔ سوامی جی تو اس کے لیے تیار ہی تھے ؛

۱۶ نومبر کو شاستر ارتھ ہوا۔ یہ دن کاشی میں واقعی عجیب تھا۔ ساری کاشی ایک طرف، سوامی جی ایک طرف۔ سوامی جی لنگوٹ باندھے چوکی پر بیٹھے تھے۔ منظر کا نچ ایسا کہ گویا سبھا کا شرومنی یہی ہے۔ سامنے ہندوستان کے مشہور پنڈت پگڑیاں باندھے، تلک لگائے، چوغے پہنے بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے وراجمان تھے۔ کاشی کے راجہ سبھاپتی (صدر) تھے، وہ بھی مورتی پوجک اور مورتی پوجکوں کے طرفدار۔ حاضری کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ کوئی پچاس ہزار کا مجمع تھا۔ کاشی میں اس سے پہلے اتنا ہجوم کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ پولیس کا انتظام بھی خاطر خواہ تھا ؛

سوامی جی نے مہاراج سے پوچھا "آپ ویدوں کی پستک لائے ہیں یا نہیں ؟"

مہاراج نے جواب دیا "پستکوں کی کیا ضرورت ہے، وید تو ہمارے ان پنڈتوں کو زبانی یاد ہیں"۔

سوامی جی ۔۔۔۔ "خیر، وچار کس مضمون پر ہوگا ؟"

پنڈتوں نے یک زبان ہو کر کہا ۔۔۔۔ "تم مورتی کا کھنڈن کرتے ہو، ہم منڈن کریں گے"۔

سوامی جی ۔۔۔۔ آپ لوگوں میں جو مکھیا ہو، وہی مجھ سے وارتالاپ کرے۔

کوتوال اور پولیس انسپکٹر نے بھی فیصلہ کیا کہ سوامی جی سے جو چاہے، اکیلا بحث کرے۔ سب سے پہلے پنڈت تاراچرن سامنے آئے۔ سوامی جی نے پوچھا ۔۔۔۔ "آپ ویدوں کو پرمان مانتے ہیں یا نہیں ؟"

تاراچرن ۔۔۔۔ "کیوں نہیں، ضرور مانتے ہیں"۔

سوامی جی ۔۔۔۔ "تو کیا ویدوں میں مورتی پوجا کا ودھان ہے ؟ اگر ہے تو دکھلایئے۔ اور نہیں ہے تو ہار مان لیجئے" ؛

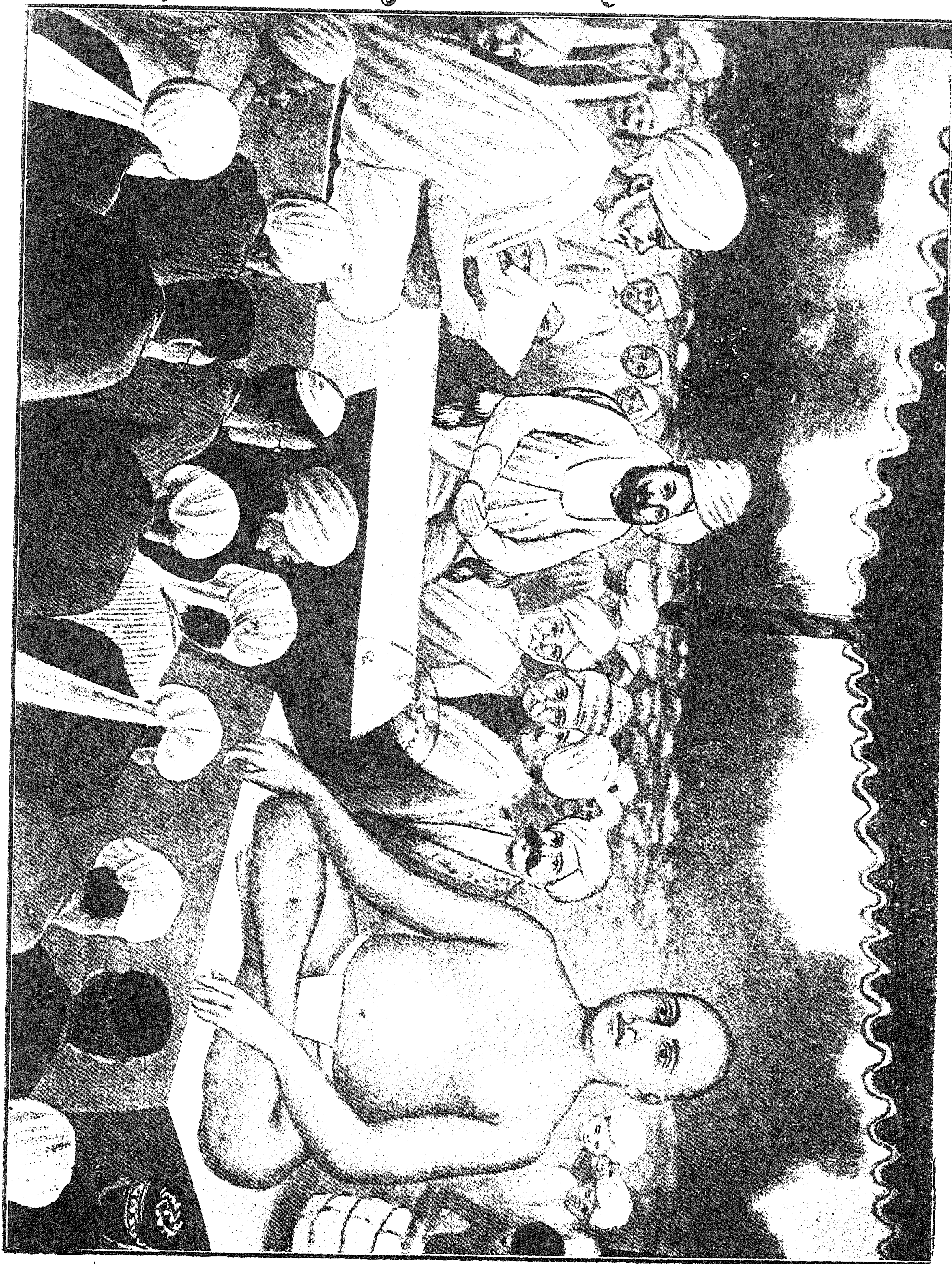
تاراچرن "ویدوں کے علاوہ آپ اور کچھ بھی مانتے ہیں ؟"

سوامی جی ۔۔۔۔ "وید مولک منوسمرتی"۔

تاراچرن "منوسمرتی کا ویدوں میں کہاں مول ہے ؟"

سوامی جی ۔ "یہ بات گرنتھ دیکھ کر بتلائی جا سکتی ہے"۔

تب وشدھانند جو پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، طیش میں آ کر بولے ۔۔۔۔ "اگر وید زبانی یاد نہیں ہیں تو کاشی میں شاستر ارتھ کرنے کیوں آئے ؟"



سوامی جی — "کیا آپ کو سب یاد ہیں؟" وشدھانند — "ہاں"
سوامی جی — "کہئے دھرم کا کیا سوروپ ہے؟" وشدھانند نے کہا — "وید پرتی پادت پھل سہت جو ارتھ ہے، وہی دھرم ہے"۔
سوامی جی — "یہ خیال تو آپ کا ہے، کسی شرتی وسمرتی کا پرمان دیجئے۔" وشدھانند جی سے جواب ٹھیک نہ پاکر سوامی جی نے لکشن پوچھے۔ وشدھانند نے کہا — "ایک ہی لکشن ہے"۔
سوامی جی — "دھرم کے دس لکشن ہیں۔ آپ ایک کیسے کہتے ہیں"۔
وشدھانند — "وہ دس کون کون سے لکشن ہیں؟" سوامی جی نے منوسمرتی کا شلوک پڑھکر سُنایا۔

اِس پر بال شاستری آگے بڑھے، بولے "ہم نے سب دھرم شاستر دیکھے ہیں، ہم سے پرشن کریں"۔ سوامی جی نے کہا — "اچھا آپ ادھرم کا لکشن کہئے"۔ اِس پر کوئی جواب نہ ملا۔ اپنے مکھیا سپہ سالاروں کے پاؤں اُکھڑتے دیکھ سارے پنڈت یکبارگی چلّا کر پوچھنے لگے — "بتاؤ، وید میں جو پرتما شبد آیا ہے۔ اس سے مورتی پوجا سدھ نہیں ہوتی؟" سوامی جی نے جواب دیا کہ — "اگر اس کا صحیح ارتھ کیا جائے۔ تو اِس سے مورتی پوجا ثابت نہیں ہوتی"۔ بعد ازاں آپ نے یجروید کے ۳۲ ویں ادھیائے کے تیسرے منتر کو پڑھکر بتلایا۔ کہ اِس میں مورتی پوجا کا ودھان کہیں بھی نہیں ہے۔ اِس پر سب خاموش ہو گئے۔

اس وقت چونکہ اندھیرا ہو چلا تھا۔ چار گھنٹے تک سب کے مباحثہ کرتے کرتے اوسان باختہ ہو گئے ہر ایک باری باری اپنی زور آزمائی کر کے شکست کھا چکا۔ تمام کو خطرہ پڑ رہا تھا کہ بس اب ساری کاشی کی ناک کٹی۔ بچاؤ کے لئے تدبیر نکالی جا رہی تھی۔ مادھوآچاریہ نے دو پھٹے پرانے ورق وید کے نام سے پیش کر کے کہا۔ کہ یگیہ سماپت ہونے پر یجمان دسویں دِن پرانوں کا پاٹھ سُنے، ایسا لکھا ہے"۔ سوامی جی نے کہا — "ذرا پڑھکر سُناؤ تو دو چار ہو جائے"۔

وشدھانند نے ورق اُٹھا کر سوامی جی کی طرف کر کے کہا — "آپ ہی پڑھیں"۔

سوامی جی — "آپ ہی اس کا پاٹھ کیجئے" یہ کہکر ورق لوٹا دیے۔ مگر وشدھانند نے جواب دیا — "میں بغیر عینک کے پڑھ نہیں سکتا۔ آپ ہی پڑھ لیں" یہ کہکر ورق سوامی جی کے ہاتھ میں دیدیے۔

سوامی جی پڑھنے لگے۔ اندھیرا بہت تھا۔ لالٹین منگائی گئی۔ مگر اس کی روشنی بہت مدھم تھی۔ کچھ

لالٹین دکھانے والے سے بھی چالاکی کروائی گئی۔ اُس نے ٹکا کر ایک طرح پکڑی ہی نہیں۔ تو بھی سوامی جی پنڑے کو دیکھنے لگے۔ اور ابھی وہ بولنے ہی لگے تھے۔ کہ وشدھانند نے چالاکی سے کہا۔ "اب سندھیا سمے ہو گیا ہے۔ وقت بھی کافی ہو چکا ہے۔ انہیں زیادہ تکلیف نہیں دینی چاہیئے" یہ کہہ کر مخول کے طور پر سوامی جی کی پیٹھ پر تھاپی ماری اور بولے ــــ "اب بیٹھئے، جو ہونا تھا ہو چکا" ساتھ ہی راجہ صاحب کو اشارہ کیا۔ کہ چلنا چاہیئے۔ وہاں کیا دیر تھی۔ جھٹ راجہ صاحب نے تالی بجائی۔ تمام لوگوں نے شور برپا کیا کہ سوامی دیانند شاستر ارتھ میں ہار گئے۔ غنڈوں نے سوامی جی پر اینٹوں، کنکروں، گوبر، پرانے جوتوں وغیرہ کی بارش کر دی۔ بدمعاش لوگ بے عزتی کرنے پر تُل گئے۔ لیکن تھانیدار اور کوتوال صاحب نے خوب انتظام کیا۔ سوامی جی کو ایک کوٹھڑی میں محفوظ بٹھا کر پولیس نے بدمعاشوں کو ڈنڈوں سے پیٹا۔ اور مجمع کو منتشر کیا۔ کوتوال نے راجہ صاحب سے کہا۔ آپ نے جو تالی بجائی، یہ بہت برا کام کیا۔ راجہ صاحب بولے ــــــ آپ بھی مورتی پوجک ہیں۔ اور ہم بھی۔ اپنے حریف کو جس طرح بھی ہو شکست دینا جائز ہے ۔

اِس طرح کاشی کا مشہور شاستر ارتھ ختم ہوا۔ سمجھنے والے سمجھ گئے۔ کہ کاشی کے پنڈتوں کی علمیت کتنی ہے۔ سوامی جی اُس کے بعد وہاں اڑھائی مہینے تک ٹھہرے رہے۔ اور بار بار شاستر ارتھ کے لئے پنڈتوں کو للکارتے رہے۔ مگر کسی کو بھی سامنے آنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ ہوتا بھی کیسے، وہ تو پہلے ہی مشکل سے بچ کر نکلے تھے ۔

کاشی کے پنڈتوں نے تاب مقابلہ نہ دیکھ کر آپ کو زہر دینے کی ٹھانی۔ چنانچہ ایک شخص آپ کے واسطے کھانا لایا۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ میں کھانا کھا چکا ہوں۔ اِس پر اُس شخص نے پان کا بیڑا آپ کی نذر کیا۔ آپ نے ہاتھ میں لے کر جونہی اُسے کھولا۔ وہ شخص بھاگ گیا۔ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اس پر زہر لگایا گیا تھا۔ اور شفاخانہ میں بھیج کر اِس کی تصدیق بھی ہو گئی ۔

اخبارات نے کیا لکھا

کاشی شاستر ارتھ پر ہندوستان بھر کے اخبارات نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ "تتو بودھن" نام کے بنگالی رسالہ نے لکھا:۔ "سوامی دیانند سرسوتی کو کوئی بھی کاشی کا پنڈت وید سے مورتی پوجا سدھ نہ کر سکا۔ اِس لئے سوامی جی کو سب سے بڑا ویدوں کا پنڈت جاننا چاہیئے"۔

"صحیفۂ عالم" میرٹھ مورخہ ۲ دسمبر ۱۸۶۹ء میں شائع ہوا۔ کہ ــــ "سوامی دیانند اور کاشی کے پنڈتوں کے شاستر ارتھ میں کاشی کے راجہ بھی موجود تھے۔ سوامی دیانند نے ہر ایک پنڈت کے سوال کا جواب پورا دیا۔ جس پر بھی پنڈت لوگ دشمنی سے تالی بجاتے اور "سناتن دھرم کی جے" کہتے چلے گئے۔

روہیلکھنڈ سماچار نے اپنے نومبر ۱۸۶۹ء کے پرچہ میں لکھا "سوامی دیانند سرسوتی نے جن کا کانپور کے پنڈتوں سے شاستر ارتھ ہو چکا ہے۔ کاشی کے پنڈتوں کو بھی جیت لیا۔ مگر ان پنڈتوں نے اُلٹی اپنی جیت مشہور کر دی"۔

"گیان پردائنی پترکا" بابت ماہ نومبر:ــــ "کاشی شاستر ارتھ میں فضول کی باتیں بہت ہوئیں۔ مگر اس میں شک نہیں ہے۔ کہ مورتی پوجا کو پنڈت لوگ ویدوں سے سدھ نہیں کر سکے۔ کیونکہ مورتی پوجا وغیرہ کا ودھان پرانوں کے وقت سے جاری ہوا ہے۔ اور جس طرح ویدی، دیوتا، اوتار کی پوجا پھول چندن وغیرہ سے ہوتی ہے۔ اس کا ویدوں میں ذکر تک نہیں۔ اس لئے اس بارے میں سوامی دیانند کا کہنا بالکل درست ہے"۔

"ہندو پیٹریٹ" مطبوعہ ۱۷ جنوری ۱۸۷۰ء:ــــ "ہندوؤں کی مورتی پوجا اور تعصّب کا مضبوط قلعہ جو ہندوؤں کی معتقدات کے مطابق شوجی کے ترشول پر کھڑا ہے۔ آج تک کسی کے مخالف اثر سے نہیں ڈگمگایا تھا۔ مگر اب گجرات سے ایک رشی کے ظاہر ہونے سے بنیاد سے ہل گیا ہے۔ ان کا نام رشی دیانند سرسوتی ہے۔ وہ پنڈتوں کے موجودہ طریقۂ عبادت کو مٹانے کی غرض سے آئے ہیں۔ اور ویدوں کو ہی قابلِ پرمان مانتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ان پرانوں کو جہالت کے دنوں میں لوبھی براہمنوں نے اپنی خود غرضی کے لئے گھڑا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ وید ہرگز مورتی پوجا کی تعلیم نہیں دیتے"۔

چند روز ہوئے رام نگر کے مہاراجہ نے کاشی کے چیدہ چیدہ پنڈتوں کی سبھا بلا کر سوامی دیانند سرسوتی سے شاستر ارتھ کرایا۔ جس میں پنڈتوں کو منہ کی کھانی پڑی۔ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ باقاعدہ شاستر ارتھ کرنے سے سوامی دیانند پر غالب آنا ناممکن ہے۔ تو انہوں نے فریب سے کام لینا چاہا۔ رشی کے ہاتھ میں پورانوں کا ایک ورق، جس میں مورتی پوجا کا ذکر تھا۔ دیکر کہا۔ کہ یہ ویدوں کے منتر ہیں۔ جب وہ ان کا مطالعہ کرنے لگے۔ تب پنڈتوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیا۔ "اور سناتن دھرم کی جے" کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے"۔

پریاگ کنبھ

کاشی میں سوامی جی چند روز ٹھہر کر جنوری ۱۸۷۰ء کو پریاگ کنبھ کے میلے پر پدھارے۔ آپ کے آنے کی خبر پاکر سنیاسی، اور پنڈت لوگ آپ کے درشنوں کو آنے لگے۔ خوب دھرم چرچا ہوتی رہی۔ مگر کوئی خاص شاستر ارتھ نہیں ہوا۔ جس کا ذکر کیا جائے۔ ہاں مختلف سمپردایوں کے لوگوں سے وقتاً فوقتاً دھرم سمبندھی وارتالاپ ہوتا رہا۔

ایک دفعہ وہاں نے آچاریوں کو اپدیش کر رہے تھے۔ کہ ماتھے کو تلک وغیرہ سے سجانے کی نسبت یوگ ابھیاس کے ذریعہ اپنی آتما کی اُنتی کیا کرو، کیونکہ بیرونی آڈمبر رچانا سادھوؤں کا کام نہیں ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ آریہ ورت جیسے پوتر دیش میں انسانوں کی رغبت تلک وغیرہ لگانے میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور یوگ ابھیاس کی جانب کوئی دھیان ہی نہیں دیتا۔ مورکھ لوگ جتنا وقت اِن کاموں کے کرنے میں ضائع کرتے ہیں۔ اگر اُسی وقت میں گایتری کا جاپ کر لیا کریں۔ تو دونوں جہانوں کا آنند حاصل کر سکتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ اس سچے اُپدیش سے لابھ اُٹھاتے، اُن میں سے ایک نے جواب دیا —"اگر آپ ہمارے ملک میں ہوتے۔ تو آپ کو زندہ ہی زمین میں گاڑ دیا جاتا" آپ اس جواب پر ہنس پڑے۔ اور مورتی پوجا کا زور سے کھنڈن کرنے لگے۔

زہریلی مٹھائی

ایک دن پریاگ میں رائے بہادر پنڈت سُندر لال دوستوں کے ساتھ سوامی جی کے پاس گئے۔ آپ اِس وقت دھیان میں محو تھے۔ اِس لئے وہ سب چپ چاپ بیٹھے رہے۔ کوئی آدھ گھنٹے کے بعد سوامی جی اندر سے باہر آئے۔ اُن سب سجنوں نے جُھک کر پرنام کیا۔ اس وقت سوامی جی آپ ہی آپ ہنس رہے تھے۔ پنڈت سُندر لال جی نے پُوچھا —"آپ کس بات سے ہنس رہے ہیں"؟ سوامی جی نے جواب دیا — ایک آدمی میری طرف چلا آتا ہے۔ کچھ دیر ٹھہر جائیے۔ اُس کے آنے پر آپ کو ایک تماشا دکھائی دے گا۔

اس بات کے آدھ گھڑی بعد ایک برہمن مٹھائی لئے آپہنچا۔ اُس نے سوامی جی کو نمسکار کر کے مٹھائی نذر کی۔ اور کہا آپ کے لئے یہ بھینٹ لایا ہوں — سوامی جی نے کہا — لو تھوڑی سی مٹھائی تم بھی کھاؤ۔ لیکن اُس نے نہ لی۔ تب آپ نے اُسے ڈانٹ کر کہا، لیتے کیوں نہیں؟ وہ کانپنے لگا۔ مگر

دیانند چترا ولی



سوامی جی کے ہاتھوں پہلی شدھی



بھارت کی کنگالی پر دیانند کے آنسو

مٹھائی پھر بھی نہ لی۔ تب سوامی جی نے کہا —— دیکھو، یہ شخص ہمارے لئے مٹھائی میں زہر ملا کر لایا ہے۔
رائے بہادر نے ایک آدمی کو کہا کہ جا پولیس کو بلا لا۔ سوامی جی نے روکا۔ اور کہا —— دیکھو یہ اپنے
پاپ کے سبب کانپ رہا ہے۔ بس اس کے لئے اتنی سزا ہی کافی ہے۔ پولیس نہ بلوائیے۔ اس برہمن
کو ہر طرح سے سمجھا کر سوامی جی نے رخصت کر دیا۔ رائے صاحب نے تھوڑی سی مٹھائی کتے کو ڈالی۔
وہ کھاتے ہی جھٹ پٹا کر مر گیا ؏

بھارت کی کنگالی پر آنسو!

پریاگ میں ایک دن سوامی جی گنگا کے کنارے بیٹھے قدرت کی خوبصورتی کا نظارہ دیکھ رہے
تھے۔ کہ ایک عورت مرا ہوا بچہ لئے گنگا میں اتری۔ گہرے پانی میں جا کر اس نے بچے کے جسم پر لپٹا ہوا
کپڑا اتار لیا۔ اور ایک آہ مار کر لاش کو پانی میں بہا دیا۔ سوامی جی مہاراج اس وقت اپنے دل کو
نہ تھام سکے۔ جب دیکھا۔ کہ وہ عورت کفن کو دھو کر ہوا میں سکھاتی ہوئی اور روتی ہوئی گھر کو جا رہی
ہے، تو انہیں اور بھی دکھ ہوا۔ دل سے کہا —— آج بھارت اتنا کنگال ہو گیا ہے۔ کہ ماں اپنے
جگر کے ٹکڑے کو دریا میں بہا چلی ہے! مگر کفن اس لئے نہیں بہایا۔ کہ کپڑے کا ملنا مشکل ہے۔
اس سے زیادہ ملک کی بے بسی کی مثال اور کیا ہو گی۔ عہد کیا۔ کہ بھارت کے دکھوں کو دور کرنے
کے لئے سر توڑ کوشش کروں گا ؏

پریاگ کا کنبھ ختم کر کے سوامی جی آرہ ہوتے ہوئے پٹنہ پہنچے۔ اور پرچار کی جھڑی
لگا دی۔ ایک دن یہاں کے مشہور پنڈت رام جیون بھٹ شاستر ارتھ کے لئے گئے۔ مگر لاجواب ہو کر اپنا
سا منہ لئے واپس چلے آئے۔ اسی دن سوامی جی نے گرڑ پوران کا خوب اچھی طرح کھنڈن کیا۔ اور درگا
پاٹھ کی بھی پول کھولی۔ درگا پاٹھ کو آپ مرغا پاٹھ کہا کرتے تھے۔ سوامی جی کے اپدیشوں کا اتنا اثر ہوا کہ پٹنہ
کالج کے پنڈت رام لال جی نے سالگرام کی مورتیاں گنگا میں بہا دیں ؏

اسی طرح ایک دن ترہت کے رہنے والے ایک پنڈت سوامی جی کے پاس جا کر شاستر ارتھ کرنے
لگے۔ اور اپنے سوال کی تائید میں بھاگوت کا پرمان دیا۔ اس پر سوامی جی نے اس کا کھنڈن کیا۔ اس پر پورانک
پنڈت نے کہا۔ کہ اب ہم کو کوئی ایسا ودوان دکھائی نہیں پڑتا۔ جو ۱۸ ہزار شلوک بنا کر دکھائے۔ ہاں غلطیاں
نکالنا اور کھنڈن کرنا آسان ہے۔ اس پر سوامی جی نے کہا۔ کہ مہاراج! ہم آپ کے روبرو ۲۰ ہزار شلوک گھڑ سکتے

ہیں۔ اگر یقین نہ ہو۔ تو کاغذ قلم لے کر بیٹھ جائیے۔ مضمون بھی بہت آسان ہوگا۔ پنڈت جی بھی سوامی جی کا امتحان کرنے کی غرض سے بیٹھ گئے۔ سوامی جی بغیر رکاوٹ کے دھڑا دھڑ شلوک لکھانے لگے۔ یہ دیکھکر پنڈت جی حیران رہ گئے۔ ہاتھ جوڑ کر پرنام کی اور چلتے بنے ٭

جمال پور سٹیشن پر

آرہ سے آپ پٹنہ پہنچے۔ مونگھیر جاتے ہوئے ۲۳۔ اکتوبر ۱۸۷۲ء کو جمال پور ریلوے سٹیشن پر اترے۔ اس جگہ گاڑی مونگھیر کے لئے بدلتی ہے۔ مونگھیر کی شاخ والی گاڑی کے چلنے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ سوامی جی چونکہ ان دنوں صرف کوپین دھارن کرتے تھے۔ اس لئے اسی طرح پلیٹ فارم پر گھومنے لگے۔ اول درجہ کے ویٹنگ روم میں ایک انجینئر صاحب معہ اپنی میم صاحبہ کے ٹھیرے ہوئے تھے۔ میم صاحبہ نے غیر مہذب فقیر کے سامنے گھومنے پر ناراضگی ظاہر کی۔ اور صاحب بہادر نے سٹیشن ماسٹر کو بلا کر کہا۔ کہ اس فقیر کو کہہ دو۔ کہ ادھر نہ ٹہلے۔ سٹیشن ماسٹر جو سوامی جی کا بھگت ہو چکا تھا۔ ڈرتا ہوا مہاراج کے روبرو آیا۔ اور یوں عرض پرواز ہوا۔ ”مہاراج ادھر تشریف لے چل کر کرسی پر آرام فرمائیں۔ ٹرین کے آنے میں ابھی دیر ہے“۔ سوامی جی مطلب سمجھ گئے اور بولے ”شاید صاحب نے بھیجا ہے۔ کہ بدتہذیب سادھو کو ہٹا دو۔ جاؤ صاحب اور میم سے کہو۔ کہ ہم اس زمانہ کے آدمی ہیں۔ جبکہ بابا آدم اور ماتا حوا عدن کے باغ میں ننگے گھومنے میں شرم محسوس نہیں کرتے تھے“۔ یہ کہا اور پھر ٹہلنے لگے ٭

سٹیشن ماسٹر بے چارہ عجب حیرانی میں پڑا۔ ”نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن“۔ صاحب نے پھر بلایا۔ اور پوچھا۔ ”فقیر ہٹا نہیں۔ کیا کہتا ہے“؟ بابو بیچارہ معاملہ چھپانا چاہتا تھا۔ لیکن صاحب کے مجبور کرنے پر سوامی جی کا جواب مفصل عرض کر دیا۔ اور کہا ”حضور! یہ اپنی موج کے مالک ہیں۔ یہ کسی کی بات نہیں سنتے۔ مست فقیر ٹھیرے“۔ صاحب نے نام پوچھا۔ سٹیشن ماسٹر نے بتلایا۔ ”سوامی دیانند سرسوتی“۔ صاحب بے اختیار اٹھ کر بولے ”وہ کیا یہ مشہور ریفارمر گریٹ (GREAT) دیانند ہے“؟ اب تو سٹیشن ماسٹر کی جان میں جان آئی۔ ”ہاں حضور وہی ہیں“۔ صاحب فوراً ٹوپی اتار کر سوامی جی کی سیوا میں حاضر ہوئے۔ اور بڑے ادب سے سلام کر کے بولے ”میں تو مدت سے آپ کے درشنوں کا بھوکا تھا۔ آج پرمیشور نے آپ کے درشن کرائے“۔ چنانچہ آدھ گھنٹہ تک سوامی جی کے ساتھ بات چیت کرتے رہے۔ اور خود سوامی جی کو ریل میں سوار کرا کے رخصت ہوئے۔ مونگھیر پہنچ کر چند روز وہاں قیام کیا۔ پھر داناپور تشریف لے گئے ٭

داناپور میں

یہاں کئی ویاکھیان ہوئے۔ اُن دنوں ہندوستان کے کمانڈر انچیف لارڈ رابرٹس بھی پٹنہ آئے ہوئے تھے۔ ایک دن عیسائی مت پر لیکچر تھا۔ سوامی جی کی شہرت سرکاری افسران کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ وہ بھی اُن کے لیکچروں کو سُننا چاہتے تھے۔ اُس لیکچر میں صاحب کمانڈر انچیف بھی تشریف لائے۔ سوامی جی لیکچر دے رہے تھے۔ کمانڈر انچیف کے آتے ہی سوامی جی نے عیسائیت پر نکتہ چینی شروع کر دی۔ لیکچر کے خاتمہ پر صاحب موصوف نے سوامی جی کو پرنام کیا۔ اور بڑی تعریف کرتے ہوئے کہا:-

WHEN YOU CAN SPEAK IN THIS FASHION ON THE BIBLE IN OUR PRESENCE YOU MUST CARE BUT LITTLE FOR OTHERS, A REAL SANYASI WILL FEAR NOTHING.

"جب آپ ہماری موجودگی میں اس طرح بائبل پر تقریر کر سکتے ہیں۔ تو اور چھوٹے موٹے لوگوں کی تو آپ کیا پرواہ کرتے ہونگے۔ ٹھیک ہے۔ سچے سنیاسی کو سنسار میں کسی کا کچھ خوف نہیں"۔

داناپور میں مُسلمان لوگ بہت مخالفت کرتے تھے۔ ایک شخص نے صلاح دی۔ کہ مُسلمانوں کے خلاف آپ کچھ نہ کہیں۔ اُس وقت سوامی جی نے جواب نہ دیا۔ مگر اگلے دن لیکچر میں دین اسلام کی کمزوریوں کو خوب اچھی طرح واضح کیا۔ اور کہا کہ چند چھوکرے ہم کو منع کرتے ہیں۔ مگر میں سچائی کو کیوں چھپاؤں۔ جب اُن کی چلتی تھی؛ وہ تلوار سے کھنڈن کرتے رہے۔ اب کیا اندھیر ہے۔ کہ مجھے باتوں سے کھنڈن کرنے میں بھی رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ ایسا اچھا راج پاکر جھوٹ کا پول کھولنے سے کیسے رُک سکتا ہوں۔ یہی تو اس راج کی بڑائی ہے۔

ایک دن ایک بابو صاحب نے کہا ---- "سوامی جی! اگرچہ آپ کا کہنا ٹھیک ہے۔ مگر لوگ ہٹھ سے نہ مانیں گے۔ تو آپ کیا کریں گے؟" سوامی جی بولے "ہمارا کام اتنا ہی ہے۔ کہ ہماری بات کو لوگ کان میں جگہ دیں گے۔ اور جب وہ ہماری بات سُن لیں گے۔ تو وہ خود بخود سوئی کی طرح اندر چُبھ جائیگی۔ اور نکالنے سے نہ نکلیگی۔

داناپور میں ٹھاکر پرشاد سُنار نے ایک استری کے ہوتے ہوئے دُوسری شادی کر لی تھی۔ ایک دن سوامی جی سے پرارتھنا کی۔ کہ مجھے یوگ کا طریقہ بتائیے۔ سوامی جی نے کہا۔ ایک شادی اور کر لو۔

بس لوگ تیرا ٹھیک ہو جائے گا"۔ یہ سُنتے ہی وہ چپ ہو گیا۔
ایک روز پادری جونس ملنے آئے۔ سوامی جی نے پُوچھا "کس خیال کو آپ نیکی کہتے ہیں؟
پادری صاحب۔ "آپ ہی فرمائیے"
سوامی جی۔ "ہم نیکی کہتے ہیں اُس کو جس سے بہتوں کا اُپکار ہو"۔ پادری صاحب نے اِسے قبول کیا
تب سوامی جی نے پُوچھا — گائے سے زیادہ اُپکار ہوتا ہے یا مانس سے"؟
پادری صاحب "آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے"؟
سوامی جی — دیکھئے دونوں باتوں میں فرق یہ ہے۔ کہ گائے کے دُودھ اور اُس کے بچھڑے بچھڑیوں کے دُودھ دینے وکاشت کرنے کے ذریعہ سے لاکھوں لوگوں کا بھلا ہوتا ہے۔ اور مانس صرف چند آدمیوں کے کام آتا ہے"۔ سارا حساب بتایا۔ اور پُوچھا کہ اب فرمائیے۔ گائے کا بچانا دھرم ہے یا مارنا؟
پادری صاحب۔ "اس سے تو بچانا ہی دھرم سدّھ ہوتا ہے"۔
سوامی جی۔ "جو سدّھ ہو اُسی پر چلنا چاہئیے۔ یا نہیں"۔ پادری صاحب بولے "ہاں چلنا چاہئیے"
سوامی جی نے کہا — "تو پھر آپ گائے کا مانس چھوڑ دیجئے"۔
پادری صاحب۔ "میں اس کے آگے گئو مانس نہ کھانے کا اقرار کرتا ہوں"۔

ہندوستان کی راجدھانی کلکتہ

اِس طرح بیخوف ہو کر پرچار کرتے ہوئے اور ویدک دھرم کا ناد بجاتے ہوئے سوامی جی دسمبر ۱۸۷۲ء میں کلکتہ پہنچے۔ جو اُن دنوں ہندوستان کا دارالخلافہ تھا۔ کلکتہ کے بابو چندر شیکھر سین بیرسٹر نے اُنہیں مدعو کیا تھا۔ تین بابو نے ہوڑہ سٹیشن پر سوامی جی کا استقبال کیا۔ اور بابو جتیندر موہن کے باغ میں لے گئے آپ نے اور باغ کے مالک نے سوامی جی کی بڑی خاطر تواضع کی۔ اور اُن کی رہائش کا خاطر خواہ انتظام کر دیا۔ یہاں پہنچتے ہی آپ کی تشریف آوری کی چاروں طرف دُھوم مچ گئی "ہندو پیٹریٹ" اور "انڈین مرر" وغیرہ اخبارات نے سوامی جی کی تعریف میں زبردست ایڈیٹوریل شائع کئے۔ "انڈین مرر" نے اپنی ۳۰ دسمبر ۱۸۷۲ء کی اشاعت میں لکھا:— "ایک بڑے زبردست ہندو بُت شکن سوامی دیانند سرسوتی کلکتہ پدھارے ہیں۔ چند روز ہوئے۔ اُنہوں نے بنارس کے اعلیٰ پنڈتوں کو ایک عام مباحثہ میں حیران کر دیا تھا۔ اور آپ نے اپنے دیگر کارناموں سے مشرقی ہند میں بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ اس

وقت آپ راجہ جتیندر موہن ٹیگور کے باغ میں ٹھہرے ہوئے ہیں"؟

متلاشیان حق سوامی جی کے درشنوں کے لئے آنے لگے۔ برہم سماج کے اُپدیشک ہیم چندر چکرورتی بھی سوامی جی کی شہرت سُن کر آئے۔ چکرورتی مہاشہ نے سوال کیا "آپ جاتی بھید مانتے ہیں یا نہیں؟

سوامی جی ——— انسان، حیوان، چرند۔ پرند، یہ سب جاتیاں الگ الگ ہیں، اسی کو جاتی بھید مانتا ہوں" اس پر چکرورتی مہاشہ خاموش ہو گئے۔ تب سوامی جی بولے "آپ کا سوال شاید یہ ہے۔ کہ ورن بھید ہے یا نہیں"——— وہ بولے ——— "ہاں، ہمارا یہی مطلب ہے"

سوامی جی نے جواب دیا ——— "بیشک ورن بھید ہے۔ جو وید کے جاننے والا اور پنڈت ہے وہ برہمن، جو اُس سے کم اور بدھ کا کام کرتے ہیں۔ اور گیان وان ہیں وہ کھشتری۔ جو بیوپار کرتے ہیں وہ ویش، اور جو مُورکھ ہیں۔ وہ شُودر ہیں"

یہ سُن کر چکرورتی مہاشہ بہت خوش ہوئے۔ اور سوامی جی کے بھگت بن گئے۔ اور روزانہ سوامی جی کے ست سنگ کو آنے لگے

پھر ایک دن آپ نے سوال کیا ——— "پرمیشور ساکار ہے یا نراکار"؟

سوامی جی بولے ——— "موجودہ سنسکرت گرنتھوں میں تو بہت سے پرمیشور ہیں۔ آپ کی مراد کس ایشور سے ہے؟ سچدانند وغیرہ صفات کا مالک یا کوئی اور۔ اگر سچدانند والا چاہتے ہو تو وہ ایشور ایک ہے۔ اور نراکار ہے

چکرورتی مہاشہ نے پھر سوال کیا ——— "وہ جو دُنیا کا مالک ہے۔ اُس کا آکار ہے یا نہیں"؟

سوامی جی ——— "اُس کا کوئی آکار نہیں۔ وہ سچدانند ہے۔ یہی اُس کا لکشن ہے"

چکرورتی ——— "اُس کے ملنے کا کیا اُپائے ہے"؟

سوامی جی ——— "یوگ کی کئی دن تک مشق کرنے سے اُس کا درشن ہوتا ہے"

چکرورتی ——— "وہ یوگ کس طرح ہے"؟ اس پر سوامی جی نے اشٹانگ یوگ کی باتیں اُن کو لکھ دیں۔ اور ساری کریا سمجھا دی

اُس زمانہ میں شری کیشو چندر سین یگیوپویت پہننے والے برہم سماجیوں کی مخالفت کیا کرتے تھے اس لئے ہیم چندر نے سوامی جی سے اس بارے میں بھی رائے پُوچھی۔ سوامی جی نے جواب دیا

نیک آدمیوں کے لئے یگیوپویت پہننا ضروری ہے۔ آپ بھی نیک ہیں۔ برہمن ہیں۔ یگیوپویت ضرور پہنئے۔ اس بات کا اُن پر ایسا اثر ہوا۔ کہ انہوں نے پھر جنیؤ پہن لیا۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے سوامی جی کے اُپدیش سے یگیوپویت پہننے شروع کر دیئے ؛

جب سوامی جی کلکتہ گئے۔ اُس زمانہ میں بابو کیشو چندر سین وہاں نہ تھے۔ جب واپس آئے۔ تو سوامی جی سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ سوامی جی نے اُن سے اُن کا نام نہ پوچھا۔ نہ انہوں نے بتلایا۔ باتوں ہی باتوں میں بابو صاحب نے پوچھا "آپ کیشو چندر سین سے ملے ہیں؟" سوامی جی نے کہا "ہاں ملا ہوں"۔ جواب ملا۔ وہ تو باہر گئے ہوئے تھے۔ "آپ کب ملے؟" سوامی جی نے ہنس کر جواب دیا "ابھی ملا ہوں۔ آپ ہی کیشو چندر ہیں"۔ بابو جی نے پوچھا "آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟" فرمایا۔ کہ "جس قسم کی بات چیت آپ نے کی ہے ویسی کوئی دوسرا نہیں کر سکتا"۔ بابو جی سوامی جی کی اس قیافہ شناسی سے بہت حیران ہوئے۔ اور اُن کے دل میں سوامی جی کے لئے شردھا کا بھاو پیدا ہو گیا ؛

ایک دن بابو جی نے پوچھا "اس وقت ہمارے سامنے بائبل، قرآن اور وید کی بنا پر تین مذہب ہیں۔ اور ہر ایک مذہب اپنے آپ کو سچا کہتا ہے۔ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ ان میں سچا کون سا ہے؟ اور جھوٹا کون سا؟

سوامی جی نے چھ دلائل وید کے ایشور وکت ہونے کے حق میں دیئے اور کہا۔ کہ قرآن و بائبل میں ہر قسم کے جھگڑے، قصے۔ کہانیاں اور دیگر مذاہب کا کھنڈن موجود ہے۔ مگر وید میں سوائے اُپدیش کے کوئی جھگڑا نہیں۔ پس وہ سب سے سچا ہے ؛

سوامی جی کے دلائل اور منطق کی واقفیت دیکھ کر ایک مرتبہ کیشو چندر سین نے کہا۔ افسوس کہ ویدوں کا بینظیر پنڈت انگریزی زبان سے واقفیت نہیں رکھتا۔ ورنہ انگلستان جاتے وقت وہ میرا دلپسند ساتھی ہوتا۔ سوامی جی نے ہنس کر جواب دیا۔ افسوس ہے۔ کہ برہمو سماج کا لیڈر سنسکرت نہیں جانتا ورنہ وہ اپنے ملکی بھائیوں کا بہت کچھ بھلا کر سکتا۔

سوامی جی اب تک لنگوٹ دھاری تھے۔ بابو جی نے سمجھایا۔ اب آپ کو شہروں میں جانا ہے۔ جہاں استریاں بھی دیکھیں گی۔ سوامی جی کو یہ بات دل لگی۔ تب سے آپ کپڑے پہننے لگے ؛

اُنہی دنوں کسی شخص نے آپ سے کہا ــــ "سوامی جی! اگر آپ یہ کہنے کی بجائے کہ فلاں بات وید میں درج ہے - یہ کہا کریں - کہ یہ بات مجھے ایشور نے خود کہی ہے - تو لوگ زیادہ یقین کریں گے"۔

سوامی جی نے جواب دیا ــــ ممکن ہے ایسا ہی ہو - مگر میں سچ کا پرچار جھوٹ سے نہیں کر سکتا۔

ایک دن باغ میں تالاب کے کنارے سوامی جی لوگوں کو اُپدیش کر رہے تھے - کہ ایک آدمی نے آ کر کہا - راجہ سریندر موہن جی گاڑی پر آئے ہیں - اور آپ کو بُلاتے ہیں" سوامی جی نے جواب دیا - میں ایک ادھ آدمی کی خاطر اتنے آدمیوں کا فائدہ قربان نہیں کر سکتا - اگر راجہ صاحب کو ملنا منظور ہے - تو یہیں چلے آئیں - اس پر راجہ صاحب ناراض ہو کر لوٹ گئے۔

شاستراتھ ہگلی

۷- اپریل ۱۸۷۳ء کو ہگلی کے رئیسوں نے ایک سبھا بُلائی - اور سوامی جی کے لیکچر کا انتظام کیا لوگ بھاری تعداد میں لیکچر سُننے کے لئے آئے - قریب پچاس ہزار کی بھیڑ تھی - سوامی جی کا لیکچر شروع ہوا - اتنے میں پنڈت تاراچرن بھی آ پہنچے - بابو برندابن وغیرہ نے پنڈت جی سے کہا - کہ آپ سبھا میں چلئے - اور جو کچھ کہنا ہو وہیں سوامی جی سے کہئے - مگر پنڈت جی سبھا میں تو نہ آئے - اور اُسی مکان کے اُوپر چھت پر چڑھ کر دُور سے گرجنے لگے - پنڈت جی کے سبھا میں نہ آنے پر لوگوں نے سمجھ لیا - کہ انہیں آتا جاتا تو کچھ ہے نہیں، صرف ڈھینگ مارتے ہیں۔

سبھا کے دُوسرے دِن بابو برندابن نے سوامی جی سے کہا ــــ "کل پنڈت تاراچرن جی آئے تھے"۔ سوامی جی نے پُوچھا ــــ "تو سبھا میں کیوں نہیں آئے؟" بابو جی نے کہا ــــ "وہ تو بڑے ابھیمان کی باتیں کرتے ہیں"۔ سوامی جی نے کہا ــــ "ابھیمان (گھمنڈ) کرنا پنڈتوں کا کام نہیں مُورکھوں کا ہے - اگر وہ ایسے ہی ابھیمان کے سمندر میں ڈُوبے جاتے ہیں - تو انہیں ایک بار میرے سامنے لاؤ - شائد ڈوبنے سے بچ جائیں۔

آخرکار لوگوں کے بہت سمجھانے بجھانے پر کسی طرح پنڈت تاراچرن سبھا میں آنے کو تیار ہوئے دوسرے روز ۸- اپریل کو مورتی پوجا کے مضمون پر شاستراتھ ہوا - جو بہت دیر تک رہا - پنڈت جی ستّر سوال بنا کر لائے تھے - جنہیں وہ بہت مُشکل اور لاجواب سمجھے تھے - آتے ہی دھڑا دھڑ سوالات کرنے شروع کر دیئے - سوامی جی نے ۲۲-۲۳ جوابات میں ہی سب کو نپٹا دیا - اور پنڈت جی کو ایسے چکّر میں ڈال

کہ وہ خود ہی مورتی پوجا کو ردّ کرنے لگے۔ اس پر کچھ آدمی یہ کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ افسوس! کہ پنڈت جی
آئے تو تھے۔ یہ گھمنڈ اور دعوےٰ کر کے کہ مورتی پوجا سدّھ کریں گے۔ مگر یہاں لگے ہیں اُس کو ردّ کرنے
سوامی جی نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ میں تو مورتی پوجا کی تردید کرتا ہی ہوں۔ آپ بھی اس کی تردید کرنے لگے
یہ سنتے ہی پنڈت جی چپ چاپ اُوپر کے مکان میں چلے گئے۔ سوامی جی نے سیڑھیوں میں پہنچکر پنڈت
جی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اُوپر چلے آئے۔ اور پنڈت جی سے کہا ”آپ ایسا بکھیڑا کیوں کرتے ہیں؟“
پنڈت جی نے جواب دیا ”میں تو لوک بھاشا کا کھنڈن کرتا ہوں۔ ست شاستر پڑھنے پڑھانے
کا اُپدیش دیتا ہوں۔ اور مورتی پوجا کو بھی فضول سمجھتا ہوں۔ مگر کیا کروں۔ سچ کہنے سے روزی میں فرق آتا ہے
اگر کاشی راج کو پتہ لگے۔ تو مجھے نکال باہر کریں۔ اس لئے میں ایسا نہیں کہہ سکتا جیسا آپ کہتے ہیں“
پنڈت جی کی یہ راستبازی سُن کر سوامی جی بہت خوش ہوئے ؂

چھلکی سے چل کر سوامی جی بھاگل پور پہنچے۔ اور ایک مہینہ یہاں کے لوگوں میں پرچار کیا۔ اِس کے
بعد پٹنہ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک ہفتہ پرچار کرنے کے بعد ۲۵ مئی ۱۸۷۳ء کو چھپرہ چلے گئے۔ یہاں
ایک معزز زمیندار شو غلام شاہ نے آپ کی رہائش وغیرہ کا بہت عمدہ انتظام کر دیا۔ برہمنوں نے کئی طرح
کی سازشیں کیں۔ شو غلام شاہ کو گمراہ کرنے کے کئی طریقے اختیار کئے۔ مگر وہ سوامی جی کی علمیت اور
اُن کی صداقت کا پورے طور پر قائل تھا۔ اِس لئے مخالفوں کی ایک نہ چلی ؂

سوامی جی نے یہاں کی پنڈت منڈلی کو شاستزارتھ کے لئے للکارا۔ مخالفوں نے منصوبہ باندھا کہ
دلیل سے اگر نہ ہو سکے۔ تو لاٹھیوں سے سوامی جی کو لاجواب کر دیا جائے۔ چنانچہ سب مل کر وہاں کے ہردلعزیز
پنڈت جگن ناتھ کے پاس پہنچے۔ اُس نے کہا میں شاستزارتھ کے لئے تیار ہوں۔ مگر ناستک کا منہ دیکھ
لیا۔ تو پرائشچت کرنا پڑے گا۔ جب سوامی جی کو اس عُذر کا پتہ لگا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ”اس کا کچھ مضائقہ
نہیں۔ اگر وہ کسیطرح اپنے من کو سدّھ کر سکتا ہے۔ تو ضرور آوے۔ میں اپنے مُنہ کے آگے پردہ ڈال
دونگا۔ اِس طرح وہ بات بھی کر لیگا۔ اور اُسے پاپ بھی نہ لگیگا“ ؂

اِس بات کو سُن کر پنڈت لوگ کوئی اور عذر پیش نہ کر سکے۔ پنڈت جگن ناتھ کو آنا ہی پڑا۔ اور سچ
مچ پنڈت صاحب اور سوامی جی کے درمیان ایک پردہ ڈالا گیا۔ اول سوامی جی نے سنسکرت میں چند
سوالات کئے۔ پنڈت جی کا جواب غلط تو تھا ہی۔ ساتھ ہی گرامر کی غلطیاں بھی بے شمار تھیں۔ سوامی جی

نے حاضرین پر سب غلطیاں ظاہر کر دیں۔ جس سے پنڈت جی لاجواب ہو گئے۔ لوگوں کو بھی علم ہو گیا۔ کہ پنڈت جی کتنے پانی میں ہیں۔ بعد ازاں سوامی جی نے چار گھنٹے تک بڑی فصاحت و بلاغت سے لیکچر دیا۔ مخالفوں کو جب اپنی ہار کا یقین ہو گیا۔ تو بول اٹھے —— ویدوں کے ارتھ (غلط معنی) ہو رہے ہیں۔ سوامی جی ویدوں کی بے عزتی کر رہے ہیں۔ اُن میں جو زیادہ شریر تھے۔ وہ بول اُٹھے۔ کہ سوامی جی رستے میں مل گئے۔ تو پتھروں سے ہلاک کر دیں گے ؂

چھپرہ میں سوامی جی دو ہفتے تک رہے۔ چھپرہ سے چل کر مرزاپور۔ اور مرزاپور سے پراگ آئے۔ یہاں کچھ دن ٹھہر کر کان پور چلے گئے۔ کان پور نواسیوں کو اپنے خیالات سے لابھ پہنچا کر سوامی جی ۲۰ نومبر ۱۸۷۹ء کو فرخ آباد پہنچے۔ پنڈت ہیم چندر بھی ہمراہ تھے۔ اس جگہ آپ یو۔ پی کے لاٹ بہادر صاحب سے اور محکمہ تعلیم کے ڈائرکٹر مسٹر کیمسن سے ملے۔ اور گئو رکشا کے بارے میں گفتگو کی ؂

ایک دن ہیم چندر نے پوچھا —— مہاراج! اتنے بڑے بڑے پنڈت لوگ آپ سے شاستر ارتھ کرنے آتے ہیں۔ کیا یہ سب کے سب غلطی پر ہیں۔ اور ایک آپ ہی کی بات صداقت پر مبنی ہے؟" سوامی جی نے ہنس کر جواب دیا —— سچائی کا علم تو بہتوں کو ہے۔ مگر روزگار بند ہو جانے کے خیال سے صاف صاف نہیں کہتے ؂

علی گڈھ میں

فرخ آباد سے کاس گنج اور کاس گنج سے چھلیسر ہوتے ہوئے سوامی جی ۲۶ دسمبر کو علی گڈھ آئے۔ اور راجہ جیکشن کے ہاں ٹھہرے۔ جب لوگوں کو خبر ہوئی۔ ہزاروں کی تعداد میں آنے لگے۔ سارا سارا دن یہاں تک کہ دس بارہ بجے رات تک دھرم چرچا ہوتی رہتی۔ ہندو، مسلمان، عیسائی اور انگریز بھی درشنوں کو آتے۔ اور اپنے شکوک رفع کرتے تھے۔ علی گڈھ میں سب سے پہلا لیکچر سوامی جی نے ۲۷ دسمبر کو دیا۔ جس میں رئیس سادہ و شرفاء کیا ہندو کیا مسلمان، افسران سول ملٹری تک شامل ہوئے۔ حاضری بیشمار تھی۔ یہ لیکچر ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک ہوا۔ لیکچر کے بعد رفع شکوک کے لئے وقت دیا گیا۔ جن لوگوں کو کچھ دریافت کرنا تھا۔ اُن کی پوری پوری تسلی کی گئی ؂

ایک دن سوامی جی مہادیو کے مندر کے فرش پر بیٹھے تھے۔ ایک شنگھر بودھی پنڈت آیا۔ اور مندر کے اونچے چبوترے پر بیٹھ کر سوامی جی سے شاستر ارتھ کرنے لگا۔ کئی شریف آدمیوں نے سمجھایا کہ مہذب

آدمیوں کی طرح نیچے آکر بیٹھو۔ اور شانتی پُوروک بات چیت کرو۔ مگر وہ ایسا ضدی تھا۔ کہ وہیں ڈٹا رہا۔ تب سوامی جی نے لوگوں سے کہا ـــ [illegible] اونچی جگہ پر بیٹھنے سے کوئی بڑا نہیں ہو جاتا۔ اگر اونچا بیٹھنا ہی بزرگی کی علامت ہے۔ تو پنڈت جی سے بھی اونچا وہ کوا بیٹھا ہے ؎

ایک بار سوامی جی لوگوں کو اپدیش کر رہے تھے۔ کہ وہاں ایک جنگی جرسی صاحب ہوا نکلا۔ وہ لوگوں سے بار بار پوچھتا تھا۔ کہ دیانند کون ہے۔ لوگوں نے اشارہ سے بتا دیا۔ کہ وہ سامنے بیٹھے ہیں۔ سوامی جی نے پوچھا کہ گلے میں کیا ڈالا ہوا ہے؟ اُس نے کہا ـــ "رُدراکش"۔ سوامی جی نے کہا ـــ "کیا رُدر کی آنکھ شِو دی آنکھا اکھاڑ لایا ہے"؟ اس پر وہ بھنگڑ طیش میں آگیا۔ اور سوامی جی کو بے تُکی گالیاں دینے لگا۔ سوامی جی اُس کی بیوقوفی پر ہنستے رہے۔ جب دیکھا۔ کہ یہ رُکتا ہی نہیں۔ تو لوٹا لے کر شوچ کو چلے گئے۔ ورنہ اگر وہ اشارہ کرتے۔ تو لوگ اُس کی اچھی طرح مرمّت کرتے ؎

یہاں علی گڑھ میں سر سیّد احمد خان نے آپ سے ملاقات کی۔ اور کئی روز تک بلا ناغہ درشنوں کے لئے آتے رہے۔ انہیں سوامی جی سے اُنس ہو گیا تھا۔ سوامی جی بھی اُن کی عزّت کرتے تھے۔ ایک دن سر سید احمد خان اپنے کئی مسلم و انگریز دوستوں کے ساتھ سوامی جی کے پاس آئے۔ دورانِ گفتگو میں انہوں نے کہا۔ آپ کے اور سب خیالات بڑے معقول ہیں۔ مگر یہ بات دل میں جگہ نہیں پکڑتی۔ کہ تھوڑے سے ہون سے ہوا کیسے شُدّھ ہو جاتی ہے؟

سوامی جی نے پوچھا: ـــ "آپ کے گھر میں کتنے آدمیوں کے لئے کھانا پکتا ہے"؟

سر سید احمد خان نے جواب دیا ـــ پچاس ساٹھ آدمیوں کے لئے ؎

سوامی جی بولے ـــ آپ کے ہاں روزانہ کتنے سیر دال بھاجی تیار ہوتی ہوگی؟

سر سید احمد خان ـــ چار یا پانچ سیر کے قریب۔

سوامی جی۔ اور اُس میں ہینگ کتنی ڈالی جاتی ہوگی؟

سر سید احمد خان۔ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ ماشہ۔

سوامی جی۔ کیا اس قدر ہینگ سے ساری دال بھاجی خوشبودار ہو جاتی ہے؟

سر سید احمد خاں نے جواب دیا۔ "ہاں"۔ تب سوامی جی بولے ـــ "تھوڑی سی ہینگ کی مانند تھوڑا سا ہون بھی ہوا کو صاف اور خوشبودار کر دیتا ہے ؎

سر سید احمد خاں سوامی جی کے جواب اور اُن کے طرزِ بیان سے بہت خوش ہوئے۔ اور ہاتھ ملا کر چل دیئے ۔

متھرا میں

علی گڑھ میں ایک ماہ ٹھہر کر آپ ہاتھرس پہنچے گئے۔ ہاتھرس سے اترولی، اور اترولی سے چل کر ۲۶ فروری سنہ ۱۸۶۸ء کو متھرا پہنچے۔ یہاں آنے کی ایک وجہ تو یہ تھی۔ کہ مورتی پوجا کے سب سے زبردست وکیل رنگاچاریہ کو اُس کے اپنے گڑھ میں شکست دی جائے۔ دوسری وجہ یہ ہوئی۔ کہ سوامی جی نے فرخ آباد سے اپنے ہم جماعتی گنگا دت جی کو ایک چٹھی اور دس روپے بھیجے۔ کہ فرخ آباد میں آکر پڑھانے کا کام کریں۔ وہ تیار ہو گئے۔ مگر پنڈتوں کی برادری نے انہیں ڈرایا۔ کہ جس دیانند نے سالگ رام کی مورتیاں لوگوں سے پھنکوا دی ہیں، اُس کی نوکری کرتے ہو۔ اگرچہ پنڈت گنگا دت جی سوامی جی کے سدھانتوں کے تہِ دل سے قائل تھے۔ مگر پنڈتوں کی مخالفت سے رک گئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ وہاں آنے میں مجھے مالی فائدہ تو ہے۔ مگر جب تک آپ متھرا برندابن میں آکر رنگاچاریہ کو نیچا نہ دکھائیں تب تک میرا آپ کے پاس چلے آنا ٹھیک نہیں۔ لوگ میری مخالفت کریں گے۔ بہتر یہی ہے۔ کہ آپ یہاں تشریف لائیں۔ اور مورتی پوجا کی دھجیاں اُڑائیں ۔

بھلا یہ کب ممکن تھا۔ کہ ان الفاظ میں سوامی جی کو توجہ دلائی جاتی۔ اور وہ کچھ تامل کرتے۔ فوراً متھرا پہنچے۔ پنڈت دیوی پرشاد ڈپٹی کلکٹر نے آپ کی رہائش کا انتظام رادھا باغ میں کر دیا۔ سوامی جی نے شہر بھر میں اشتہارات لگوا دیئے۔ اِن اشتہارات میں تحریر تھا۔ کہ مورتی پوجا، تلک اور کنٹھی وید کے خلاف ہیں۔ جس میں ہمت ہو سامنے آئے۔ ایک تحریری نوٹس رنگاچاریہ کو بھیجا۔ کہ "مورتی پوجا کرنا کنٹھی پہننا۔ اور تلک لگانا تم وید کے رو سے جائز بتاتے ہو۔ اگر یہ بات درست ہے۔ تو ایک عام شاستر ارتھ میں ان باتوں کو ثابت کرو۔ ورنہ انہیں چھوڑ دو۔"

یہ نوٹس ایک چیلنج تھا۔ اس کی نقل رنگاچاریہ کے دروازہ پر بھی چسپاں کی گئی۔ رنگاچاریہ نے اُس وقت یہ کہکر چھٹکارا کرایا۔ کہ آج کل میلے کے دن ہیں۔ میلہ ختم ہو جانے پر ضرور شاستر ارتھ کرونگا۔ سوامی جی نے میلہ کے ایام میں مورتی پوجا، کنٹھی اور تلک وغیرہ کا کھنڈن شروع کر دیا۔ رنگاچاریہ کو آپ کی زبردست دلائل کی خبر ضرور پہنچا کرتی۔ میلہ کے ختم پر جب اُسے پھر چیلنج کیا گیا۔ تو وہ بیمار بن بیٹھا۔ اور جوں جوں شاستر ارتھ کا دن نزدیک آتا۔ اُس کی بیماری بڑھتی جاتی تھی۔ چنانچہ اسی بیماری کے بہانہ سے وہ گھر سے باہر

نکلا اور نہ شاستزارتھ کیا۔ ایک شخص کا بیان ہے۔ کہ رنگا چاریہ نے اُسے کہا۔ "اگر دیانند شاستزارتھ میں ہار گیا۔ تو اس سادھو کا کیا بگڑے گا۔ اگر میں ہار گیا۔ تو ساری عزت مٹی میں مل جائے گی"۔

متھرا میں جب شاستزارتھ کو کوئی سامنے نہ آیا۔ تو سوامی جی چلنے کو تیار ہوئے۔ مگر ڈپٹی دیوی پرشاد صاحب نے کہا۔ کہ آج رہ جائیے۔ شاستزارتھ ضرور ہوگا۔ سوامی جی ٹھیر گئے۔ مگر شاستزارتھ کہاں ہونا تھا۔ کچھ آدمیوں کے بھڑکانے پر چار پانچ سو پنڈے موٹے موٹے لٹھ لئے سوامی جی کے باغ پر آ چڑھے دروازہ پر کرنواس کے راجپوت پہرہ دے رہے تھے۔ ان بانکے راجپوتوں کے ہاتھوں میں بھی ڈنڈے تھے۔ اس لئے پنڈے لوگ سڑک پر ہی کھڑے گالیاں دیتے رہے سوامی جی مکان کی چھت پر پہنچے۔ اور اُن کی جہالت کا تماشہ دیکھتے رہے اور ہنستے تھے۔ پہرہ داروں نے کہا۔ اجازت ہو تو ان کو درست کریں۔ مگر سوامی جی نے منع کیا اور بولے۔ "ہمارے یہاں آنے کا اتنا فائدہ تو ہوا ہے۔ کہ ان بستی کے بارے ہندوؤں میں جوش پیدا ہوا۔ یہ بھی کوئی تھوڑی سی بات نہیں ہے"۔ اتنے میں دیوی پرشاد جی ڈپٹی کلکٹر اور دیگر روساء شہر وہاں آ پہنچے۔ اور پنڈتوں کو شاستزارتھ کے لئے بلانے لگے۔ مگر بالمقابل بولنے کا حوصلہ کسے ہوتا وہ تو صرف گالی گلوچ اور لاٹھی کا پرمان رکھتے تھے۔ اس لئے ڈپٹی صاحب نے انہیں منتشر کر دیا۔

شاستزارتھ کا حوصلہ نہ پاکر متھرا کے کچھ بڑے پنڈتوں نے سوچا کہ ایسی تجویز کریں۔ جس سے سوامی دیانند پبلک کی نظروں سے گر جائیں۔ آپس میں صلاح مشورہ کے بعد ایک ویشیا کو اس کا ذریعہ بنایا۔ اُسے کہا گیا۔ کہ اگر کسی طریقہ سے سوامی دیانند کا برہمچریہ بھنگ کر دے۔ تو جو مانگیگی دیں گے۔ اُس نے پانچ سو روپیہ مانگا۔ جو منظور ہو گیا لیکن اُس نے کہا۔ کہ میں پیشگی لونگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ وہ عورت زیور اور کپڑوں سے آراستہ پیراستہ ہو کر علی الصبح سوامی جی کی رہائش گاہ پر آئی۔ پنڈے لوگ باہر ٹھیرے۔ کہ ابھی شور شرابہ کا موقعہ ملے گا۔ سوامی جی سمادھی لگائے بیٹھے تھے۔ اُن کے چہرے سے جلال ٹپک رہا تھا۔ ویشیا اُس کی تاب نہ لا سکی۔ دبے پاؤں لوٹ آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں کچھ نہیں کر سکتی۔ مجھے تو ڈر لگتا ہے۔ انہوں نے مخول کرتے ہوئے اُسے پھر حوصلہ دیا۔ وہ اندر گئی۔ مگر سمادھی نہ کھلی تھی۔ اب کی دفعہ اُس کے دل میں سوامی جی کے لئے عقیدت کا جذبہ پیدا ہوا۔ سوچنے لگی۔ میں نے اس مہاتما کو بدنام کرنے کا ارادہ کر کے بڑا پاپ کیا ہے۔ تب اُس نے اپنے زیور اتارنے شروع کئے۔ سوامی جی نے آنکھ کھولی۔



نو استری کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ اُس نے زار و قطار روتے ہوئے معافی مانگی۔ اور بولی "مہاراج میں پانچ روپے و زیور کی خاطر اپنا دھرم گنوانے لگی تھی۔ اب بھی زیور کے لالچ سے میں پاپن ہتیاری یہاں آئی تھی۔ مگر یہاں آکر میرا ارادہ بدل گیا ہے۔ زیور اب آپ کے ارپن ہیں۔ میرے پاپ کو کھشما کیجئے"

سوامی جی نے کہا۔ "دیوی! ہمیں اس زیور کی خواہش نہیں۔ تو اسے لے جا اور اپنے کام میں لگا۔ پرماتما کرے تیرا دل اسیطرح نیک بنا رہے"

متھرا سے چل کر آپ الہ آباد آئے۔ یہاں آتے ہی آپ نے عام نوٹس دیا۔ کہ جو کوئی کسی بھی مذہبی معاملہ پر بات چیت کرنا چاہے۔ آکر کرلے۔ مگر کوئی بھی مقابلہ پر نہ آیا۔ یہاں آپ کے لیکچروں کا میور کالج کے طلباء پر اچھا اثر پڑا۔ اُن میں سے کئی ایک آپ کے بھگت بن گئے۔ یہاں دو مہینے کے قیام میں راجہ جیکرشن داس سی ایس آئی کو ستیارتھ پرکاش لکھوا کر آپ جبل پور روانہ ہو گئے۔ جبل پور پہنچے پر وہاں کے پنڈت لوگ اکٹھے ہوئے۔ اور مورتی پوجا پر شاستر ارتھ کرنے کی تجویز کی۔ مگر اُس وقت پنڈتوں کو مورتی پوجا کے ثبوت میں وید کا کوئی منتر نہ مل سکا۔ ایک دیا کھیان دیکر سوامی جی آگے روانہ ہوئے۔

ناسک پہنچ کر مورتی پوجا، پرتھوی پوجا اور مرتک پوجا کا خوب کھنڈن کیا۔ یہاں ۵۔۷ ہزار بھیک مانگنے والے برہمنوں کی روزی پاکھنڈ کے سبب بنی ہوئی تھی۔ اُن میں ہلچل مچ گئی۔ لگے سوامی جی کو گالیاں دینے۔ سوامی جی چند روز یہاں ٹھیر کر بمبئی روانہ ہو گئے۔

بمبئی میں

سوامی جی ۲۹۔ اکتوبر ۱۸۷۴ء کو بمبئی پہنچے۔ اس وقت بمبئی آج کل کا سا نہ تھا۔ آج کل کی طرح بمبئی اس وقت بھی تجارت کا مرکز تھا، مگر اُس زمانہ میں وہاں تعلیم کا اتنا پرچار نہیں تھا۔ جتنا اب ہے۔ تھوڑے سے پارسیوں کو چھوڑ کر اُن دنوں وہاں کی دوسری ذاتوں میں تعلیم کا بہت کم پرچار تھا۔ بلبھ آچاریہ مت والوں کا بہت زور تھا۔ اس مت کے آچاریہ اپنے چیلوں اور چیلیوں کا شادی کے وقت تن من دھن ارپن کرا کے برہم سمبندھ کراتے ہیں۔ یعنی شادی کے وقت اس مت کے دولہا دولہن کو اپنے مت کے آچاریوں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ اور مندر کا پجاری پہلے اس دولہن سے دُراچار کرتا ہے۔ علاوہ ازیں چند تعلیم یافتہ اصحاب نے وہاں برہمو سماج اور پرارتھنا سماج قائم کر رکھے تھے۔ سوامی جی نے وہاں پہنچتے ہی گجراتی۔ مراٹھی اور انگریزی اشتہارات

دے دیئے۔ کہ جس کسی کو سچ جھوٹ کا فیصلہ کرنا منظور ہو وہ آکر بات چیت کرلے۔ ان اشتہارات کے تقسیم ہوتے ہی شہر بھر میں ہلچل مچ گئی۔ مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ کہ شاستراارتھ کرے۔ آخر کار دھوبی تالاب پر تقریباً دس ہزار کی حاضری میں سوامی جی نے مورتی پوجا کے کھنڈن پر ایک لیکچر دیا۔ دوسرے دن سوامی جی نے بلبھ سمپردائے کے آچاریوں کے خلاف زبردست آواز بلند کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کو اس پاکھنڈ کا علم ہوگیا۔ اور گوسائیں جیون جی کی رزق ماری ہونے لگی۔ گوسائیں جی نے سوامی جی کے ملازم بلدیو سنگھ کو بلا کر کہا۔ کہ اگر تم زہر دے کر یا کسی دوسرے ذریعہ سے سوامی جی کو ہلاک کردو۔ تو ہم ایک ہزار روپیہ دیں گے۔ اور صرف وعدہ ہی نہ کیا۔ بلکہ اس مطلب کی دستخطی تحریر بھی دے دی۔ نیز پانچ روپے نقد اور پانچ سیر مٹھائی اسی وقت دے دی۔ سوامی جی کو کسی نے آکر خبر دی۔ کہ آپ کا رسویا گوسائیں جی کے پاس کھڑا ہے ؛

بلدیو سنگھ لوٹ کر ڈیرہ پر گیا۔ تو سوامی جی نے پوچھا —— آج تم گوکلیوں کے ہاں گئے تھے ؟

بلدیو سنگھ نے جواب دیا —— ہاں گیا تھا ؛

سوامی جی نے پوچھا۔ سچ کہو کیا فیصلہ کر کے آئے ہو ؟

بلدیو سنگھ نے شروع سے لے کر آخیر تک سارا واقعہ کہہ سنایا۔ سوامی جی نے کہا — دیکھو جسے پرماتما نہیں مارتا۔ اسے مارنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں ہے۔ بنارس میں مجھے زہر دیا۔ پریاگ میں بھی زہر دینے کی کوشش کی گئی۔ مگر میں صاف بچ جاتا رہا ہوں۔ اور اب بھی بچ جاؤنگا مروں گا نہیں ؛

بلدیو سنگھ نے سوامی جی کے قدموں گر کر معافی مانگی۔ سوامی جی نے مٹھائی پھینکوا دی۔ رُقعہ پھاڑ دیا۔ اور کہا —— خبردار! آئندہ گوسائیوں کے ہاں مت جانا ؛

جب اس طریق سے گوسائیں جی کامیاب نہ ہوئے۔ تو چار آدمی مقرر کئے۔ کہ سوامی جی جب ساحل سمندر پر سیر کرنے جائیں۔ تو آتے جاتے موقعہ پا کر انہیں قتل کر دیا جائے۔ جس سڑک پر سوامی جی روز جاتے تھے۔ اُسی طرف ان بدمعاشوں نے بھی جانا شروع کر دیا۔ چنانچہ ایک دن سڑک پر مقابلہ ہوا۔ مگر سوامی جی کی صورت دیکھ کر مارنا تو کجا، بول بھی نہ سکے۔ سوامی جی نے پوچھا —— "کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟" ان کے دل کا کھوٹ ظاہر ہوگیا۔ اور وہ تھر تھر کانپنے

لگے۔ پھر انہوں نے سوامی جی کے پیچھے جانے کا کبھی نام بھی نہ لیا۔ اس واقعہ سے گوسائیں جی بھی ایسے ڈرے۔ کہ وہاں سے بھاگ کر مدراس چلے گئے ؎

بمبئی کے پنڈتوں کو جب سامنے آکر شاسترارتھ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ تو ایک گمنام شخص نے ایک اشتہار میں ۲۴ سوالات چھپوا کر مشتہر کئے۔ جن کا جواب سوامی جی نے اسی طرح چھپوا کر شہر میں مشتہر کر دیا ؎

اس تمام جد و جہد کے بعد جب پنڈتوں نے دیکھا۔ کہ اس طرح بھی ہماری دال نہیں گلتی۔ تو انہوں نے آخر سوامی جی کے ساتھ شاسترارتھ کرنے کی جرأت کی۔ بمبئی کی لائبریری میں شاسترارتھ ہوا۔ جیو اور برہم کی ایکتا پر پنڈت جے کرشن ویاس سے مٹھ بھیڑ ہوئی۔ سوامی جی نے شاستروں کے حوالوں اور دلائل سے ثابت کر دکھایا۔ کہ جیو اور برہم ایک نہیں۔ بلکہ جدا جدا جوہر ہیں۔ پنڈت جی کا ویدانت کا نشہ اتر گیا۔ اس کے بعد سوامی جی نے "ویدانت دھوانت نوارن" "سوامی نارائن مت کھنڈن" "ولبھ مت کھنڈن" نامی کتابیں شائع کیں۔ جس سے بمبئی کی مذہبی دنیا میں ایک گونہ تہلکہ مچ گیا ؎

احمد آباد

بمبئی میں ابھی کام ختم نہ ہوا تھا۔ کہ احمد آباد کے سیشن جج رائے بہادر گوپال راؤ دیش مکھ بہادر سوامی کو احمد آباد لے گئے۔ یہاں کا ایک بڑا دولت مند رئیس سوامی جی کو سٹیشن پر لینے آیا۔ اس نے دو تین لاکھ روپیہ لگا کر اپنا مندر بنوایا تھا۔ راستہ میں اس نے سوامی جی سے اپنے مندر کی تعریف شروع کی۔ سوامی جی نے یہ سن کر افسوس ظاہر کیا۔ اور گاڑی میں ہاتھ مار کر بولے — اتنا روپیہ تم نے ایک پتھر پر لگا دیا۔ اگر کسی پاٹھشالہ پر خرچ کرتے۔ تو وید کے پڑھے ہوئے برہمن جگت کو فائدہ پہنچاتے۔ ایسی ہی مورکھتا کی بدولت ہم لوگ آج اس درگتی کو پہنچ گئے ہیں۔ کہ وید جرمنی سے آتے ہیں تب کہیں پڑھنے نصیب ہوتے ہیں ؎

اس نے کہا — میں مورتی پوجا سدھ کرا دونگا۔ چنانچہ اس نے راجہ ملار راؤ سے مشورہ کر کے پنڈت بلائے۔ ایک جج کے باغ میں، جہاں سوامی جی ٹھہرے ہوئے تھے۔ شاسترارتھ ہونا قرار پایا۔ ۲۔۳ سو پنڈت اکٹھے ہوئے۔ پانچ گھنٹے تک شاسترارتھ ہوتا رہا۔ آخر کو جب

مورتی پوجا سدھ نہ ہو سکی ۔ تو لگے گالیاں دینے لگے ۔ تب گوپال راؤ ہری جی نے کہا ـــــ مورتی پوجا حقیقت میں ویدوں سے تو ثابت نہیں ہوتی ۔ ہاں اس کا ماننا نہ ماننا یہ بات اپنی مرضی کی ہے ۔

احمد آباد سے آپ ۳۱ دسمبر ۱۸۷۴ء کو راجکوٹ پہنچے ۔ ان دنوں گورنر صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے ۔ یہاں آپ نے ۱۲ لیکچر دیئے ۔ ایک لیکچر میں آپ نے یہ ثابت کیا تھا ۔ کہ آریہ لوگ امریکہ گئے تھے ۔ ارجن کا بیاہ وہیں ہوا تھا ۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں ۔ کہ امریکہ کو کولمبس نے دریافت کیا ۔ یہ جھوٹ ہے ۔ کیونکہ آریہ لوگ پہلے ہی سے جانتے تھے ۔ آگ کی گاڑی یعنی ریل پہلے بھی تھی ۔ اس کی تائید میں آپ نے کئی وید منتروں کے حوالے دیئے اور کہا ۔ کہ انگریزوں کی یہ نئی ایجاد نہیں ہے

۲۴ جنوری ۱۸۷۵ء کو سوامی جی احمد آباد آئے ۔ یہاں سے ۲۹ جنوری کو پھر دوسری مرتبہ بمبئی پدھارے ۔ بھگت لوگوں نے اب کی دفعہ بڑے جوش سے خیر مقدم کیا ۔ پہلی دفعہ کے اپدیشوں سے وہاں کے لوگوں میں سماج قائم کرنے کا خیال ہو گیا تھا ۔ مگر آپ کے احمد آباد چلے جانے سے وہ خیال کا خیال ہی رہا ۔ اب آپ کی دوبارہ تشریف آوری پر لوگوں میں سماج قائم کرنے کے خیال نے پھر جوش مارا ۔ اور لوگوں نے سوامی جی کے مشورہ سے سماج کے اصول بنائے کچھ دنوں تک ان پر غور و خوض اور بحث مباحثہ ہوتا رہا ۔ آخر جب بہت ہاتھوں سے ان کی صحت ہو گئی ۔ اور آپ نے بھی ان کو منظور کر لیا ۔ تو ۱۰ اپریل ۱۸۷۵ء کو وقت شام گرگاؤں (بمبئی) میں مسٹر گردھاری لعل دیال داس کوٹھاری بی اے ایل ایل بی کی صدارت میں ایک عام جلسہ ہوا جس میں یہ اصول پڑھ کر سنائے گئے ۔ اور اتفاق رائے سے پاس ہوئے ۔ اسی روز سے آریہ سماج قائم ہوا ۔ اصول جو پاس ہوئے حسب ذیل تھے :۔

۱ ۔ سب منشوں کے لئے آریہ سماج کا وجود لازمی ہے ۔

۲ ۔ اس سماج میں کیول وید کا پرمان مانا جائیگا ۔ شہادت کے لئے ، ویدوں کے گیان اور اسی طرح آریہ اتہاس کے لئے شتپتھ وغیرہ براہمن ، چھ ویدانگ ، چار اپ وید ، چھ درشن اور ۱۱۲۷ ویدوں کی تشریح روپی شاخوں کو بھی وید کے مطابق ہونے سے ثبوت تسلیم کیا جائے گا ۔

۳ ۔ اس سماج میں ہر ایک صوبہ میں ایک سنٹرل سماج ہوگا ۔ اور دوسرے سماج اس کے ماتحت ہونگے

۴ ۔ سب سماجوں کی ویوستھا سنٹرل سماج کے مطابق ہوگی ۔

آریہ سماج کے اصول

۱- سب سچے علم اور علم سے جو کچھ معلومات حاصل ہوتے ہیں۔ ان سب کا اصل اصول پرمیشور ہے۔

۲- ایشور سچدانند سروپ۔ نراکار۔ سرب شکتیمان۔ نیائکاری۔ دیالو۔ اجنما۔ اجر۔ امر۔ نروکار۔ انادی۔ انوپم۔ سرو آدھار۔ سرو یشور۔ سرو ویاپک۔ سرو انتریامی۔ اجے۔ نتیہ۔ پوتر اور دنیا کا بنانے والا ہے۔ اسی کی عبادت کرنی لازم ہے۔

۳- وید سچے علوم کی کتاب ہے۔ وید کا پڑھنا پڑھانا سننا سنانا آریوں کا سب سے مقدم فرض ہے۔

۴- سچ کے قبول کرنے اور جھوٹ کے چھوڑنے میں ہمیشہ مستعد رہنا چاہئے۔

۵- سب کام دھرم کے مطابق یعنی سچ اور جھوٹ کو سوچ کر کرنے چاہئیں۔

۶- دنیا کی بھلائی کرنا اس سماج کا خاص مقصد ہے یعنی جسمانی، روحانی اور رفاہ عامہ خلائق کی ترقی کرنا۔

۷- سب سے باتحاد تمام دھرم کے مطابق جیسا مناسب ہو برتنا چاہئے۔

۸- جہالت کی تباہی اور علم کی ترقی کرنی چاہئے۔

۹- ہر ایک کو اپنی ہی بہبودی میں خوشنود نہ رہنا چاہئے۔ بلکہ سب کی بہبودی میں اپنی بہبودی سمجھنی چاہئے۔

۱۰- سب آدمیوں کو ان اصولوں کی تعمیل جو رفاہ عام سے متعلق ہوں۔ پر بس رہنا چاہئے۔ اور ان اصولوں کی تعمیل میں جو اپنی ذات سے متعلق ہوں سب خود مختار ہیں

۵۔ سنٹرل سماج میں دید انوکول سنسکرت اور آریہ بھاشا میں کئی قسم کی کتابیں موجود رہیں گی۔
اور سماج کے اصولوں کے پرچار کے لئے ایک ہفتہ وار اخبار "آریہ پرکاش" شائع ہوگا۔
۶۔ ہر ایک سماج میں ایک پردھان ہوگا۔ ایک منتری اور دوسرے استری پرش سب سبھاسد ہونگے۔
۷۔ پردھان سماج کی ویوستھا کا خیال رکھیگا۔ اور منتری سب پرکار کی خط و کتابت کرے گا۔
۸۔ ست پرش، انساہی، سداچاری، اور پرُاپکاری اشخاص ہی اس سماج کے ممبر ہو سکیں گے۔
۹۔ ہر ایک گرہستی ممبر کو واجب ہے۔ کہ گھر کے کاموں سے فرصت ملنے پر جس طرح گھر کے کاموں میں محنت کرتا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ محنت اس سماج کو ترقی دینے کے لئے کرے۔ جو ممبر گرہستی نہ ہوں۔ وہ اپنی تمام تر کوششیں اس کام میں صرف کریں۔
(۱۰) ہر آٹھویں دن پردھان، منتری اور سب سبھاسد سماج مندر میں اکٹھے ہوں۔ اور سب کاموں سے اسے مقدم جانیں۔
۱۱۔ اکٹھے ہوکر پریم سے وارتالاپ کریں۔ پھر سام وید پر پرمیشور، ست دھرم، ست اپدیش سے متعلق مضامین پر باجہ سے بھجن گائیں۔ اور انہی مضامین پر وید منتروں کے ارتھوں کی تشریح کی جائے۔
۱۲۔ ہر ایک سبھاسد دیانتداری اور نیک نیتی سے جو روپیہ کمائے۔ اس میں سے ایک فیصدی آریہ سماج، آریہ ودیالیہ اور آریہ پرکاش کے پرچار کے لئے آریہ سماج کو چندہ دے۔
۱۳۔ جو شخص ان کاموں کے لئے جتنی زیادہ محنت کرے، اس کی اتنی ہی زیادہ عزت حوصلہ افزائی کے لئے ہونی چاہئے۔
۱۴۔ اس سماج میں ویدوں کے مطابق ایک ہی پرمیشور کی ستتی پرارتھنا اور اپاسنا کی جائیگی۔ ستتی نراکار، سروشکتیمان، نیائے کاری، اجنما، اننت، نروکار، انادی، انپم، دیالو، سرو آدھار، اور ست، چت اور آنند وغیرہ گنوں والے پرماتما کا بھجن کیرتن، اسی سے پرارتھنا کرنا، اسی سے سب نیک کاموں میں امداد چاہنا۔ اور اپاسنا سے اس کے آنند سروپ میں محو ہو جانا ہے۔ پس ایسے پرمیشور کی ہی بھگتی کرنی چاہیئے۔ اس کے سوائے اور کبھی کسی دیوی دیوتا کی پوجا نہ کرنی چاہیئے۔
۱۵۔ اس سماج میں تمام سنسکار ویدک ریتی سے کئے جائیں گے۔
۱۶۔ اس سماج کی طرف سے شریف اور قابل لوگ اپدیش کے لئے وقتاً فوقتاً باہر بھیجے جایا کریں گے۔

۱۷-استری اور پُرش دونوں کے لئے الگ الگ آریہ ودیالے جاری کئے جائیں گے۔ استریوں کے لئے ادھیاپکا وغیرہ کا کام استریوں ہی کے سپرد ہوگا۔ اور پُرشوں کے ودیالیہ میں سب کام پُرش کریں گے ؀

۱۸-اس سماج میں پردھان وغیرہ سب سبھاسدوں کو پرسپر پریم پریتی سے، غرور، تعصب، ضد اور غصہ چھوڑ کر نیک دلی سے ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے ؀

۲۰-جو آدمی ان اصولوں کے بموجب زندگی بسر کرنے والا، دھرماتما، شریف ہو ــــــ اس کو اعلیٰ ممبران میں داخل کیا جائے۔ جو ایسا نہ ہو۔ اُسے عام ممبر رکھا جائے۔ اور جو صاف طور پر بدچلن ہو، اُس کو سماج سے نکال دیا جائے۔ مگر یہ دونو کام پکھشپات یعنی رو رعایت سے نہیں۔ بلکہ شریف ممبران کے مشورہ سے کیا جائے ؀

۲۱-جب بیاہ، پیدائش، موت یا کوئی اور دان کا موقعہ ہو تو آریہ سماج کا خیال رکھا جائے۔ دھرم کا ایسا کام کوئی دوسرا نہیں۔ یہ سمجھ کر آریہ سماج کو کبھی فراموش نہ کریں ؀

۲۲-ان اصولوں میں اگر کسی پرکار کی کمی بیشی کرنی ہوگی تو سب ممبران کے مشورہ سے اور سب کو اطلاع دے کر کی جائے گی ؀

ان کے علاوہ چند اور بھی اصول وضع کئے گئے تھے۔ جن پر لوگوں نے دستخط کر کے یہ پرتگیا کی۔ کہ ہم لوگ تن۔ من اور دھن سے آریہ دھرم کا پرچار کریں گے ؀

شاستر ارتھ بمبئی

بمبئی میں آریہ سماج قائم کر کے سوامی جی احمد آباد چلے گئے۔ لوگوں نے سمجھا۔ کہ اب وہ پھر بمبئی نہیں آئینگے۔ اور چونکہ وہاں آریہ سماج بھی باقاعدہ کام کرنے لگ گیا تھا۔ اس لئے بھی وہاں کے پنڈتوں نے اپنی فضیلت کی ڈینگ مارنے اور آریہ سماج کو کمزور کرنے کی نیت سے یہ مشہور کر دیا کہ ہم سوامی جی کے ساتھ شاستر ارتھ کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ مگر افسوس کہ وہ بغیر اطلاع دیئے چلے گئے۔ چنانچہ کئی لوگوں نے اس مطلب کے اشتہارات بھی شہر میں چسپاں کرا دیئے۔ اس پر بمبئی آریہ سماج نے مناسب خیال کیا۔ کہ سوامی جی کو پھر بمبئی بُلایا جائے۔ چنانچہ منتری سماج نے آپ کو تار دیا اور سوامی جی واپس تشریف لے آئے۔ اور آتے ہی پنڈت لوگوں کو چیلنج دے دیا۔ جب اُنہوں نے سُنا۔ کہ سوامی جی سچ مچ بمبئی پہنچ گئے ہیں۔ تو اُن کے اوسان خطا ہو گئے۔ لگے ادھر اُدھر مُنہ چھپانے

مگر بمبئی آریہ سماج انہیں اس طرح کب خاموش بیٹھنے دیتا تھا۔ سماج نے ایک وکیل کی معرفت وہاں کے مشہور پنڈت کنول نین کو شاستزارتھ کے لئے للکارا۔ اب تو پنڈت صاحبان کو شاستزارتھ سے انکار کرنا مشکل ہوگیا۔ چنانچہ ۱۲ جون ۱۸۷۵ء کو سنیچر کے دن فرام جی کاؤس جی انسٹیٹیوٹ میں شاستزارتھ ہونا قرار پایا۔

سنیچر وار کو لوگ وہاں مقررہ وقت سے پہلے ہی جمع ہونے لگے۔ شہر کے قریباً قریباً تمام سیٹھ، پنڈت اور معزز لوگ تشریف لائے۔ سوامی جی ٹھیک تین بجے ہال میں داخل ہوئے۔ سٹیج خوب سجائی گئی تھی۔ ایک اونچی جگہ پر دو کرسیاں بچھی تھیں، ایک سوامی جی کے لئے، دوسری پنڈت جی کے لئے۔ ان دونوں کرسیوں کے درمیان کوئی ڈیڑھ سو کتابیں حوالہ جات کے لئے رکھی گئی تھیں۔ پلیٹ فارم کے نیچے آٹھ کرسیاں اخبارات کے نامہ نگاروں کے لئے رکھی تھیں۔ سوامی جی کے آنے کے آدھ گھنٹہ بعد پنڈت کمل نین تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ ۲۵۔۳۰ شاگردوں کے علاوہ کئی مارواڑی سیٹھ ساہوکار تھے۔ صدر جلسہ راؤبہادر سیٹھ بیچرداس قرار پائے۔ انہوں نے ایک مختصر تقریر میں کہا۔ کہ ہم سب مورتی پوجک ہیں۔ اور میں خود بھی ایک مورتی پوجک ہوں۔ سوامی دیانند آج یہ ثابت کریں گے۔ کہ مورتی پوجا وید کے خلاف ہے۔ یہ سن کر کسی کو غصہ کرنا مناسب نہیں۔ بلکہ آپ لوگ بڑے غور سے سوامی جی کی تقریر کو سنیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ سچا راستہ کونسا ہے۔

اس کے بعد کمل نین جی کھڑے ہوکر بولے ——— پیشتر اس کے کہ شاستزارتھ شروع ہو، یہاں بیٹھے تمام پنڈت لوگ یہ بتادیں۔ کہ وہ کس عقیدہ سے تعلق رکھتے ہیں"۔ لوگوں نے بہت کہا۔ کہ اس بات کا مضمون زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ آپ کا اس سے کوئی مطلب حل ہوسکتا ہے۔ مگر پنڈت جی اپنی ضد پر قائم رہے۔ صدر جلسہ نے بھی پنڈت جی کے اس مطالبہ کو غیر ضروری قرار دیا۔ اب پنڈت جی نے صدر کا سوال چھیڑ دیا۔ اور بولے۔ صدر وہ شخص ہونا چاہئے۔ جو کسی فرقہ سے تعلق نہ رکھے۔

پنڈت جی کو پینترا بدلتے دیکھ سوامی جی بولے ——— کمل نین جی! آج کا دن بڑا مبارک ہے۔ کہ آپ سچ جھوٹ کا فیصلہ کرنے کے لئے یہاں تشریف لائے ہیں۔ اور اس قدر لوگ جو اکٹھے ہوئے ہیں۔ وہ بھی اس خیال سے آئے ہیں۔ کہ سچ جھوٹ کا فیصلہ کر سکیں۔ اگرچہ فیصلہ کے لئے

غیر جانب دار صاحب صدر موجود ہیں، لیکن اُن سے بھی بڑے مُنصف چاروں وید ہیں۔ جو یہاں میز پر رکھے ہیں۔ آپ کرپا کر کے اِن ویدوں میں سے پران پرتشٹھا (جس سے مورتی میں پران آ جاتے ہیں) آواہن (جس سے اُن کو بلایا جاتا ہے) وسرجن (جس سے اُن کو وداع کیا جاتا ہے) پوجن جس سے انہیں پرسّن اور آسندت کیا جاتا ہے) وغیرہ کے متعلق کوئی منتر نکال کر اس کا ارتھ کیجئے۔ تا کہ سچ اور جھوٹ کو لوگ معلوم کر سکیں۔ نیز میں اور آپ جو تقریریں کریں گے۔ اُن کو پنڈت لوگ لکھتے جائیں گے۔ اور بعد میں صدر، میرے اور آپ کے دستخطوں سے اُن کو شائع کر دیا جائے گا۔

پنڈت جی نے کسی بھی معقول بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ جب لوگوں نے پنڈت جی کو اس طرح شاستر ارتھ سے گریز کرتے دیکھا۔ تو زور زور سے آوازے کسنے لگے۔ پنڈت جی کو بھاگنے کا موقعہ مل گیا۔ اور وہ اُٹھ کر چلنے لگے۔ صدر جلسہ نے کہا ــــ مہاراج! آپ بغیر بولے چلے جاتے ہیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ دیکھو ہزاروں آدمی اس لئے آئے ہیں۔ کہ آپ مورتی پوجا کو ویدوں سے ثابت کریں گے۔ اور سوامی دیانند اس کی تردید میں حوالہ جات دیں گے۔ اور آخیر میں کھرا کھوٹا پرکھا جائے گا۔ آپ کے اس طرح بلا وجہ چلا جانے سے لوگ سمجھیں گے۔ کہ آپ کا پکش کمزور ہے۔ اور مورتی پوجا وید کے خلاف ہے۔

سوامی جی نے کمل نین جی سے کہا۔ کہ اس وقت مورتی پوجا سے لاکھوں آدمیوں کی روزی چلتی ہے۔ اگر آپ اِس موقعہ پر ویدوں سے اس کا ثبوت نہ دیں گے۔ تو کیوں کر اُن کی روزی بنی رہ سکتی ہے۔ آپ مورتی پوجا کو سدھ کرنے سے گریز کریں گے۔ تو مجھے لازمی طور پر اس کا کھنڈن کرنا پڑیگا۔

پنڈت جی نے اِن تمام باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا۔ اور اپنے چیلوں سمیت ہال سے باہر نکل گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سارے مجمع پر سوامی جی کی سچائی چھا گئی۔ اور لوگوں کا دل مورتی پوجا سے ہٹ گیا۔

سوامی جی ابھی بمبئی ہی میں تھے۔ کہ ضلع ہوشیار پور پنجاب کے موضع ہریانہ کی مائی بھگوتی نے سوامی جی کا لکھا ستیارتھ پرکاش پڑھا۔ مائی جی کے خیالات ویدانت کی طرف مائل تھے۔ اور وہ جوانی ہی میں گھر چھوڑ بیٹھی تھیں۔ ستیارتھ پرکاش کے مطالعہ سے مائی جی کے خیالات ویدانت سے یک قلم ہٹ گئے۔ ساتھ ہی سوامی جی کے درشنوں کی خواہش پیدا ہوئی۔ آخر کار اپنے بھائی چونی لال کو ساتھ

لے کر آپ بمبئی جا پہنچیں۔ سوامی جی استریوں کو اپدیش نہیں دیتے تھے۔ مگر اتنی دور سے آئی ہوئی بی بی سے پردہ کی اوٹ میں بیٹھ کر بات چیت کرنا سوامی جی نے منظور کر لیا۔ سوامی جی خیمہ کے اندر رہے اور مائی جی کو باہر بیٹھنے کی آگیا دی۔ چند ایک سوالوں کا تسلی بخش جواب پا کر مائی جی کی تمام شنکائیں دور ہو گئیں۔ مائی جی نے چلتے وقت کہا ——— مہاراج! میرے یوگیہ سیوا ہو تو آگیا کریں۔ سوامی جی بولے ——— سیوا یہی ہے۔ کہ جتنی ہمت ہے، اس سے اپنی بہنوں کو جگاؤ۔ اور ان میں ودیا پھیلاؤ۔ چنانچہ مائی جی نے ہریانہ واپس آتے ہی پاٹھشالہ جاری کر دی۔ اور آخری دم تک پرچار کا کام کرتی رہیں۔

بمبئی کے قیام کے دوران ہی میں سوامی جی نے "سنسکار ودھی"، اور "آریہ بھونے" نامی دو کتابیں شائع کیں۔ اور وید بھاشیہ کا کام بھی شروع ہو گیا۔

پونے کا سوانگ

پونا ہائی کورٹ کے جج شری گووند راناڈے نے سوامی جی سے پونا آنے کی پرارتھنا کی۔

اس پرارتھنا پر سوامی جی یکم جولائی ۱۸۷۵ء کو بمبئی سے پونا پہنچے۔ یہاں سوامی جی نے پندرہ* لیکچر دیئے۔ ان لیکچروں نے پیشواؤں کی راجدھانی پونا کو بیدار کر دیا۔ پونا کے لوگ آپ کے اپدیش پر ایسے لٹو ہوئے۔ کہ ایک دن آپ کی عزت کے لئے نگر کیرتن کیا۔ سوامی جی کی سواری کے تمام انتظامات راناڈے کے ذمہ تھے۔ سوامی جی کو ہاتھی پر سوار کیا گیا۔ آگے باجے گاجے اور بھجن ہوتے تھے۔ جج مہاشہ اور ہزار ہا لوگ ساتھ تھے۔ اسی طرح سارا شہر پھرے۔

مخالفوں کو یہ دیکھ کر آگ لگ گئی۔ دوسرے دن ایک آدمی کا منہ کالا کر گدھے پہ چڑھا کر سارے شہر میں پھرایا۔ اور اس کو سوامی دیانند کہہ کر اس پہ اینٹ پتھر پھینکتے۔ اور اس کو گالیاں دیتے ہوئے جا رہے تھے۔

آریوں کے پاس ہاتھی تھا، بھجن تھے، باجے تھے؛ انہوں نے یہ سب کچھ دکھائی۔ مخالفوں کے پاس گدھا تھا، گالیاں تھیں، پتھر تھے، انہوں نے اسی سے نگر کیرتن کیا۔

* یہ لیکچر پونا کے مرہٹی زبان کے ایک رسالہ "لوک ہت وادی" میں شائع ہوئے تھے۔ بعد ازاں سوامی شردھانند جی نے انہیں "اپدیش منجری" کے نام سے اردو و ہندی میں ترجمہ کیا۔ لیکچروں کا یہ مجموعہ آریہ پستکالیہ دسرسوتی آشرم لاہور سے مل سکتا ہے۔

کسی بھگت نے سوامی جی کو خبر دی، کہ بازار میں یہ شور و غل مچا ہؤا ہے۔ سوامی جی ہنسے اور ایک ایک بات کا جواب نہائت فراخ دلی سے دیا، جو سُننے لائق ہے ؛

بھگت۔ مخالف لوگ آپ کو گالیاں دیتے ہیں ؛

سوامی جی۔ اچھا ہے، گالیوں سے پیٹ خالی ہو لیگا۔ تو اچھے الفاظ کہیں گے۔ لہٰذا اس میں میری بڑائی ہے ؛

بھگت۔ ایک آدمی کا مُنہ کالا کر، گدھے پر چڑھا دیا ہے۔ اور آپ کے نام سے پکارتے ہیں ؛

سوامی جی۔ سچے دیانند کو کوئی سیاہی نہیں لگی۔ اور بناوٹی دیانندوں کا مُنہ کالا ہونا ہی ہؤا ؛

بھگت۔ آپ کا نام لے کر پتھر پھینکتے ہیں ؛

سوامی جی۔ کل پتھر پوجتے تھے، آج پھینکتے ہیں۔ لہٰذا میری بات مان گئے ؛

بھگت۔ آپ کو جنم سے نیچ کہتے ہیں ؛

سوامی جی۔ میں بھی تو یہی کہتا ہوں۔ کہ جنم سے سب نیچ ہیں۔ جس نے پڑھا پڑھایا۔ وہ برہمن ہو گیا۔ دھرم کے لئے لڑا تو کھشتری ہؤا۔ بیوپار یا کھیتی کی تو ویش ہؤا۔ ورنہ شودر۔ میں نے براہمن کے گھر جنم لیا تھا۔ براہمن کے بیٹے کو جنم سے نیچ مانا۔ تو میرے ہی سدھانت پر آ گئے۔ مجھے تو یہ بات سُن کر خوشی ہوئی ہے ؛

اِس طرح مخالفین کی لعن طعن کے بھی اچھے معنیٰ نکالتے اور ہنستے رہے۔ آخر کار پونا میں بھی آریہ سماج قائم ہو گیا ؛

پونا میں سوامی جی نے بڑی جرأت سے مورتی پوجا کا کھنڈن کیا۔ اور معزز بن و تعلیم یافتہ لوگوں کی وِدّیا اور سچائی کے قائل ہو گئے۔ مگر مندروں کے پجاری اور برہمن خفیہ سازشوں میں دن رات لگے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دن سوامی جی نے ایک مندر میں اُن کو اکٹھے پایا۔ خوف تو کبھی نزدیک تک نہ پھٹکا تھا۔ وہیں مندر کے سامنے پتھر پر کھڑے ہو گئے۔ اور زور سے اُنہیں پکار کر کہنے لگے۔ اچھا بتاؤ۔ اُس مورتی میں جو اندر ہے۔ اور اس پتھر میں جس پر میں کھڑا ہوں فرق کیا ہے ؟ سوامی جی کی گرج سُنکر مخالف لوگ یہ جا وہ جا ہو گئے ؛

دو ماہ کے قیام کے بعد سوامی جی پھر بمبئی پدھارے۔ اب کی بار آپ نے سماج مندر میں ڈیرہ لگایا

یہاں آپ کے پاس برہم سماج کے لیڈر بابو نوین چندر رلے، بابو پرتاپ چندر موزمدار اور ڈاکٹر بھنڈارکر سے مختلف مضامین پر گفتگو ہوتی رہی ؛

بمبئی کے بڑے پادری ولسن صاحب کو سوامی جی نے کئی بار دھرم چرچا کے لئے بلایا۔ مگر وہ سامنے نہ آیا۔ تب آپ نے سوالات لکھکر اُس کے پاس بھیجے۔ اس پر بھی وہ چپ رہا۔ آخرکار سوامی جی خود ایک روز اُس کے مکان پر پہنچے۔ وہ بڑے تپاک سے ملا۔ سوامی جی نے بات چیت کا سلسلہ شروع کیا۔ تو اُس نے عدم فرصت کا بہانہ کرکے ٹال دیا۔ کہ میں خود آپکے پاس کسی دن حاضر ہوں گا۔ تو بات چیت کرونگا۔ بعد ازآں جب تک سوامی جی بمبئی میں رہے۔ پادری صاحب نے شکل تک نہ دکھائی بلکہ شہر ہی سے باہر چلے گئے ؛

انہی دنوں سوامی جی کو جرمنی سے مسٹر میکس مُولر کی چٹھی موصول ہوئی تھی۔ جس میں اُنہوں نے سوامی جی کو جرمنی آنے کی درخواست کی تھی۔ اور لکھا تھا۔ کہ وہ ملک بڑا خوش نصیب ہے۔ جہاں آپ کا جنم ہوا ہے۔ سوامی جی نے جواب میں لکھا۔ کہ میرا آنے کا ارادہ تو تھا۔ مگر یہاں کے لوگ ابھی مجھے ناستک کہتے ہیں۔ جب تک میں اس دیش کو یہ نہ بتا دوں۔ کہ میں کیسا ناستک ہوں۔ تب تک کسی دُوسرے ملک میں نہیں جا سکتا ؛

بعد ازآں فرخ آباد، قائم گنج، کاشی، جون پور، اجودھیا، لکھنؤ ہوتے ہوئے سوامی جی مُنشی اندرمن کی درخواست پر دسمبر ۱۸۷۶ء میں مُرادآباد پہنچے۔ وہاں اُن کو راجہ جے کشن داس سی، ایس، آئی کے بنگلہ میں ٹھیرایا گیا۔ اُسی بنگلہ کے چبوترے پر سوامی جی ہر روز شام کے وقت سبھا لگاتے اور لیکچر دیتے تھے۔ گو شہر کے پنڈتوں نے سوامی جی کے خلاف بہت کچھ کولاہل مچایا، لیکن شاستراتھ کے لئے کوئی سامنے نہ آیا ؛

پادری پارکر صاحب پندرہ روز تک سوامی جی سے تبادلۂ خیالات کرتے رہے۔ یہ تبادلہ خیالات راجہ جے کشن داس صاحب کے بنگلہ پر تین تین گھنٹے تک جاری رہتا تھا۔ کنور پرمانند، ماسٹر رُوپ کشور، ماسٹر ہری سنگھ، ڈپٹی امداد علی، بابو رام چندر بوس، ایک انگریز پادری وغیرہ ۴۰۔۵۰ آدمی جایا کرتے تھے، آخری دن کا مضمون تھا ——— دُنیا کب بنی؟ پادری صاحب کا دعویٰ تھا کہ دُنیا کو بنے پانچ ہزار سال ہوتے ہیں۔ سوامی جی اُٹھ کر دُوسرے کمرے میں گئے۔ اور وہاں سے

ایک بلوری پتھر لا کر سوال کیا۔ کہ آپ لوگ سائنس جانتے ہیں۔ بتایئے اس پتھر کو اس حالت میں آنے کے لئے کتنے سالوں کی ضرورت ہوگی؟ پادری صاحب نے جواب دیا ـــــ کئی لاکھ سالوں کی۔ اس پر سوامی جی نے کہا۔ جب دنیا کو بنے پانچ ہزار سال ہوئے ہیں۔ تو یہ پتھر کیسے بن گیا؟ اس پر پادری صاحب بہت شرمندہ ہوئے اور ادھر ادھر کی باتیں کر کے معاملہ کو ٹالنے لگے ؎

دہلی دربار

۱۸۷۷ء میں لارڈ لٹن نے دہلی دربار کیا، جس میں ہندوستان بھر کے راجے، رئیس، تمام صوبوں کے گورنر اور انگریز و ہندوستانی شامل ہوئے۔ سوامی جی کو پرچار کی دھن تھی۔ ایسا بڑا اسیلہ ہاتھ سے جائے، یہ ناممکن تھا۔ علاوہ ازیں مہاراجہ اندور نے بھی سوامی جی کو اس موقعہ پر دہلی تشریف لانے اور پرچار کرنے کا مشورہ دیا۔ اُن کا ارادہ تھا۔ کہ والیانِ ریاست کے کیمپ میں بھی سوامی جی کے لیکچر کا انتظام کیا جائے ؎

سوامی جی دسمبر ۱۸۷۶ء کے آخیر میں ٹھاکر مکند سنگھ و دیگر بھگتوں کے ہمراہ دہلی پہنچے۔ اجمیری دروازہ کے باہر شیر مل کے انار باغ میں آپ کے واسطے پہلے ہی سے شامیانے نصب کئے گئے تھے۔ باغ کے نزدیک ہی راجوں اور رئیسوں کے خیمے تھے۔ سوامی جی کے کیمپ کے دروازے پر ایک بورڈ لگایا گیا تھا۔ جس پر موٹے الفاظ میں لکھا تھا ـــــ "سوامی دیانند سرسوتی کے رہنے کی جگہ"۔ راجہ جے کشن داس سی۔ ایس۔ آئی، ٹھاکر مکند سنگھ رئیس چھلیسر، ٹھاکر گوپال سنگھ رئیس کرنواس، حکیم رام پرساد علی گڈھ، منشی اندرمن رئیس مراد آباد، ٹھاکر بھوپال سنگھ رئیس دہلی، پنڈت بھیم سین، بابو ہریش چندر چنتا منی بمبئی، اور لکشمی نارائن رئیس بریلی۔ وغیرہ اصحاب بھی سوامی جی کے پاس ہی ٹھہرے۔ جہاں راجوں کے کیمپوں کی شان تھی، وہاں سوامی دیانند سرسوتی کے ڈیرے کی بھی دھوم تھی۔ آپ نے وہاں اُپدیشوں کی جھڑی لگا دی۔ شہر میں جابجا اشتہارات تقسیم کرائے گئے، اور راجاؤں کے ڈیروں پر بھی لگوا دیے۔ ایک ایک کاپی ہر ایک راجہ مہاراجہ اور رئیس تعلقہ دار کے پاس بھی خاص طور پر بھیجکر یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ یہ اچھا موقعہ ہے۔ اپنے پنڈتوں کے ساتھ شاسترارتھ کرا کے سچ جھوٹ کا فیصلہ کر لیں۔ اور جو سچ ہو۔ اُسے قبول فرمائیں۔ مہاراجہ اندور نے بھی کوشش کی۔ کہ ایک دن بھارت کے تمام راجگان اکٹھے ہو کر



دلی دربار کے موقعہ پر دھرم چرچا

سوامی جی کا اُپدیش سن لیں۔ لیکن راجاؤں کی عدیم الفرصتی کے باعث یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی ۔

ہندوستانی راجاؤں سے اپنی خواہش پوری نہ ہوتے دیکھکر سوامی جی نے ایک دن ہندوستان کے مختلف جانبوں اور دھرموں کے کارکنان کو اپنے ڈیرے پر مدعو کیا۔ چنانچہ سر سید احمد خاں، بابو کیشو چندر سین۔ بابو نوین چندر رائے، بابو ہریش چندر چنتامنی، منشی کنہیالال الکھدھاری، منشی اندرمن یہ چھ اصحاب تشریف لائے۔ ساتویں سوامی دیانند تھے۔ سب نے مل کر ہندوستان کی بہتری پر غور کیا۔ سوامی جی نے تقریر کرتے ہوئے کہا ۔۔۔ "ہم سب اس وقت مذہبی اصلاح کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ہمیں چاہئے۔ کہ اپنے اپنے شکوک رفع کر کے سچے ویدک دھرم کو نیک نیتی سے قبول کریں۔ اور سب مل کر ایک ہی طریقہ سے اصلاح کریں۔ تاکہ ملک کا جلد سُدھار ہو جائے۔ انہوں نے یہ بھی کہا۔ کہ علیحدہ علیحدہ سبھائیں قائم کرنے کی بجائے اگر ہم مل کر ایک ہی دھرم کا پرچار کریں۔ تو ٹھیک ہوگا" افسوس! کہ سوامی جی کی یہ تقریر سُنکر بھی لیڈر لوگ اپنی تنگ دلی کو نہ چھوڑ سکے۔ اور ایک نہ ہوئے ۔

ایک دن بابو کیشو چندر سین نے سوامی جی کو یہ مشورہ دیا۔ کہ اگر آپ کہہ دیں۔ کہ "میں جو کچھ کہتا ہوں۔ ایشور کی طرف سے کہتا ہوں۔ اور ایسا ہی اپدیش کریں۔ تو بڑی کامیابی ہو"۔ سوامی جی نے اس پیغمبری ڈھونگ کو اختیار کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ کہا ۔۔۔ "ایشور سروانتریامی ہے۔ کیا وہ کسی کے کان میں کچھ کہنے آتا ہے۔ میں ایسا جھوٹ نہیں کہہ سکتا"۔

دہلی میں سوامی جی کے درشن کر کے اور لیکچر سن کر پنجابی لوگ بہت خوش ہوئے۔ اپنے صوبہ کے لوگوں کو سوامی جی کے خیالات سے مستفید کرانے کی غرض سے ایک دن جالندھر کے رئیس سردار بکرم سنگھ، منشی کنہیالال صاحب الکھدھاری رئیس لدھیانہ وغیرہ اصحاب نے سوامی جی سے پرارتھنا کی۔ کہ پنجاب پر بھی کرپا کریں۔ سوامی جی نے اُنکی بات کو بخوشی منظور کیا۔ اور بولے۔ کہ اب ہم جلد آپ کے دیش میں آئیں گے ۔

میرٹھ اور سہارنپور

دہلی سے چل کر سوامی جی ۶ جنوری کو بھیم سین کے ہمراہ میرٹھ پہنچے۔ اور ڈپٹی مہتاب سنگھ کی کوٹھی واقعہ سورج کنڈ میں ٹھیرے۔ لوگ آنے جانے لگے۔ اور بحث مباحثہ کر کے اپنے شکوک رفع کرنے لگے ۔

اُن دنوں سوامی جی حقہ پیا کرتے تھے۔ ایک دن پنڈت بھاگیرتھ لال نے پوچھا ”آپ حقہ پیتے ہیں۔ یہ وید میں کہاں لکھا ہے؟“ سوامی جی بولے ”اس کی ممانعت بھی تو وید میں کہیں نہیں لکھی ہے“۔ تب پنڈت جی بولے ”آپ سنیاسی ہو کر حقہ پیتے ہیں“۔ سوامی جی بولے۔ ”اگر آپ کو حقہ برا معلوم دیتا ہے۔ تو لیجئے۔ میں آج سے چھوڑتا ہوں“ یہ کہا اور حقہ پھینک کر توڑ ڈالا ۔

میرٹھ میں سوامی جی علی الصبح ۳ بجے اُٹھتے تھے۔ اور شدت کی سردی ہونے پر بھی محض ایک لنگوٹ پہن کر ننگے بدن ہاتھ میں ایک موٹا ڈنڈا لئے باہر جایا کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ باہر سے نیچے کی طرف آ رہے تھے۔ تو آگے اونچی سڑک پر ایک سپاہی پہرے پہ کھڑا تھا۔ ایک غیر معمولی لمبے گرانڈیل آدمی کو ڈنڈا ہاتھ میں لئے ڈگ بڑھاتے آتا دیکھکر سپاہی دوسری طرف کو ہونے ہی لگا ہی تھا کہ سامنے والا قوی ہیکل دیو سڑک کے اوپر کو چڑھنے لگا۔ سپاہی کی گگھی بندھ گئی۔ اور دھڑام سے زمین پہ آ رہا۔ سنیاسی نے ترس کھا کر قدم بڑھایا۔ اور سپاہی کو اُٹھانا چاہا۔ جس پر سپاہی اور گھبرایا آخر چار چھ آدمی ادھر اُدھر سے آ گئے۔ جو چار پائی پر اُٹھا کر اُسے تھانہ میں لے گئے۔ سپاہی نے بعد میں بیان کیا۔ کہ ہوش آنے پر جب اُسے معلوم ہوا۔ کہ ایک بڑے مہاتما سادھو آئے ہوئے ہیں جنہیں دیکھکر وہ ڈر گیا۔ تو وہ مہاراج کے درشنوں کو گیا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ پراتہ کال کے بھرمن سے واپس آتے ہوئے مہاراج کو پرنام کرتا۔ اس طرح جہاں بال برہمچاری کے جسمانی جلال کا بیحد رعب طاری ہوتا تھا۔ وہاں اُن کی روحانی بزرگی کا سکہ آپ سے آپ جم جاتا تھا ۔

ایک دن سکاٹ صاحب نے پوچھا ”مہاراج! سنا جاتا ہے۔ کہ سوامی شنکر آچاریہ اپنی روح کو اپنے جسم سے نکال کر دوسرے کے جسم میں داخل کر دیتے تھے“ سوامی جی بولے ”اتنا تو میں بھی کر سکتا ہوں“ کہ تمام جسم سے ساری جیون شکتی کو کھینچ کر جسم کے ایک حصہ میں جمع کر دوں۔ اور باقی سارا جسم مُردہ معلوم دے۔ ابھیاس چھوڑے عرصہ ہو گیا۔ تاہم جب کہو تو عمل دکھا سکتا ہوں۔ جب میرے جیسا اوسط درجہ کا ابھیاسی بھی اس قدر کر سکتا ہے۔ تو ایک قدم آگے چڑھانے پر دوسرے جسم میں آتما کو داخل کر سکنا ناممکن نہیں معلوم ہوتا۔ باقی رہا یہ کہ شنکر آچاریہ نے ایسا کیا تھا یا نہیں۔ یہ تاریخی واقعہ ہے میرا ذاتی علم اس بارے میں کچھ نہیں ہو سکتا ۔

یہاں بھی مخالفوں نے مخالفت پر کمر باندھی - مولوی عبد الغنی اور عبد اللہ صاحب نے مباحثہ کے لئے
علیحدہ علیحدہ خط وکتابت کی - اُدھر عیسائیوں نے بھی چرچا چھیڑی - تیسری طرف دھرم رکھشنی سبھا نے
شور مچایا - چوتھی طرف شہر کے روساء و پنڈتوں نے مخالفت کا بیڑا اٹھایا - مگر سوامی جی نے سب کو
لاجواب کر دیا - اوپدیش بھی خوب پرچار کیا - لیکچر دیئے ، سوالات کے جوابات دیئے اور مباحثوں کے
مخالفوں کی لمبی چوڑی خط وکتابت کا خاطر خواہ جواب دیا - سوامی جی کی قابلیت کا لوہا سب مانتے تھے -
کسی کو سامنے آنے کا حوصلہ نہ ہوا - لوگوں پر سوامی جی کی سچائی نے اثر کیا - نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں بھی آریہ
سماج قائم ہو گیا - اور اوّل ہی اوّل ممبران کی تعداد سو سے بھی بڑھ گئی ؎

یہاں لوگوں کو اپنے امرت روپی اپدیشوں سے نہال کر کے سوامی جی ۴ فروری ۱۸۷۹ء کو سہارن
پور پہنچے - یہاں لالہ کنہیا لال کے شوالہ اور چندر گپتا کے مندر میں آریہ کول ٹھہرے - اور یہاں سے آتے "
[illegible] کی مہما " " سرشٹی اتپتی " " سکھی و دکھی کون ہے " وغیرہ مضامین پر آپ کے زبردست لیکچر ہوتے
عام پبلک و معززین شہر - بڑی تعداد میں لیکچروں میں شامل ہوتے رہے - سکھی دکھی آدمی کی تشریح
کرتے ہوئے سوامی جی نے ایک بڑے ساہوکار کی مثال دی - کہ جس پر عدالت میں مقدمہ چل رہا
تھا - پیشی کے روز ساہوکار پالکی میں سوار ہو کر گیا - جوں جوں کچہری نزدیک آتی تھی - پالکی اٹھانے
والے مزدور خوش ہو رہے تھے - مگر ساہوکار کا دل گھبرا رہا تھا - کہ نہ معلوم آج کیا فیصلہ ہوتا ہے اس
سے ظاہر ہے - کہ محض دھن سے سُکھ نہیں ہوتا - سُکھ دل کی حالت پر منحصر ہے - لہٰذا دھن پر ابھیمان
کرنا مورکھوں ہی کا کام ہے - نہ کہ عقلمندوں کا - ایک دن کے لیکچر میں سوامی جی نے یہ بھی کہا تھا -
کہ دھرم کی قید میں رہنا اچھا ہے - یا آزاد رہنا - آپ نے فرمایا - کہ اکثر لوگ کہا کرتے ہیں - کہ ہم
کسی کی قید میں نہیں ہیں - اُن کا یہ کہنا سراسر غلط ہے - کیونکہ دنیاوی آدمی کسی نہ کسی بندھن (قید)
میں ضرور رہتے ہیں - اس لئے سب بندھنوں سے دھرم کا بندھن اچھا ہے - اُسی دن سے لالہ ہرونش
سکھی جی نے دھرم کے بندھن میں رہنا قبول کیا ؎

میلہ چاندا پور

اُدھر سہارن پور میں سوامی جی گرج رہے تھے ، اُدھر شاہ جہان پور سے پانچ کوس کے فاصلے
پر چاند پور نامی گاؤں میں ہر سال میلہ منانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں - میلہ کا سارا انتظام شاہجہانپور

کے مشہور رئیس منشی پیارے لال جی نے کیا۔ ہندوستان بھر کے مذہبی علماء کو دعوت دی گئی۔ چنانچہ سوامی جی کو بھی ایک دعوتی خط اور اشتہار پہنچا۔ جس میں اس مذہبی میلہ میں شمولیت کے لئے درخواست کی گئی تھی۔ سوامی جی نے اس موقعہ کو ہاتھ سے دینا مناسب نہ سمجھا۔ اور منشی اندرمن کو ساتھ لے کر ۱۵ مارچ کو چاندا پور میں رونق افروز ہوئے ۔

مسلمانوں کی جانب سے مولوی محمد قاسم۔ سید عبد المنصور صاحب، عیسائیوں کی طرف سے پادری نوبل، پادری سکاٹ، پادری پارکر، پادری جانسن صاحب اور ویدک دھرمیوں کی طرف سے سوامی جی و منشی اندرمن شامل جلسہ ہوئے۔ میلے کے آغاز سے پیشتر کئی مسلمانوں نے سوامی جی سے کہا۔ کہ ہم اور آپ مل کر عیسائیوں کا کھنڈن کریں۔ سوامی جی کی حق پسند طبیعت نے اس بات کو منظور نہ کیا۔ آپ نے کہا۔ یہ میلہ سچ اور جھوٹ کی تحقیق کے لئے کیا گیا ہے۔ اس لئے ہم سب کو واجب ہے کہ تعصب کو بالائے طاق رکھکر سچائی کا اظہار کریں۔ کسی کی مخالفت کرنا ٹھیک نہیں۔ سوامی جی چاہتے تھے کہ شاستر ارتھ کم از کم ایک ہفتہ رہے۔ مگر عیسائی پادریوں نے دو دن سے زیادہ ٹھیرنا منظور نہ کیا

۲۰ مارچ کو صبح کے ساڑھے سات بجے پنڈت مولوی اور پادری صاحبان جلسہ میں تشریف لائے۔ آدھا دن تو جلسہ کی شرائط طے کرنے میں گذر گیا۔ ایک بجے کارروائی شروع ہوئی۔ حاضرین کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ پچاس ہزار سے کم ہجوم کیا ہوگا۔ سب سے پہلے منشی پیارے لال جی نے اپنے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور بولے — بھائیو! آج کل مت متانتروں کی ملک میں باڑھ سی آ گئی ہے، جس سے سچائی کا تقریباً خاتمہ ہی ہو گیا ہے۔ اگر ہم سچے اور اصلی راستے کا پتہ لگانا چاہتے ہیں۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ تعصبات سے بری ہو کر ایک دوسرے کی دورفاقت کے سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کریں۔ اُمید ہے آپ سب وقتوں کی کرکے ان صداقت تلاش کریں گے۔ جو سچا اور بمطابق ویدہ ہوگا۔ اور جس پر چل کر ہم اپنے دھرم کی رکشا کر سکیں گے ۔

بعد ازاں باہمی مشورہ سے قرار پایا۔ کہ باری باری ہر ایک آدمی پہلے اپنے عقائد کے مطابق تقریر کرے۔ اور پھر اس میں جس کسی صاحب کو اعتراض ہو۔ اس کا جواب دیا جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے مولوی محمد قاسم صاحب اٹھے۔ فرمایا — "ہم رام، کرشن، عیسیٰ، وید، بائیبل کے مخالف نہیں ہیں۔ مگر یہ باتیں اب پرانی ہو چکی ہیں۔ جنکی حکومت کا وقت گذر چکا ہو۔ اسکی سے کوئی خدمت کرتا ہے

اور نہ اُس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ لہٰذا جو جو اوتار اور پیغمبر پہلے زمانوں میں تھے۔ اور جو جو کتابیں یعنی توریت، زبور، انجیل اُن کے عہد میں نازل ہوئی تھیں۔ اب وہ زائد المعیاد ہو چکی ہیں اُس زمانہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صاحب ہوئے ہیں۔ ہم سب کو اُن کا ہی حکم ماننا چاہئے۔ اور جو کلام اللہ یعنی قرآن شریف اُن کے عہد میں نازل ہؤا۔ اُس پر ایمان لانا چاہئے۔

اِس کے جواب میں پادری نوبل صاحب نے کہا — محمد صاحب کے پیغمبر اور قرآن کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے۔ کیونکہ قرآن میں جو باتیں ہیں۔ وہ سب بائبل سے لی گئی ہیں۔ حقیقت میں حضرت عیسیٰ مسیح خدا کے بیٹے تھے۔ اور اُن پر ایمان لانے سے ہی ہماری نجات ہو سکتی ہے۔

مولوی صاحب — ہم حضرت عیسیٰ کو اوتار اور بائبل کو آسمانی کتاب مانتے ہیں۔ مگر یہ بائبل اصل بائبل نہیں ہے۔ کیونکہ عیسائیوں نے کمی بیشی کر کے اس میں بہت سا نمک مرچ لگا دیا ہے۔ اور چونکہ وہ بروئے قرآن شریف منسوخ ہو گئی ہے۔ اس لئے بھی وہ قابل قبول نہیں ہے

پادری صاحب۔ راقم کی غلطی سے کہیں پر کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی۔ تو اُس کے درست کر دینے میں بُرائی کیا ہوئی۔ ہم لوگ سچ کو چاہتے ہیں۔ جھوٹ کو نہیں۔ اس لئے ہمارا مذہب سچا ہے۔

مولوی صاحب۔ یہ تو صحیح ہے۔ کہ درستی کرنے میں کوئی بُرائی نہیں۔ لیکن جس کتاب میں ایک بات بھی غلط ثابت ہو جائے۔ وہ کتاب کسی صورت میں قابل اعتبار نہیں رہتی۔

پادری صاحب۔ کیا قرآن شریف میں تحریری غلطی نہیں ہو سکتی؟ لہٰذا اس بات پر اصرار کرنا اچھا نہیں۔ چونکہ ہم راستی پسند ہیں۔ اس لئے راستی ہی کے متلاشی رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انجیل کی تحریری غلطی کو ہم نے قبول کیا۔

مولوی صاحب — واہ! اگر آپ اتنے ہی راستی پسند ہیں۔ تو تین خدا کیوں مانتے ہیں؟

پادری صاحب۔ ہم تین خدا نہیں مانتے۔ بلکہ وہ تینوں ایک ہی ہیں۔ یعنی واحد حقیقی سے مُراد ہے۔ عیسیٰ مسیح میں انسانیت اور الوہیت دونو ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انسان کے رُوح سے انسان کا کام اور خدا کے رُوح سے وہ خدا کا کام یعنی معجزہ دکھلاتا ہے۔

مولوی صاحب — مگر عیسیٰ نے تو کبھی اپنے آپ کو خدا نہیں کہا ہے۔ پھر آپ لوگ اُسے زبردستی

خدا کیوں بناتے ہو؟

پادری صاحب۔ حضرت عیسیٰ نے ایسے معجزات دکھلائے۔ جن سے ثابت ہے۔ کہ وہ خدا تھے بھلا کیا کوئی دانا شخص اپنے مُنہ سے اپنی تعریف بھی کرتا ہے ۔

مولوی صاحب۔ اگر وہ خدا تھا۔ تو اپنے آپ کو پھانسی سے کیوں نہ بچا سکا؟

غرضیکہ پہلے روز مسلمان اور پادریوں کے درمیان ہی شام تک بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ سوامی جی کو بولنے کا موقعہ ہی نہ ملا ۔

دوسرے دن پھر تمام اصحاب تشریف لائے۔ اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ مندرجہ ذیل سوالات جو پیشتر ہی سے منظور ہو چکے تھے۔ پڑھے گئے :-

(۱) دنیا کو پرمیشور نے کس چیز سے؟ کب؟ اور کیوں بنایا؟

(۲) ایشور ہر جگہ حاضر ناظر ہے یا نہیں؟

(۳) ایشور عادل اور رحیم کس طرح ہے؟

(۴) وید، بائبل اور قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

(۵) مکتی یعنی نجات کیا چیز ہے اور کیسے حاصل کی جا سکتی ہے؟

تھوڑی دیر تو اس بات پر جھگڑا ہوتا رہا۔ کہ پہلے کون بولے۔ آخر پادری سکاٹ پہلے سوال کے جواب میں بولے — "اگرچہ یہ سوال فضول سا ہے۔ اور اس کا جواب دینا گویا قیمتی وقت کو ضائع کرنا ہے۔ لیکن چونکہ سب کی خواہش ہے۔ کہ اس کا جواب دیا جائے۔ لہٰذا میں عرض کرتا ہوں۔ کہ خدا نے دنیا اپنی حکمت سے بنائی۔ کب بنائی؟ ہمیں معلوم نہیں۔ برسوں کی تعداد ہم کو معلوم نہیں۔ ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس نے یہ دنیا آرام کے لئے بنائی ۔

مولوی صاحب اُٹھے۔ بولے — "خدا نے دنیا کو اپنے سے بنایا ہے۔ کب بنایا ہے؟ اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں۔ روٹی کھانے سے مطلب ہے۔ روٹی کب بنی؟ اس کے جاننے کی کیا ضرورت ہے۔ دنیا انسان کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

اب سوامی جی کی باری آئی۔ آپ سب کو مخاطب کر کے بولے — "یہ میلہ سچائی کی تحقیقات کے لئے منعقد ہوا ہے۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے۔ کہ سچا مذہب کونسا ہے۔ تاکہ ہم اس سے واقف

ہوکر اسی کو اختیار کریں۔ اور جھوٹے خیالات کو چھوڑ دیں۔ پس اس موقعہ پر ہار جیت کا خیال کسی کو نہ کرنا چاہئے۔ اس کے بعد آپ نے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ پرماتما نے دُنیا کو مادہ سے بنایا ہے۔ لطیف مادہ دُنیا کا کارن ہے۔ جیسے پرمیشور انادی ہے۔ ویسے ہی دُنیا کا کارن بھی انادی ہے۔ کیونکہ علّت اور معلول کی خاصیّتیں جُدا جُدا نہیں ہو سکتیں۔ اگر دُنیا کی علّت نیستی تسلیم کی جائے۔ تو معلول بھی نیستی ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ پرماتما نے دُنیا کو اپنے آپ سے بنایا ہے۔ جیسا کہ مولوی صاحب نے کہا ہے۔ تو یہ دُنیا بھی ایشور سروپ ثابت ہوگی۔ جس طرح گھڑا مٹی سے علیحدہ چیز نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دُنیا اور پرماتما ایک ہی چیز کی دو شکلیں ہونگی۔ اس حالت میں کُتّا، بلّی، چور، بدمعاش ہونے کا الزام پرماتما ہی کے ذمہ عائد ہوگا اس لئے جو لوگ مادہ کو پرماتما سے الگ تسلیم نہیں کرتے۔ اُن کا عقیدہ غلط اور سراسر غلط ہے۔

دُوسری بات یہ کہ دُنیا کب بنی؟ اس کا جواب بھی دوسرے مذاہب والوں کے پاس نہیں۔ اور ہو بھی کیسے؟ جبکہ کسی کو جاری ہوئے ۱۸ سو سال ہوئے ہیں۔ کسی کو تیرہ سو کسی کو پانچ سو کسی کو سات سو۔ اس کا جواب ہمارے اور صرف ہمارے پاس ہے۔ کیونکہ ہم آریوں کا مذہب دُنیا کی ابتدا میں ظاہر ہوا تھا۔ سُنئے دُنیا کو بنے ایک ارب چھیانوے کروڑ آٹھ لاکھ باون ہزار نو سو چھہتر سال گذرے ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ دُنیا کیوں بنائی؟ یہ بھی بتاتا ہوں۔ رُوح اور مادہ کی علّت بذاتِ خود ازلی ہے۔ اور معلول دُنیا اور اُس کے لوگوں کے افعال ازلی ہیں۔ جب پرلے آتی ہے۔ اُس وقت بھی رُوحوں کے کچھ افعال باقی رہ جاتے ہیں۔ اُن افعال کا اجر دینے کے لئے ایشور دُنیا کو پھر بناتا ہے۔ اور سلسلہ بدستور جاری رہتا ہے۔

لوگوں نے یہ باتیں پہلے کبھی نہ سُنی تھیں۔ اُن کو اس بات کا علم نہ تھا۔ کہ آریہ دھرم میں بھی کوئی ایسا وِدوان ہے۔ جو دُوسرے مذاہب والوں کو لاجواب کر سکتا ہے۔ اس لئے لوگ حیران ہو رہے تھے۔ پادری اور مولوی صاحب بھی اندر ہی اندر گھبرا رہے تھے۔ سوامی جی کے بیٹھ جانے پر مولوی محمد قاسم صاحب اُٹھے اور سوال کیا —— جب پانچ تتو انادی ہیں۔ تو پھر ایشور کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اُن کے باہمی ملاپ سے دُنیا کی ہستی اور علیحدگی سے پرلے خود بخود ہو جایا کریگی۔

لہٰذا اس سے ایشور کا ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے۔؟

سوامی جی بولے ــــــ پانی، مٹی اور ضروری اشیاء کے ہوتے ہوئے بھی جیسے کمہار کے بغیر خود بخود گھڑا نہیں بن جاتا، اُسی طرح ازلی پانچ عناصر کے رہتے ہوئے بھی ایشور کے بغیر دُنیا کی پیدائش و اُس کی پرلے نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا دُنیا کو بنانا، پرلے کرنا اور رُوحوں کے افعال کا اجر دینا ایشور کا ہی کام ہے۔ بغیر اُس کے دُنیا کی پیدائش ہو ہی نہیں سکتی ÷

اتنے میں گیارہ بج چکے تھے۔ اس لئے پہلے وقت کی کارروائی ختم کر دی گئی۔ تمام لیکچرار اپنے اپنے خیمہ میں چلے گئے۔ ایک بجے بعد دوپہر پھر جلسہ شروع ہوا۔ فیصلہ ہوا۔ کہ چونکہ وقت تھوڑا ہے۔ اور مضامین زیر بحث زیادہ ہیں۔ اس لئے مناسب ہے۔ کہ صرف مُکتی یعنی نجات کے سوال پر بحث کی جائے ÷

تھوڑی دیر اسی بات پر تکرار ہوتی رہی۔ کہ پہلے کون بولے۔ مولوی اور پادری صاحب دونو پہلے نہ بولنا چاہتے تھے۔ کیونکہ اُنہیں وہم ہو گیا تھا۔ کہ صبح ہمارا الٹا اسی لئے حلقہ رہا۔ کہ ہم پہلے بولے تھے۔ جب کوئی بھی نہ اُٹھا۔ تو سوامی جی نے تقریر شروع کی۔ فرمایا ــــــ مُکتی کہتے ہیں۔ چھوٹ جانے کو۔ یعنی جتنے دُکھ ہیں۔ اُن سب سے چھوٹ کر سچدانند پرماتما کے حصول سے ہمیشہ مسرور رہنا۔ اور پھر جنم مرن کے جھگڑے میں نہ پڑنا ہی مُکتی ہے۔ اب وہ کس طرح مل سکتی ہے۔ اس کا پہلا ذریعہ سچ بولنا ہے۔ سچائی کی جانچ تجربہ یا ضمیر کی گواہی سے کی جانی چاہئے۔ جس میں آتما (ضمیر) اور پرماتما کی گواہی نہ ہو۔ وہ جھوٹ ہے۔ فرض کیجئے۔ ایک شخص چوری کرتا ہوا پکڑا جاتا ہے۔ حاکم پوچھتا ہے۔ کہ تُو نے چوری کی یا نہیں؟ اگرچہ وہ اپنے آپ کو بے قصور ظاہر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں نے چوری نہیں کی۔ مگر اُس کی ضمیر اندر سے کہہ رہی ہے۔ کہ تم نے چوری کی ہے جب آدمی کوئی کام کرنے لگتا ہے۔ تو اس کی ضمیر صاف بتا دیتی ہے۔ کہ یہ کام مناسب ہے یا غیر مناسب۔ پاک ضمیر کی پکار ہی ایشور کا فرمان ہے۔ جو اپنی ضمیر کی آواز سن کر بھی اُس کے خلاف کام کرتا ہے۔ اُس کی مُکتی نہیں ہوتی۔ اور اُسی کو کانشس پاؤنٹ یا سچ کہتے ہیں ÷

مُکتی کے ذرائع یہ ہیں :-

(۱) سچ بولنا۔ (۲) ودیا کو درست طریقہ سے حاصل کرنا۔ (۳) نیک آدمیوں کا سنگ کرنا

(۴) من اور اندریوں کو قابو میں رکھنا۔ اور گیان بڑھانا۔ (۵) پرماتما کی عبادت کرنا اور اُس کی مہربانیوں کے لئے اُس کا شکریہ ادا کرنا۔ (۶) جھوٹ سے نکال کر سچ میں داخل کرنے، جہالت کے اندھیرے سے چھڑا کر روشنی کے رستے پر چلانے، اور جنم مرن کے دُکھوں سے چھڑانے کے لئے پرماتما سے پرارتھنا کرنا۔

غرضیکہ مکتی راست بازی اور نیک چلنی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اِس کے بغیر نہیں ؞

پادری سکاٹ صاحب بولے ——— سوامی جی کہتے ہیں۔ کہ دُکھوں سے چھوٹنے کا نام مُکتی ہے لیکن مجھے اِس سے اختلاف ہے۔ میری رائے میں گناہوں سے بچ کر بہشت میں پہنچنے کا نام ہی ہے اور یہ مکتی عیسیٰ مسیح پر ایمان لانے پر ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ ثبوت موجود ہیں۔ کتنے گنہگار، شرابی چور اور وبھچاری عیسیٰ مسیح پر ایمان لاکر نجات پا گئے ہیں۔ لہٰذا مسیح پر اعتقاد لائے بغیر مکتی نہیں مل سکتی

مولوی صاحب بھلا کیوں چپ رہتے؟ وہ بھی بولے ——— "مکت ہونا ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے۔ حاکم وقت جس مجرم کو چاہے۔ بخش دے۔ اور جس کو نہ چاہے۔ نہ بخشے۔ حضرت محمد صاحب موجودہ وقت کے حاکم ہیں۔ اور وہی مختار ہیں، جو چاہیں سو کریں۔ جو اُن کے احکام پر عمل کرے گا، اُن پر ایمان لائے گا، وہی نجات کا حق دار ہوگا۔ دوسرا نہیں"

سوامی جی نے دونو صاحبان کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے کہا ——— آپ لوگوں کی بات بے معنی اور سراسر غلط ہے۔ گنہگار کو بخشنے والا حاکم نہیں ہے۔ بلکہ وہ آپ ہے۔ اگر وہ ہی کوئی گناہ نہ کرے۔ تو وہ خود بخود مُکت ہے۔ حاکم کیوں اُسے بندھن میں ڈالے گا۔ اور اگر کوئی مجرم ہے تو خواہش رہنے پر بھی حاکم اُسے ازروئے انصاف مکت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جرم بخشا نہیں جا سکتا۔ جس طرح آگ میں ہاتھ ڈالنے سے بچّہ، بوڑھا، نوجوان، گنہگار اور پرہیزگار بھی جل سکتے ہیں۔ آگ کسی کو معاف نہیں کر سکتی۔ اسی طرح انسان پاکیزہ افعال سے خود ہی مُکت ہوسکتا ہے۔ عیسیٰ یا محمد صاحب کی سفارش کی یہاں ضرورت نہیں۔ پرماتما ہر جا موجود اور قادر مطلق ہے۔ وہ اپنے کام میں کسی کی امداد نہیں چاہتا۔ اگر سفارش پر ہی کام ہوتا ہے۔ تو خدا میں طرف داری پائی جائے گی۔ اور وہ نیائے کاری نہیں رہے گا۔ مکتی اگر مل سکتی ہے۔ تو اپنے کرموں کے بھروسے پر مل سکتی ہے ؞

اتنے میں چار بج گئے۔ مولوی صاحبان نماز پڑھنے کے لئے چلے گئے۔ ادھر پادری سکاٹ صاحب سوامی جی کو ایک طرف لے جاکر بات چیت کرنے میں مشغول ہوگئے۔ پنڈال میں کسی نے

یونہی کہہ دیا۔ کہ میلہ ختم ہوگیا ہے۔ سوامی جی نے بہت کچھ کہا۔ کہ میلہ کم ازکم پانچ دن تو ہونا چاہئے مگر مولوی اور پادری صاحبان اپنی شکست کو تاڑ گئے تھے۔ اِس لئے انہوں نے اِس پر کوئی دھیان نہ دیا۔ اور اسی دِن شام کو چاندا پور سے روانہ ہوگئے ؛

پرچار کانڈ

لدھیانہ

سوامی جی مہاراج دہلی دربار کے موقعہ پر پہنچا ہوں سے وعدہ کرچکے تھے۔ اسی لئے چاندا پور کا میلہ ختم ہوجانے پر وہاں سے چل کر سیدھے لدھیانہ پہنچے۔ اِس پر منشی کنہیا لال الکھ دھاری نے آپ کی رہائش وغیرہ کا پورا پربندھ کردیا۔ لالہ جٹ مل خزانچی کے مکان پر سوامی جی نے سات لیکچر دیئے۔ ہزاروں لوگ آئے۔ اور نہال ہوگئے۔ آپ ہی کے مؤثر لیکچروں کا نتیجہ تھا۔ کہ پنڈت رام سرن گوڑ، جو کہ عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب نہ دے سکنے اور ہندو دھرم کو کچا دھاگا سمجھنے کے کارن عیسائی بننے والا تھا، عیسائی ہونے سے بچ گیا ؛

ایک براہمن سوامی جی کے پاس آکر سنسکرت میں بات چیت کرنے لگا۔ سوامی جی نے تھوڑی دیر سنسکرت میں بولنے کے بعد کہا —— اب تو آپ کو یقین ہوگیا ہے کہ میں سنسکرت بول سکتا ہوں۔ اب ہندی میں بولئے۔ تاکہ دوسرے لوگ بھی کچھ سمجھ سکیں ؛

پاس ہی بیٹھے ایک اور براہمن نے اپنے ساتھیوں سے کہا —— "اس دُشٹ کا منہ دیکھنا بھی پاپ ہے۔ اُٹھو چلیں" سوامی جی نے کہا —— اگر آپ میرے منہ کو دیکھنا نہیں چاہتے۔ تو میرے پیچھے کھڑے ہوجائیے۔ مگر میری بات ضرور سُنئے ؛

ایک دن پادری ویری صاحب اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر سوامی جی کی خدمت میں آئے۔ اور کہنے لگے —— بھاگوت میں شری کرشن مہاراج کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کو پڑھ کر عقل اس بات

کو تسلیم نہیں کرتی۔ کہ وہ مہاتما تھے۔ سوامی نے جواب دیا۔ پورانوں میں شری کرشن پر جو الزام لگائے گئے ہیں۔ وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ اُنہوں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ لیکن عقل کے تسلیم کرنے کی نسبت کیا کہا جائے عقل اگر یہ مان لیتی ہے۔ کہ خدا کی رُوح کبوتر کی شکل میں مریم پر اُتری اور پھر کنواری کے پیٹ سے مہاتما عیسیٰ پیدا ہو گئے۔ تو اُسے شری کرشن کی لیلا ماننے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔
پادری صاحب اپنا سا مُنہ لے کر چلے گئے ؁

اُن دنوں کارٹفین صاحب وہاں جوڈیشل اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ اور سوامی جی کے لیکچروں میں برابر آیا کرتے تھے۔ آپ سوامی جی کے بڑے بھگت تھے۔ آپ نے وید بھاشیہ کی خریداری کے لئے اپنا نام لکھایا۔ اور جس وقت سوامی جی لدھیانہ سے جانے لگے تو آپ نے ایک لفافہ میں بند کر کے کچھ روپے اُن کی بھینٹ کئے ؁

لاہور

دلی دربار کے موقعہ پر پنڈت من پھول صاحب میر منشی گورنمنٹ پنجاب اور منشی ہرسکھ رائے صاحب مالک کوہ نور پریس نے سوامی جی کو لاہور تشریف لانے کی دعوت دی تھی۔ لاہور کو آتے وقت ہی آپ نے لدھیانہ میں قیام فرمایا تھا۔ چنانچہ ۱۹ اپریل ۱۸۷۷ء کو لدھیانہ سے روانہ ہو کر اسی دن شام کے وقت لاہور آ پہنچے۔ پنڈت من پھول صاحب سٹیشن پر موجود تھے۔ سٹیشن سے سیدھا آپ کو دیوان رتن چند صاحب کے باغیچہ میں لے جایا گیا۔ وہاں رہائش وغیرہ کا انتظام پہلے سے ہی ہو چکا تھا۔ اس وقت سوامی جی کے پاس اتنی کتابیں تھیں۔ کہ صرف اُن کے لئے ایک چھکڑا گاڑی کی ضرورت پڑتی ؁

لاہور میں آپ کی تشریف آوری کی خبر آناً فاناً پھیل گئی۔ لوگ پہلے ہی آپ کا نام سُن چکے تھے۔ علاوہ ازیں براہمنوں نے جابجا مشہور کر رکھا تھا۔ کہ عیسائیوں کا ایک آدمی یہاں اُپدیش کرنے آ رہا ہے۔ ظاہرا وہ اپنے آپ کو ہندو کہتا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ عیسائی ہے۔ مورتی پوجا، شرادھ، اوتار، اور تیرتھ کا کھنڈن کرتا ہے۔ انگریز لوگ خفیہ طور پر اُس کی امداد کرتے ہیں۔ اور ولایت سے ایک خاص رقم ماہوار اُسے اس کام کے لئے ملتی ہے ؁

سوامی جی کا پہلا لیکچر باؤلی صاحب میں ہوا۔ مضمون تھا "وید اور ویدوکت دھرم" لیکچر کا وقت شام کے چھ بجے تھا۔ مگر جگہ بہت دیر پہلے پُر ہو گئی۔ ہزاروں آدمی آ چکے تھے۔ اور ہزاروں چلے آ رہے تھے

سوامی جی نے ویدوں کی فضیلت، یگیہ کے فوائد وغیرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے۔ پرانوں کے گپوڑوں کا زبردست کھنڈن کیا۔ دوسرا لیکچر ۲۷-اپریل کو اسی مقام پر ہوا۔ حاضری کا کچھ ٹھکانہ نہ تھا۔ پولیس کا انتظام بھی خاطر خواہ تھا۔ سوامی جی کے ان دو لیکچروں نے شہر میں کھلبلی پیدا کردی سوامی جی کو لاہور بلانے میں زیادہ تر ہاتھ برہم سماجیوں کا تھا۔ اُن کے رہنے کا انتظام بھی وہی کرتے تھے مگر سوامی جی اپنے اصول کے ایسے پکے تھے کہ لیکچر کے وقت اپنے مددگاروں کا بھی لحاظ نہ کرتے تھے۔ باولی صاحب کے بعد دو لیکچر برہم سماجیوں نے اپنے مندر واقعہ انارکلی میں کرائے۔ برہمو لوگوں کا خیال تھا۔ کہ سوامی جی وہاں برہم دھرم کا اُپدیش اور مورتی پوجا و شرادھ وغیرہ کا کھنڈن کریں گے۔ لیکن جب سوامی جی نے پہلے لیکچر میں یہ ثابت کیا۔ کہ وید ایشور کا گیان ہے۔ اور دوسرے میں تناسخ کا مسئلہ ثابت کیا، تو ان لوگوں کی آنکھیں کھلیں۔ کیونکہ یہ دونو لیکچر برہم سماج کے اصولوں کے خلاف تھے۔ برہمو لوگ سوامی جی سے بگڑ گئے۔

ادھر لاہور کے برہمنوں نے ایک سبھا کی اور دیوان رتن چند سے جا کر شکایت کی۔ کہ جو شخص مورتی پوجا کا کھنڈن کرتا ہو، اور براہمنوں اور دیوتاؤں کی نندا کرے، اُسے اپنے مکان پر ٹھیرنے کی اجازت دینا ٹھیک نہیں، چنانچہ دیوان صاحب مکان خالی کرانے پر مائل ہو گئے۔ سوامی جی سے مکان خالی کر دینے کو کہا گیا۔ چنانچہ سوامی جی کے بھگت انہیں ڈاکٹر رحیم خان کی کوٹھی میں لے گئے۔ یہ کوٹھی بھگت چھجو کے چوبارے کے نزدیک اور میو ہسپتال کے سامنے واقع تھی۔ وہاں پر سوامی جی نے بے دھڑک پرانوں کی گپوں اور خود غرض برہمنوں کا پردہ فاش کرنا جاری رکھا۔

شہر میں اس وقت سوامی جی کی مخالفت زوروں پر تھی۔ برہمن لوگ سمجھتے تھے۔ کہ سوامی جی ہماری عمر بھر کی کمائی بند کرتے ہیں۔ مورکھ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ سوامی جی تو اُن کی جڑھ مضبوط کرتے ہیں۔ اور اُن کو اس لائق بناتے ہیں۔ کہ زمانہ حال میں بھی اُن کی سچی قدر و منزلت ہو۔ بھائی نند گوپال کی دھرم سالہ میں پنڈتوں نے سوامی جی کے خلاف بہت زہر اگلا۔ ایک شخص نے سوامی جی کے متعلق بڑی بُری بات منہ سے نکالی۔ یعنی خطرہ پیدا ہو گیا۔ کہ جاہل لوگ کہیں سوامی جی کی جان کے درپے نہ ہو جائیں ایک دن من پھول جی نے سوامی جی سے پرارتھنا کی۔ شہر کے تمام لوگ مورتی پوجا کے کھنڈن سے ناراض ہیں۔ اب آپ اس کا کھنڈن نہ کیا کریں۔ ایسا کرنے سے مہاراجہ جموں و کشمیر آپ پر بہت

خوش ہو گئے۔ سوامی جی نے بھرتری کا مشہور شلوک سنایا۔ جس کا مطلب ہے۔ کہ دنیا کے لوگ نندا کریں۔ یا تعریف۔ دولت حاصل ہو یا چلی جائے۔ ابھی موت نصیب ہو یا ایک یُگ تک جینا ہو مستقل مزاج لوگ راہِ راست سے قدم پیچھے نہیں ہٹاتے۔ شلوک سنا کر سوامی جی نے کہا ــــــ میں مہاراجہ جموں و کشمیر کو خوش کروں۔ یا ایشور کے احکام کا، جو ویدوں میں مندرج ہیں، پالن کروں۔ کچھ بھی ہو، میں وید کی سچائی سے مُنہ نہیں موڑونگا۔ اِس پر من پھول جی ناراض ہو گئے۔ اور تب سے سوامی جی کے پاس آنا چھوڑ دیا۔

ڈاکٹر رحیم خاں کی کوٹھی پر جا کر سوامی جی نے یہ قاعدہ مقرر کیا۔ کہ ایک روز لیکچر دیتے تھے۔ اور دوسرے روز بحث کرتے تھے۔ ہزارہا لوگ روزانہ لیکچروں میں شامل ہوتے۔ پادری۔ پنڈت مولوی وغیرہ بحث مباحثہ میں کافی دلچسپی لیتے تھے۔ ایک دن پادری ہویز صاحب تشریف لائے اور بعد اختتام لیکچر سنسکرت میں دو سوالات کئے۔ پہلا سوال ــــــ "ویدوں میں جو اشومیدھ اور گئو میدھ یگیہ کا بیان آتا ہے، آپ اِس کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں؟"

سوامی جی نے جواب دیا ــــــ وید میں جانور کی قربانی دینے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اشومیدھ کے معنی انصاف کی حکومت ہے۔ گئو میدھ کے معنی اناج جمع کرنا، اِندریوں کا پوتر کرنا، اور زمین کو صاف رکھنا ہے۔ پُرش میدھ کے معنی مرے ہوئے کو جلانا ہے۔

پھر دوسرا سوال پادری صاحب نے ویدک ورن ویوستھا پر کیا۔ سوامی جی نے جواب میں کہا ویدمیں ورن گُن (خوبیوں) کرم (افعال) پر منحصر ہے۔ پادری صاحب بولے ــــــ "اگر میرے گُن کرم اچھے ہوں۔ تو کیا میں برہمن کہلا سکتا ہوں؟" سوامی جی نے کہا ــــــ بیشک! اگر آپ کے گُن کرم برہمن ہونے کے لائق ہیں۔ تو آپ بھی براہمن کہلائے جا سکتے ہیں۔

ایک روز لاہور کے ایک پنڈت صاحب سوامی جی سے مورتی پوجا پر شاسترارتھ کرنے لگے۔ اور ایک شلوک پڑھ کر بولے ــــــ منوسمرتی میں بھی مورتی پوجا کی آگیا دی ہوئی ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ اگر یہ شلوک منوسمرتی کا نہ ہو۔ تو کیا آپ مورتی پوجا کو چھوڑ دیں گے؟ منوسمرتی منگوائی گئی۔ مگر پنڈت جی نے کہا۔ کہ ہم آپ کی پُستک کو پرمان نہیں مانتے۔ اپنے گھر جا کر منوسمرتی لائیں گے۔ سوامی جی نے اِس بات کو منظور کر لیا۔ تیسرے روز پنڈت جی نے درشن دیئے۔ سوامی جی نے پوچھا۔ کہ وہ شلوک منوسمرتی

میں نکلا۔ کہ نہیں؟ پنڈت جی چپ رہ گئے ؛

سوامی جی کے ست اپدیشوں سے لوگوں کے دل مورتی پوجا سے ہٹ گئے۔ کئی ایک صاحبان نے مورتیوں کو اٹھا کر الماریوں میں مقفل کر دیا۔ بعض نے چپکے سے جا کر راوی میں چھوڑ دیں۔ لالہ بالک رام جیسے کئی ایسے بھی نکلے۔ جنہوں نے برادری کا مطلقاً کوئی خوف نہ کرتے ہوئے مورتیوں کو سر بازار پھینک دیا۔ اس سے تمام شہر میں ایک شور سا بپا ہو گیا۔ چنانچہ کوہ نور مورخہ ۱۶ جون میں مندرجہ ذیل سطور شائع ہوئیں

"سوامی دیانند سرسوتی کی سعی بلیغ کا نتیجہ اُن کے پیروؤں کے علاوہ فریق ثانی کے حق میں بھی گویا اکسیر اعظم بن پڑا۔ یعنی ایک گروہ اشخاص تازہ خیال نو تعلیم یافتہ سہولت پسندوں کا اُن کے قابو میں آگیا ہے۔ اور اُن کے اپدیشوں کا اثر یہاں تک کارگر ہوا ہے۔ کہ اِس ہفتہ میں ایک شخص لالہ بالک رام نے اپنے ٹھاکروں کی چوکی سر بازار سڑک پر پٹک دی"؛

ایک دن سوامی جی نے دوران لیکچر میں کہا۔ کہ آریہ دھرم کی ترقی تب ہی ہو سکتی ہے کہ شہر بہ شہر، گاؤں بہ گاؤں آریہ سماجیں قائم ہو جائیں۔ چونکہ سوامی جی کے پرچار سے بہت سے لوگ اُن کے ہم خیال بن چکے تھے۔ سب نے اِس بات کو منظور کیا۔ اِس سے پہلے بمبئی اور پونا میں آریہ سماجیں قائم ہو چکی تھیں۔ اور اُن کے اصول بھی بن کر مشتہر ہو چکے تھے۔ چونکہ وہ اصول اِس قسم کے تھے۔ کہ اُن میں انتظامیہ کمیٹی کے قواعد بھی شامل کر دیئے گئے تھے۔ اِس لئے یہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں نے سوامی جی کو مشورہ دیا۔ کہ سماج کے نیموں اور اُپ نیموں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے چنانچہ دس اصول چھپنے گئے۔ جو آج تک برابر قائم ہیں ؛

قائمی سماج کی کارروائی ڈاکٹر رحیم خاں صاحب کی کوٹھی پر ہی ہوئی۔ رائے صاحب مولراج ایم۔ اے سماج کے پردھان اور لالہ سائیں داس جی جنرل سکرٹری مقرر ہوئے۔ پہلے جلسہ کی کارروائی دیکھ کر سوامی جی نے آشیرواد دیا۔ کہ اب یہ سماج پھولے پھلیگا ؛

لاہور آریہ سماج کی قائمی سے برہم سماج کو بہت دھکا پہنچا۔ آریہ سماج میں جو لوگ شریک ہوئے۔ اُن میں ایک خاصی تعداد اُن اشخاص کی تھی۔ جو یا تو برہم سماج کے ممبر تھے۔ یا برہم سماج کے ساتھ ہمدردی رکھتے تھے۔ اور اِس ہمدردی کے باعث وہ اکثر اُس کو مالی امداد بھی دیا کرتے تھے۔ ایسے حالات میں برہم سماجیوں سے اور تو کچھ نہ بنا۔ اُنہوں نے کلکتہ سے چند وید منتر معہ ترجمہ و شرح اس

غرض سے منگوائے۔ کہ سوامی جی کے ساتھ شاستر ارتھ میں لوگوں پر ظاہر کیا جائے۔ کہ وید الہامی کتاب نہیں
برہم سماج کے ممبران میں چونکہ سنسکرت کوئی نہ جانتا تھا۔ اس لئے انہوں نے پنڈت بھانودت کو اپنی
طرف سے کھڑا کیا۔ انار کلی کے سماج مندر میں شاستر ارتھ ہوا۔ پنڈت جی نے منتروں کو پڑھکر ان
کے معنی سنائے۔ اور اسی پر برہم سماج والوں کے اعتراضات دوہرائے۔ جواب دینے سے پہلے
سوامی جی نے پنڈت جی سے پوچھا ــــ جو معنی وید منتروں کے پڑھے گئے ہیں۔ کیا آپ کے نزدیک
وہ صحیح ہیں؟ پنڈت جی نے جواب دیا ــــ منتروں کے جو معنی پڑھے گئے ہیں۔ میرے نزدیک تو
وہ غلط ہیں۔ میں تو برہم سماجیوں کی طرف سے بول رہا ہوں۔ اس پر لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کر دیں
برہم سماج والوں نے پنڈت جی کو بٹھا دیا۔ اور خود اپنے اعتراضات کو دوہرایا۔ سوامی جی نے ان کا
تسلی بخش جواب دیا۔ منتروں۔ کے صحیح معنی کر کے لوگوں کے دلوں پر ویدوں کی عظمت کا سکہ بٹھایا۔

آریہ سماج لاہور کے ہفتہ واری اجلاس میں ایک شخص نے تجویز پیش کی۔ کہ سوامی جی کو سماج کی طرف
سے مربی یا ہادی وغیرہ کا کوئی خاص خطاب دیا جائے۔ سب لوگوں نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا۔ سوامی
جی نے مسکراتے ہوئے کہا ــــ "مجھے اس لفظ سے گورو ڈم کی بو آتی ہے۔ اور میرا مقصد گورو ڈم کو توڑنے
کا ہے۔ نہ کہ خود گورو بن کر ایک نیا پنتھ قائم کرنے کا۔ علاوہ ازیں اس خطاب کو پاکر اگر میں ہی کل کو ابھیمانی
بن جاؤں۔ یا میرا جانشین ہی مغرور ہو کر کچھ گڑبڑ کرنے لگے۔ تو پھر تم لوگوں کو بڑی دقت پیش آئیگی
اور وہی خرابی پیدا ہوگی۔ جو دوسرے نوین پنتھوں کو درپیش ہے۔ اس لئے اس قسم کی ہرگز کوئی تجویز
نہ ہونی چاہیئے۔

اس پر بابو شاردا پرساد جی نے تجویز پیش کی۔ کہ سوامی جی کو اس سماج کا پرم سہائک بنایا جائے
سوامی جی نے فرمایا ــــ اگر آپ نے مجھے پرم سہائک مانا۔ تو اس سرو شکتیمان جگدیشور کو کیا مانو گے
اگر آپ میرا نام لکھنا ہی چاہتے ہیں۔ تو میں اپنا نام بطور ممبر درج کرا سکتا ہوں۔ جیسے دیگر لوگ ممبر ہیں۔
ویسے ہی میں بھی ایک ممبر رہونگا۔

ایک دفعہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایک اردو اخبار میں کچھ سوال آریہ سماج لاہور سے
ایسے کئے تھے۔ جن کا سوامی جی کے کسی خاص اپدیش سے تعلق تھا۔ لالہ جیون داس جی نے جو ان دنوں
لاہور آریہ سماج کے سکریٹری تھے۔ مرزا صاحب کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے اسی اخبار میں لکھ دیا

کہ یہ سوال براہِ راست سوامی جی سے کرنے چاہئیں۔ کہ وہی اپنے اُپدیش کے ذمہ دار ہیں۔ اور یہ بھی لکھ دیا۔ کہ یہ سماج سوامی جی کو اپنا گورُو نہیں مانتا ہے۔ اِس جواب کے چھپنے پر سماج کے عہدہ دار لالہ جیون داس جی سے بہت ناراض ہو گئے۔ اور اُنہیں کہا گیا۔ کہ اُنہوں نے جو اپنے لیکھ میں سوامی جی کو گورُو ماننے سے انکار کیا ہے۔ اُس کی تردید اُسی اخبار میں چھپوا دیں۔ اِس پر عہدہ داران سماج نے بہت اصرار کیا۔ لیکن سکریٹری نے نہ مانا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ سوامی جی سے اِس کے متعلق دریافت کیا گیا۔ سوامی جی نے طرفین کی دلائل سُنکر سکریٹری کے حق میں فیصلہ دیا ؞

امرت سر

لاہور نواسیوں کو ست اُپدیش سے نہال کر کے سوامی جی مہاراج ۱۵ جولائی ۱۸۷۷ء کو امرت سر تشریف لے گئے۔ سردار دیال سنگھ مجیٹھیہ نے دروازہ رام باغ کے باہر میاں جان محمد کی کوٹھی میں سوامی جی اُتارے کا پربندھ کیا ؞

امرتسر میں آپ کا نام پہلے ہی کافی مشہور ہو چکا تھا۔ لوگوں کو آپ کی آمد کا پتہ لگا۔ تو جوق در جوق درشنوں کو آنے لگے۔ لوگوں کے اندر دھرم کی پیاس دیکھکر سوامی جی نے وہاں لیکچروں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ امرت سر کے رئیس لالہ صاحب دیال صاحب، سردار بھگوان سنگھ صاحب وغیرہ رُؤساء و اُمراء برابر لیکچروں میں آتے اور فائدہ اُٹھاتے رہے ؞

لاہور کی طرح یہاں بھی براہمنوں نے آپ کو عیسائیوں کا ملازم۔ اور لوگوں کو ہندو دھرم سے پتت کرنے والا کرانی مشہور کر دیا۔ مُراد یہ تھی۔ کہ کوئی شخص سوامی جی کے لیکچروں میں شامل نہ ہو۔ لیکن ٹکا پنتھیوں کی ساری کوششیں بے سُود ثابت ہوئیں۔ اُلٹا لوگ مُورتی پُوجا سے مُتنفر ہونے لگے۔ اور بعض نے مُورتیوں کو اُٹھا کر پھینک دیا۔ مُورتیوں کی اس طرح بے ہوتے دیکھ امرتسر کے پنڈتوں نے وہاں کے مشہور پنڈت رام دت پر زور ڈالا۔ کہ جس طرح بھی ہو دیانند سے شاستراتھ کریں۔ مگر پنڈت جی نے جواب دیا۔ کہ میں نہ تو وید جانتا ہوں۔ اور نہ مجھ میں اتنی لیاقت ہے۔ کہ اُن کے ساتھ مباحثہ کروں۔ مگر پنڈتوں نے رام دت جی کو دق کرنا شروع کیا۔ کہ ہماری عزّت مٹی میں مل جاتی ہے۔ آپ ضرور شاستراتھ کریں۔ آخرکار پنڈت جی کو چھوڑ کر ہردوار بھاگنا پڑا۔ تب کہیں چھٹکارا ہوا۔ ایک دن لیکچر ہو رہا تھا۔ کہ یکایک اینٹوں اور روڑوں کی بارش شروع ہو گئی۔ سوامی جی کو تو ایک

بھی نہ لگی۔ لیکن اور کئی بھلے مانسوں کو چوٹ آئی۔ سبھا میں کھلبلی مچ گئی۔ سوامی جی نے حاضرین کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔ "صاحبان! گھبرائیے مت۔ یہ پھولوں کی بارش ہے"۔

بعد میں بھید کھلا۔ اینٹ اور روڑے پھینکتے ہوئے چند لڑکوں کو پولیس نے پکڑ لیا تھا۔ لیکچر کے اختتام پر وہ لڑکے سوامی جی کے سامنے لائے گئے۔ لڑکے زار زار رو رہے تھے۔ سوامی جی نے بڑے پریم سے ان لڑکوں کو پچکار کر دلاسا دیا۔ اور پوچھا ——— "کیوں بچو! تم نے ایسا کام کیوں کیا تھا"؟ انہوں نے کانپتے کانپتے بتلایا۔ کہ سکول کے ماسٹر صاحب نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ لیکچر میں خوب اینٹ پتھر برسانے پر لڈو دیئے جائیں گے۔

سوامی جی کا دل بھر آیا۔ انہوں نے اسی وقت لڈو منگوا کر ان میں تقسیم کر دیئے۔ اور کہا ——— تمہارا ماسٹر تو شاید تمہیں لڈو نہ دے۔ میں ہی دے دیتا ہوں"۔ بعد ازاں سوامی جی نے لڑکوں کو پولیس کے شکنجے سے رہا کرا دیا۔

امرتسر میں سوامی جی عیسائی دھرم پر نکتہ چینی کیا کرتے تھے۔ اس دھرم کی ناممکن الوقوع اور بعید از عقل کہانیاں سنا کر لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ اور ویدک دھرم کے ساتھ مقابلہ کر کے اسے غلطیوں سے بھرا دھرم ثابت کر دیا کرتے تھے۔ آپ ہی کے لیکچروں کا نتیجہ تھا۔ کہ مشن سکول کے چالیس طالب علم عیسائی ہونے ہوتے بچ گئے۔ ایک دن پادری کلارک صاحب آ کر بولے ——— "آیئے ہم اور آپ ایک میز پر کھانا کھائیں"۔ سوامی جی نے پوچھا ——— "اس سے فائدہ کیا ہوگا؟ جواب دیا "دوستی بڑھے گی"۔ سوامی جی نے کہا ——— "شیعہ اور سنی مسلمان ایک ہی برتنوں میں کھاتے ہیں۔ آپ اور رومن کیتھولک لوگ ایک ہی میز پر کھاتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود آپس میں کیسی دشمنی ہے"؟ یہ سن کر پادری صاحب کی زبان پر تالا لگ گیا۔

ایک ماہ کے لگاتار پرچار کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ چند پرشارتھی اور دھرم پریمی لوگ آریہ سماج قائم کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ چنانچہ ۲۴۔ اگست ۱۸۷۷ء کو آریہ سماج لاہور کے چند ممبران کی موجودگی میں میاں جان محمد صاحب کی کوٹھی میں آریہ سماج کا پہلا ست سنگ ہوا۔ پہلے سوامی جی نے اپاسنا کر کے ست اپدیش دیا۔ بعد ازاں لاہور کے بابو سارداپرساد جی کا ویاکھیان ہوا۔ تقریباً پچاس آدمی سماج کے ممبر بنے۔ اس جگہ سوامی جی نے آریہ اُدیش رتن مالا نامی ٹریکٹ

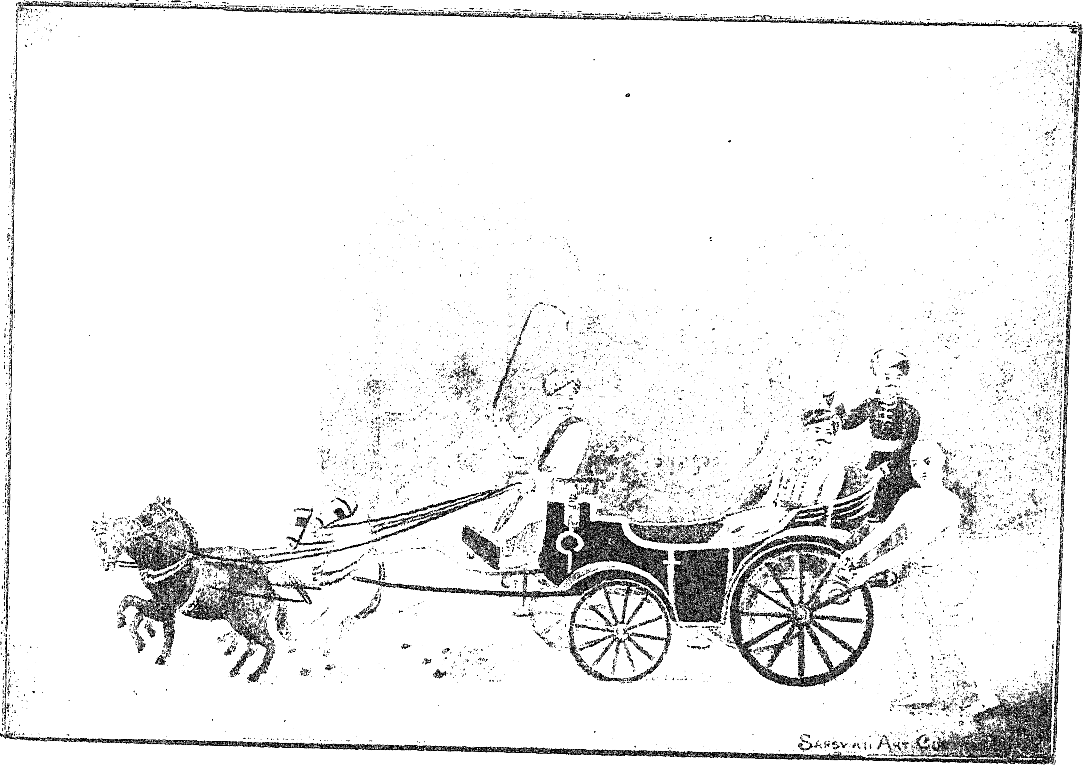
شائع کرایا۔

گورداسپور

گورداسپور کے ڈاکٹر بہاری لال جی نے سوامی جی کے لیکچروں کی تعریف سنی۔ تو گورداسپور مدعو کیا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی کو گاڑی دے کر امرتسر بھیجا۔ کہ جاکر سوامی جی کو لے آؤ۔ ۱۸۔ اگست ۱۸۸۱ء کو سوامی جی گورداسپور پدھارے۔ شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر شہر کے معززین چھوٹے بڑے سرکاری عہدیدار اور عوام سب استقبال کیلئے آئے۔ ڈاکٹر جی نے اپنے مکان پر سوامی جی کی رہائش کا انتظام کر رکھا تھا۔ یہاں آپ نے "مورتی پوجا، ایشور کی ہستی، تناسخ اور شرادھ وغیرہ مضامین پر زبردست لیکچر دیئے۔ لوگوں نے بہت مخالفت کی۔ مباحثہ کے واسطے پنڈتوں کو تیار کیا۔ مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ اور اس پرچار کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ گورداسپور میں ۲۴۔ اگست کو آریہ سماج قائم ہوا۔ منشی سورج بھان منصف پردھان اور دیوان کرشن داس منتری چنے گئے۔

جالندھر

گورداسپور سے بٹالہ اور بٹالہ سے اسی دن چل کر سوامی جی دو بجے جالندھر پہنچے۔ اور سردار بکرم سنگھ کی کوٹھی میں ٹھیرے۔ آپ کا یہاں پہلا لیکچر کنور سچیت سنگھ کے مکان پر ہوا۔ مضمون تھا۔ "پیدائش عالم"۔ ایک ہزار کے قریب حاضری تھی۔ مکان تنگ تھا۔ چھت صحن وغیرہ سب بھرے ہوئے تھے۔ سوامی جی نے لیکچر ہی میں کہہ دیا۔ کہ یہ جگہ تنگ ہے۔ کل سے سردار بکرم سنگھ کی کوٹھی پر لیکچر ہوا کرے گا۔ چنانچہ اس کے بعد سوامی جی کے ۳۴۔۳۵ لیکچر ہوئے۔ سب سردار بکرم سنگھ جی کی کوٹھی پر ہوئے۔ سوامی جی لیکچروں میں کئی لطیفے بھی سنایا کرتے تھے۔ چاپلوسی کرنے اور ہاں میں ہاں ملانے پر آپ بینگن کی مثال دیا کرتے تھے کہ ایک راجا نے بینگن کھانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ پروہت نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ مہاراج! بینگن بہت اچھی چیز ہے۔ دیکھئے رنگ اس کا شیام سندر کرشن کیطرح سانولا ہے۔ اس کے سر پر بھی مکٹ ہے۔ اور نام بھی کیسا اچھا ہے۔ بھوگن ۔ اس کے گن الغاثات بہت خوبیوں والا۔ راجہ صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ روز بینگن کی بھاجی بننے لگی۔ کئی روز کے استعمال سے خون آنے لگا۔ اور گرمی ہو گئی۔ پروہت کو بلایا اور بولے۔ پنڈت جی! بینگن تو بہت بری چیز ہے پروہت جی بولے — مہاراج! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اس کا رنگ ہی دیکھئے کیسا کالا کلوٹا ہے سر پر کانٹے ہیں۔ اور بیج ایسے جیسے کسی کو کوڑھ ہو جائے۔ نام بھی کیسا خراب ہے، یعنی بے گن۔



دو گھوڑوں کی بگھی روک لی

سوامی جی کو پتہ لگا۔ کہ جن سرداروں کے ہاں آپ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک نے کنجری رکھی ہوئی ہے۔ بس اُسی روز لیکچر میں رنڈی بازی کا خوب کھنڈن کیا۔ اور فرمایا ـــــ جو سردار ہو کر کنجری رکھتا ہے۔ وہ کنجر ہے۔ سوامی جی کی بات نے جہاں اثر کرنا تھا کیا لوگوں نے آ کر کہا۔ مہاراج! آپ سرداروں کے مکان پر اترے ہوئے ہیں۔ اور اُنہی کی بدنامی کرتے ہیں۔ یہ مناسب نہیں۔ سوامی جی نے جواب دیا ـــــ میں کسی کی خوشامد کرنے اور کسی کو خوش کرنے نہیں آیا۔ جو بات سچ ہے۔ میں تو وہی کہونگا۔ مجھے اس بات کا مطلق خوف نہیں۔ کہ میری تقریر سے فلاں آدمی خوش ہوتا ہے یا ناخوش ٭

ایک دن سردار بکرم سنگھ نے سوامی جی سے کہا۔ سوامی جی! اُسنا ہے۔ برہمچریہ کی بڑی مہما ہے۔ اور برہمچاری بہت بلوان ہوتے ہیں ٭

سوامی جی نے جواب دیا۔ ہاں شاستروں میں بھی لکھا ہے اور بات بھی ٹھیک ہے ٭

سردار صاحب بولے ثبوت ملے۔ تو جانوں ٭

سوامی جی اُس وقت تو چپ رہے۔ اور بات کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا۔ سردار صاحب نمسکار کر کے رخصت ہوئے۔ چار گھوڑوں کی فٹن پر سوار ہوئے اور کوچوان کو گاڑی ہانکنے کا حکم دیا۔ کوچوان نے اشارہ پاتے ہی گاڑی ہانک دی۔ مگر گھوڑے سٹ پٹا کے رہ گئے۔ گھوڑوں کی پیٹھ پر چابک پر چابک برسنے لگے۔ گھوڑے پچھلی ٹانگوں پر کھڑے کھڑے ناچتے رہے مگر گاڑی آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ سردار صاحب بہت حیران ہوئے۔ سوچنے لگے معمّہ کیا ہے۔ جب پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو سوامی جی پہیّہ تھامے کھڑے تھے۔ سوامی جی نے پہیہ چھوڑ دیا۔ اور کہا ـــــ لو! یہ ہے برھمچریہ کا ثبوت ٭ سردار صاحب اپنا سا منہ لیکر چلے گئے۔

یہاں جالندھر میں سوامی جی کا مولوی احمد حسن صاحب کے ساتھ تناسخ اور معجزہ کے مضمون پر مباحثہ بھی ہوا۔ جو بعد میں کتابی صورت میں شائع کر دیا گیا۔ مولوی صاحب سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ اور لاجواب ہو کر چلے گئے ٭

فیروز پور

جالندھر سے چل کر سوامی جی لاہور تشریف لائے۔ اور چند روز کے قیام کے بعد فیروز پور چلے

گئے۔ فیروزپور میں اُن دنوں ایک ہندو سبھا قائم تھی۔ اس سبھا کے دو معزز ممبران نے لاہور میں سوامی جی کے لیکچروں کو سنا۔ اور فیروزپور میں واپس جاکر یہ تحریک کی۔ کہ یہ سبھا انہی اصولوں پر قائم ہونی چاہئے۔ جن کا پرچار سوامی دیانند کرتے ہیں۔ لالہ متھرا داس صاحب پر دھان سبھا کو شوق پیدا ہوا۔ اور انہوں نے سوامی جی کو لانے کے لئے آدمی لاہور بھیجا۔ سوامی جی اس آدمی کے ساتھ ۲۸ نومبر ۱۸۷۷ء کو فیروزپور تشریف فرما ہوئے۔ لالہ متھرا داس جی نے آپ کی خاطر نیا مکان تیار کیا۔ مگر سوامی جی نے آبادی میں رہنا پسند نہ کیا۔ اس لئے آپ کی رہائش کا بندوبست شہر کے باہر ایک کوٹھی میں کیا گیا۔ اور لیکچروں کے لئے آبادی کے قریب ایک میدان میں پنڈال تیار کرایا گیا۔ یہاں سوامی جی کے ۸ لیکچر ہوئے۔

پہلا لیکچر پیدائش عالم پر تھا۔ لیکچر کے دوران ہی میں ایک پنڈت نے کہا ــــ "مجھے چند سوالات کرنے ہیں" سوامی جی نے کہا۔ ویاکھیان شروع ہو گیا ہے۔ خاتمہ پر پوچھ لیجئے گا ــــ اس نے کہا ــــ اس وقت تک میں بھول جاؤنگا۔ سوامی جی نے کہا۔ اگر بھول جانیکا اندیشہ ہے۔ تو ساتھ ساتھ لکھتے جاؤ۔ ویاکھیان کے بعد ان سب کا جواب دیا جائیگا۔ مگر وہ آپے میں نہ رہا۔ اور اوٹ پٹانگ جو منہ میں آیا کہنے لگا۔ سوامی جی کے بیچ کے سبب اوسان باختہ ہونے لگے منہ میں کف بھر آیا۔ اور غش کھاتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

ایک دن پنڈت کرپارام شنکا سمادھان کرنے آئے۔ اور سوامی جی کو کرسی پر بیٹھے دیکھکر کہنے لگے۔ آپ تو اونچے استھان پر بیٹھے ہیں۔ ہم نیچے کھڑے ہو کر شاستر ارتھ نہیں کریں گے۔ سوامی جی نے کرسی لانے کے لئے آدمی بھیجا۔ جب کرسی آنے میں ذرا دیر ہوئی۔ تو سوامی جی نے کہا ــــ آپ کرسی کے بغیر بھی بول سکتے ہیں۔ اور اگر آپ نہیں چاہتے ہیں۔ کہ میں کرسی پر بیٹھوں۔ تو میں نیچے آجاتا ہوں۔ اتنے میں کرسی آ گئی۔ پنڈت کرپارام نے پوچھا خدا محدود ہے یا غیر محدود؟ سوامی جی نے کہا میں عربی نہیں جانتا۔ ہندی بولئے۔ کیا آپ کا مطلب ایک دیشی یا سرودیشی سے ہے۔ اُس نے کہا "ہاں" تب سوامی جی بولے ــــ پرماتما سرودیاپک ہے۔ کرپارام نے اپنی گھڑی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ اگر سرودیاپک ہے۔ تو بتائیے اس میں کہاں ہے؟ سوامی جی نے جواب دیا۔ پرماتما آکاش کی مانند سب جگہ سمایا ہوا ہے۔ وہ ان بیرونی آنکھوں

سے دکھائی نہیں دیتا۔ وہ آپ کی گھڑی میں بھی ہے۔ مگر اُس کے نہایت لطیف ہونے کے باعث ہم اُسے محسوس نہیں کر سکتے ۔

ایک دن فیروز پور چھاؤنی کے بڑے مندر کا رگھوناتھ نامی پجاری بھی سوامی جی کے پاس شنکا سمادھان کے لئے آیا۔ سوامی جی نے کہا۔ جو پوچھنا ہو بعد میں پوچھ لینا۔ پہلے یہ تو بتاؤ کہ پجاری شبد کا ارتھ کیا ہے۔ رگھوناتھ ہکا بکا رہ گیا۔ سوامی جی نے کہا — پوجاری کا ارتھ ہے۔ پوجا کا۔ اری یعنی دشمن۔ آپ نے پنڈت ہو کر ایسا نام رکھ لیا ہے۔ رگھوناتھ چپ ہو گیا۔ تب آپ نے اُس کے سوالات سُنے۔ اور سب کا تسلی بخش جواب دیا ۔

سوامی جی کے آٹھ لیکچروں کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہندو سبھا کا نام آریہ سماج رکھ دیا گیا۔ نیم اور اُپ نیم منظور کئے گئے۔ لالہ متھرا داس صاحب سپروائزر پردھان اور منشی گوبند لال سکرٹری مقرر ہوئے

راولپنڈی

رائے بہادر سردار سجان سنگھ صاحب رئیس نے لاہور میں سوامی جی کے کئی ویاکھیان سُنے اور راولپنڈی جاکر نام دھاری سنسکرت کے پنڈتوں سے کہا۔ کہ لاہور میں ایک ایسے مہاتما آئے ہیں۔ جو ویدشاستروں سے مورتی پوجا، مرتک شرادھ وغیرہ کا کھنڈن کرتے ہیں۔ یہ سُنکر لوگوں نے کہا — اجی ایسا کبھی ہو نہیں سکتا۔ جو سناتن دھرم رشیوں کے وقت سے چلا آتا ہے اس کا کوئی کھنڈن نہیں کر سکتا۔ سردار صاحب نے جواب دیا۔ اگر آپ لوگ مورتی پوجا و مرتک شرادھ کو وید سے ثابت کر سکتے ہوں۔ تو مجھے پرمان لکھ دو۔ میں وہ سوامی جی کے پاس بھیج دیتا ہوں۔ چنانچہ پنڈتوں نے پورانوں کے چند شلوک لکھ دیئے۔ سردار صاحب نے وہ پرچہ سوامی جی کے پاس لاہور بھیج دیا۔ سوامی جی نے لفافہ پڑھا تو ہنس دیئے۔ جواب دیا۔ کہ ہم خود وہاں آکر جواب دینگے۔

چنانچہ ۷ نومبر ۱۸۷۷ء کو صبح ۷ بجے سوامی جی راولپنڈی پہنچے۔ بابو گریش چندر ہیڈ کلرک ضلع نے جامسن جی پارسی کی کوٹھی میں آپ کے رہنے کا انتظام کر دیا۔ لیکچروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ مورتی پوجا اور اوتار کا کھنڈن زور شور سے ہونے لگا۔ لوگوں میں حسب دستور مذہبی جوش پھیل گیا۔ پورانکوں نے شہر میں افواہ اُڑادی کہ یہ عیسائیوں کا نوکر ہے۔ اور ہندوؤں کو بھرشٹ کرنے آیا ہے۔ جب اِس پر بھی لوگوں کا وہاں جانا بند نہ ہوا۔ تب آخر کار اُن لوگوں نے جامسن جی کو بھڑکانا شروع کیا ۔ بیشتر

واپس کیے کہ جامن جی سوامی جی سے کچھ کہتے، سوامی جی نے خود ہی وہاں سے اپنا ڈیرا اٹھا لیا۔ اور سردار سجان سنگھ کے باغ کی بارہ دری میں آ ٹھہرے۔ اب مخالفین نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا۔ کہ کسی بڑے بھاری پنڈت سے دیانند کو شاستزارتھ میں نیچا دکھایا جائے۔ کنکھل کی گدّی کے مہنت سیت گری اُن دنوں وہاں آئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے اُن کو شاستزارتھ کرنے کے لئے آمادہ کرنا چاہا۔ مگر گری جی نے صاف انکار کر دیا ؎

ایک دن کی بات ہے۔ لیکچر ہو چکا تھا۔ اور کئی اصحاب سوامی جی کے پاس بیٹھے تھے۔ دوران گفتگو میں سوامی جی نے کہا۔ ہندوؤں کی حالت پر بہت افسوس ہے۔ یہ لوگ اپنی حفاظت کرنا تو جانتے ہی نہیں۔ جب کوئی عیسائی پادری ان کے مذہب پر حملہ کرتا ہے۔ اور برہما کی کتھا سناتا ہے۔ تو منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ اتنا نہیں کہہ سکتے۔ کہ برہما کی کتھا تو کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے، مگر اپنی لڑکیوں سے زنا کرنیوالے لُوط کا قصہ تو بائبل میں موجود ہے۔ اگر ہندو لوگ دوسرے مذاہب کی واقفیت رکھیں۔ تو انہیں لاجواب کر سکتے ہیں ؎

دو ماہ کے متواتر اپدیشوں سے یہاں بھی آریہ سماج قائم ہو گیا۔ تیس آدمی ممبر بنے۔ لالہ گنیش داس جی پردھان اور لالہ کشن چند جی سکریٹری مقرر ہوئے ؎

جہلم

راولپنڈی سے گجرات آتے ہوئے سوامی جی کو جہلم اسٹیشن پر ماسٹر لکشمن پرشاد جی مل گئے ماسٹر جی نے لکھنؤ میں پہلے سوامی جی کو دیکھا ہوا تھا۔ اور اُن کی شہرت سے بخوبی آگاہ تھے۔ آپ نے سوامی جی سے پرارتھنا کی۔ کہ جہلم میں ٹھہر کر چند روز اُپدیش کریں۔ سوامی جی نے کہا۔ یہاں پر کوئی انتظام کرنے والا نہیں۔ ماسٹر جی نے تمام انتظام کا بوجھ اپنے ذمہ لیا۔ چنانچہ سوامی جی ٹھہر گئے پہلا لیکچر سرائے منگل سین کے متوبک میدان میں ہوا۔ دوسرے دن اپنے ڈیرے پر لیکچر دیا۔ مشن سکول کے ہیڈ ماسٹر شوچرن سنگھ گھوش جو بنگالی عیسائی تھے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ لیکچر میں تشریف لائے۔ بحث کا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر سوامی جی نے بائبل کے حوالے دے کر اُن پر ایسی مدلل تنقید کی۔ کہ گھوش صاحب منہ تکتے رہ گئے۔ کوئی جواب بن نہ پڑا ؎

جہلم میں سوائے چند ایک عیسائی صاحبان کے اور کوئی شخص سوامی جی سے بحث مباحثہ کرنے

کے لئے میدان میں نہ نکلا۔ عیسائی لوگ بھی دو تین روز بڑے شوق سے آتے رہے۔ جب سوامی جی کے زبردست دلائل کی تاب نہ لا سکے۔ تو بیماری کا بہانہ کر کے پیچھا چھڑایا ۔

سوامی جی کے دو ہفتہ کے پرچار کا یہ نتیجہ نکلا۔ کہ وہاں آریہ سماج قائم ہو گیا۔ ماسٹر لکشمن پرشاد پردھان اور بابو جوالا پرساد ہیڈ کلارک محکمہ جنگلات سکرٹری چنے گئے۔ کل دو درجن ممبر بھرتی ہوئے ۔

گجرات

جہلم سے چل کر سوامی جی ۳۱۔جنوری ۱۸۷۸ء کو گجرات پہنچے۔ یہاں کے ڈاکٹر بشن داس جی نے آپ کو مدعو کیا تھا۔ ایک دن تو دمدمہ میں ٹھیرے۔ دوسرے دن شہر سے باہر فتح سر میں چلے گئے سوامی جی کے بھگتوں نے گورنمنٹ سکول کے ہیڈ ماسٹر مسٹر بک نمن کی اجازت سے سکول کی برانچ کی عمارت میں لیکچروں کا انتظام کر دیا۔ یہاں سوامی جی نے لیکچروں کی جھڑی لگا دی۔ ہندو مسلمان عیسائی طبقہ کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں لیکچر سننے آیا کرتے تھے ۔

ایک شخص نے سوال کیا۔ کہ آیا گنگا ماننے کے لائق ہے یا نہیں ؟ سوامی جی نے جواب دیا کہ گنگا بھی دوسرے دریاؤں کی طرح ایک دریا ہے۔ پانی کی پوجا کے بھلا کیا معنی۔ لوگوں کی بڑی بھول ہے۔ کہیں دریا کو سمندر مان رکھا ہے۔ اور کہیں دودھ کی ندیاں سمجھے بیٹھے ہیں بعض دریاؤں میں سفید مٹی گھل کر آتی ہے۔ اسے جاہل لوگ سفیدی کے سبب دودھ کی ندی کہیں تو تعجب نہیں ۔

گجرات میں ہوشناک رائے اور سندلال دو مشہور پنڈت تھے۔ ہوشناک رائے جموں کی کسی پاٹھ شالہ میں ادھیاپک تھے۔ ایک دن لیکچر میں آکر بولے۔ میں شاستر ارتھ کرنا چاہتا ہوں۔ سوامی جی نے کہا۔ بیٹھ جائیے۔ لیکچر کے بعد آپ کو وقت دیا جائے گا۔ سوامی جی نے پوپ لیلا کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ مطلب پرست لوگوں نے کئی شرتیاں فرضی گھڑ لیں۔ اور مشہور کر دیا۔ کہ یہ وید شاستر کے احکام ہیں۔ مثلاً "استری شودر نا دھیتام" حالانکہ یہ منتر کہیں بھی نہیں ہے۔ پنڈت جی نے کہا۔ نہیں یہ شرتی ہے۔ اور ہم نکال کر دکھلا سکتے ہیں۔ سوامی جی نے کہا۔ یہ چار وید موجود ہیں۔ کسی میں سے نکال دیجئے۔ پنڈت صاحب بولے — ہم کل اپنے ویدوں سے نکال کر دکھلائیں گے ۔

دُوسرے دن مورتی پُوجا کھنڈن پر دیاکھیان ہُوا۔ محمود غزنوی کی چڑھائی۔ اور ملک کی دولت کی بربادی کا مفصل ذکر کیا۔ علاوہ ازیں مندروں میں استریوں کے جانے اور وہاں کی دُردشا کا بیان کیا۔ پنڈت ہوشناک رائے نے کہا۔ مورتی پُوجا کی اجازت منوسمرتی میں موجود ہے۔ سوامی جی نے منوسمرتی اُٹھا کر اُن کے ہاتھ میں دے دی اور کہا ــــ دکھائیے۔ پنڈت جی کی بغل میں ایک کتاب تھی۔ اُسے بغل میں دبائے اُنہوں نے ایک شلوک بول کر کہا یہ منوسمرتی کا شلوک ہے۔ سوامی جی نے جواب دیا۔ جھوٹ کیوں بولتے ہو۔ یہ شلوک منوسمرتی کا نہیں۔ بلکہ وشنو پوران کا ہے۔ اور تمہاری بغل میں بھی وشنو پوران ہے۔ پنڈت جی بہت نادم ہوئے بھری سبھا میں پنڈت جی کی پنڈتائی کا بھید کھُل گیا۔ جب مخالفین نے دیکھا۔ کہ سوامی جی ہر ایک کو لاجواب کر دیتے ہیں۔ تو وہ آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے۔ کہ کوئی ایسا ڈھونگ نکالا جائے جس سے ایک بار تو سوامی دیانند کو بھی لاجواب ہونا پڑے۔ چنانچہ فیصلہ ہُوا کہ سوامی جی سے جا کر سوال کیا جائے۔ کہ آپ گیانی ہیں یا اگیانی۔ اگر کہیں گیانی۔ تو اُن سے کہا جائے۔ کہ آپ اہنکار کرتے ہیں۔ سنتوں کو اہنکار نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اہنکاری کا تپ نشٹ ہو جاتا ہے۔ اگر کہیں اگیانی۔ تو ہم کہیں گے۔ جب آپ خود ہی اگیانی ہیں۔ تو ہم کو کیا سکھلائیں گے۔

دُوسرے دن جا کر یہی پرشن کیا۔ سوامی جی نے جواب دیا۔ میں کئی باتوں میں اگیانی ہوں۔ اور کئی باتوں میں گیانی۔ مثلاً دُکانداری یا بیوپار۔ انگریزی یا فارسی کے مضامین میں اگیانی۔ اور سنسکرت و دھرم کی باتوں میں گیانی ہوں۔ یہ جواب سُن کر وہ بہت شرمندہ ہوئے۔ اور اپنا سا مُنہ لے کر چلے گئے۔

جب کوئی اور طریقہ کارگر نہ ہُوا۔ تو ایک دن چند شرارتی آدمیوں نے لیکچر میں اینٹ پتھر برسانے شروع کیے۔ ساری سبھا منتشر ہو گئی۔ مگر سوامی جی اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ پولیس چند اشخاص کو پکڑ کر لائی۔ مگر سوامی جی نے اُن کو معاف کرا دیا۔

وزیر آباد

گجرات سے روانہ ہو کر آپ ۲ فروری کو وزیر آباد پہنچے۔ اس جگہ بعض لوگوں کی کوشش سے آپ کے آنے سے پہلے ہی سے آریہ سماج قائم ہو چکا تھا۔ پنڈت شہزادہ بند، لالہ لدھا رام نے

سکھدیال کھتری اور لالہ سکھدیال سود ممبران آریہ سماج معہ چند معززین شہر سوامی جی کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے۔ سمن برج کے متصل راجہ نفیز اللہ کی کوٹھی میں سوامی جی کی رہائش کا بندوبست کیا گیا۔ اس وقت سوامی جی کے ساتھ چند پنڈت ایک ہندوستانی کلارک ایک رسوئیا اور ایک کہار تھا ؀

دوسرے روز لیکچر ہوا۔ ہزاروں کی حاضری تھی۔ خوب سماں بندھ رہا تھا۔ کہ ایک شخص جھنجھلا کر اٹھا اور چیخ مار کر بولا۔ کہ جو کوئی لیکچر سنیگا۔ وہ ہندو کا تخم نہ ہوگا۔ اس پر برہمن اور اس کے ساتھی اٹھکر چلے گئے۔ پھر بھی حاضری کافی تھی۔ اور لیکچر برابر جاری رہا ؀

یہاں کے نامی پنڈت تو سوامی جی آمد کا ذکر سن کر ہی شہر چھوڑ گئے تھے۔ تاکہ شاستر ارتھ کرنے کے لئے عوام کی طرف سے ان پر زور نہ دیا جائے۔ ان دنوں واسدیو نامی ایک پنڈت وہاں آیا ہوا تھا سر پر لمبے بال رکھے۔ مخبوط الحواس سا معلوم ہوتا تھا۔ لوگ اسے ایک سو روپیہ دکشنا کا لالچ دے کر سوامی جی کے پاس لے آئے ؀

پنڈت واسدیو نے ایک شلوک پڑھکر کہا۔ کہ یہ وید منتر ہے۔ اور اس میں سالگرام اور تلسی کے بیاہ کا ذکر ہے۔ سوامی جی نے کہا۔ یہ وید منتر نہیں ہے۔ آپ خواہ مخواہ وید کا نام لے کر ارتھ نہ کریں۔ واسدیو لاجواب ہوگیا۔ تو شرارتی آدمی شور وغل مچانے لگے۔ جوں جوں سوامی جی پنڈت واسدیو کو وید منتر دکھلانے پر زور دیتے تھے۔ توں توں شور بڑھتا جاتا تھا۔ اتنے میں ایک لڑکے نے سیٹی بجانی شروع کردی۔ سماج کے پردھان نے اسے دھکی دے کر کہا۔ کہ چپ رہو۔ بس پھر کیا تھا۔ شرارتی لوگوں کو شرارت کرنے کا موقع مل گیا۔ پنڈت واسدیو اور اس کے ساتھی بکایک سوامی جی اور ممبران آریہ سماج پر ٹوٹ پڑے۔ ڈیرہ نزدیک تھا۔ بمشکل تمام سوامی جی اپنی کتابیں بچاکر ڈیرہ پر پہنچے۔ لوگوں نے اینٹیں ماریں پتھر پھینکے۔ مگر آپ دروازہ بند کرکے اندر بیٹھے رہے۔ مگر سوامی جی کا کلرک باہر رہ گیا تھا۔ لوگوں نے اسے بہت مارا۔ سوامی جی نے اس کی آواز سنی۔ تو اسے چھڑانے کے لئے باہر نکلے اور اسے زور سے آواز دی —— پکڑ لو جانے نہ دینا۔ اس آواز کا سننا تھا۔ کہ سب بھاگ کھڑے ہوئے ؀

اس کے بعد دو تین روز سوامی جی وہاں رہے۔ بعد ازاں گوجرانوالہ کو روانہ ہوگئے ؀

گوجرانوالہ

گوجرانوالہ سٹیشن پر سردار سنت سنگھ جی اور سردار دھرم سنگھ جی آئے ہوئے تھے۔ سوامی جی کو آپ لوگ سردار مہاں سنگھ کے عالیشان مکان میں لے گئے۔ ہر روز شام کو لیکچر ہونے لگے۔ سوامی جی آریہ اُدیش رتن مالا کے ہر ایک مضمون پر سلسلہ وار لیکچر دیتے تھے۔ لیکچر کے بعد شنکا سمادھان کے لئے برابر وقت دیا جاتا تھا۔ ہر سوال کا جواب ایسا مدلل اور مکمل دیا جاتا۔ کہ معترض کو بھی اس کی داد دینی پڑتی۔ یہاں چونکہ عیسائیوں کا زیادہ زور تھا۔ اس لئے سوامی جی عام طور پر عیسائیت پر بولا کرتے تھے۔ اور بائیبل کی آئتیں پڑھ پڑھ کر اُن پر ایسی مدلل بحث کرتے تھے۔ کہ حاضرین دنگ رہجاتے آپ کے لیکچروں سے عیسائی حلقہ میں کھلبلی مچ گئی۔ پادریوں نے باہم مل کر فیصلہ کیا۔ کہ کسی سناتنی پنڈت کو اکسا کر سوامی جی کے مقابلہ پر لایا جائے۔ اور اس طرح سوامی جی کی توجہ انجیل سے ہٹا کر پورانوں کی طرف پھیر دی جائے۔ چنانچہ پادری لوگ مل کر پنڈت جوالا دت کے پاس گئے۔ اور اسے خوب بھڑکایا۔ مگر وہ بولا — آپ تو شاستر ارتھ کرنے کو کہتے ہیں۔ مگر ہم سوامی جی کے درشن بھی کریں۔ تو بھرشٹ ہو جائیں۔ اور کپڑوں سمیت نہانا پڑے۔ ہم اُن کے پاس نہیں جائیں گے۔ وہاں سے مایوس پھرے تو کسی اور کی تلاش میں نکلے۔ پنڈت ودیا دھر گوجرانوالہ کے مشہور پنڈت تھے انہوں نے ایک پاٹھشالہ بھی کھول رکھی تھی۔ عیسائی اُن کے پاس گئے۔ انہوں نے جواب دیا — سوامی جی کا اور ہمارا گھر کا اختلاف ہے۔ اس پر ہم گھر ہی میں بات چیت کرینگے۔ آپ لوگ ہمارا فکر نہ کریں۔ پادری اپنا سا مُنہ لے کر وہاں سے چلے گئے۔

آخر پادری صاحبان کو خود ہی مباحثہ کے لئے میدان میں آنا پڑا۔ فریقین کی رائے سے مباحثہ کا وقت چار بجے شام اور جگہ مشن سکول کی عمارت مقرر ہوئی۔ ۱۹ فروری ۱۸۷۸ء کو شام کے چار بجے سوامی جی مشن سکول میں پہنچ گئے۔ سیالکوٹ کے پادری باؤ صاحب، امریکن پادری میکی صاحب و دیسی پادری سولفیٹ وغیرہ موجود تھے۔ علاوہ ازیں شہر کے معززین و روساء، انگریز و دیسی افسران کافی تعداد میں شامل تھے۔ داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا۔ پھر بھی خلقت اتنی تھی۔ کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ مگر ٹکٹ جاری کرنے میں عیسائیوں نے بے انصافی سے کام لیا۔ زیادہ تر ایسے آدمیوں کو ٹکٹ دیئے گئے۔ جو اُن کے طرفدار یا حمائتی تھے۔ مباحثہ شروع ہوا۔ سوامی جی نے پادریوں

کے ہر ایک اعتراض کا تسلی بخش جواب دیا۔ اور ساتھ ہی انجیل کے مسائل اور مسیح کی الوہیت پر ایسے اعتراض کئے۔ کہ پادری کچھ جواب نہ دے سکے۔ مباحثہ رات کے آٹھ بجے تک جاری رہا ؛

دوسرے دن بھی خوب سوال و جواب ہوئے۔ حاضری بہت زیادہ تھی۔ یہاں تک کہ بہت لوگ جگہ کی تنگی کے باعث واپس چلے گئے۔ عوام کی خواہش تھی۔ کہ مباحثہ کسی کھلی جگہ ہو۔ اس لئے سوامی جی نے مباحثہ کے خاتمہ پر پادری صاحبان سے کہا۔ کہ یہ جگہ بہت تنگ ہے۔ اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ لہذا مناسب ہے۔ کہ کل کسی کھلی جگہ کا انتظام کیا جائے۔ اور وہ جگہ ایسی ہو۔ جو کسی فریق سے تعلق نہ رکھتی ہو۔ پادری صاحبان نے اس وقت تو کوئی صاف جواب نہ دیا۔ مگر اگلے روز بغیر سوامی جی سے مشورہ کئے ہی دن کے بارہ بجے کچھ عیسائیوں کو گھروں سے بلا کر جمع کیا۔ اور سوامی جی کو مباحثہ کے لئے بلا بھیجا۔ سوامی جی اس وقت وید بھاشیہ کے کام میں مصروف تھے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ جب چار بجے کا وقت مباحثہ کے لئے مقرر ہے۔ اور لوگوں کو بھی یہی بتایا گیا ہے۔ تو آپ نے یہ خلاف قاعدہ حرکت کیوں کی؟ اگر ۱۲ بجے مباحثہ کرنا تھا۔ تو کل ہی ایسا کہہ دینا چاہئے تھا۔ میں اس وقت وید بھاشیہ کے کام میں لگا ہوں۔ اسے درمیان میں چھوڑ کر نہیں آسکتا۔ علاوہ ازیں میں نے کل کسی کشادہ جگہ میں مباحثہ کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ اگر آپ جگہ کا انتظام نہ کر سکتے ہوں۔ تو مجھے بتا دیں۔ میں خود ایسا پربندھ کر لوں گا ؛

پادری لوگ تو کسی طرح پیچھا چھڑانا چاہتے تھے۔ انہوں نے مشہور کر دیا۔ کہ سوامی دیانند مقابلہ کی تاب نہ لا کر مباحثہ سے گریز کرتے ہیں۔ گویا ہار گئے ہیں۔ سکول کے لڑکوں نے تالیاں بجائیں۔ اور کارروائی ختم ہوئی ؛

پادری صاحبان کی اس چالاکی کا علم جب شہر کے لوگوں کو ہوا تو انہوں نے بہت برا منایا۔ سکول کے ٹھیک سامنے کھلے میدان میں سوامی جی کے لیکچر کا بندوبست کیا گیا۔ کل والے اعلان کے بموجب چار بجے ہزارہا آدمی مباحثہ سننے کے لئے آپہنچے۔ پادری صاحبان کو مباحثہ کے واسطے بلایا گیا۔ مگر وہ نہ آئے۔ پون گھنٹہ انتظار کر کے سوامی جی نے انجیل کی تعلیم پر لیکچر دینا شروع کیا۔ اور اس تعلیم کی خوب اچھی طرح قلعی کھولی۔ آج حاضری پہلے دو دنوں سے بہت زیادہ تھی۔

ایک روز سوامی جی نے برہمچریہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ سردار ہری سنگھ نلوہ جو اتنا

زبردست ہوا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہی تھی۔ کہ وہ ۲۵-۲۶ برس تک برہمچاری رہا۔ میری عمر اس وقت ۵۱ سال کی ہے۔ مگر کوئی بھی طاقتور آدمی سامنے آ جائے۔ میں اُس کا ہاتھ پکڑتا ہوں وہ چھڑا کر دکھائے۔ یا میں بازو اکڑاتا ہوں۔ اُسے جھکا دے۔ اس وقت ۵۰۰ کے قریب حاضری تھی۔ کئی کشمیری پہلوان بیٹھے تھے۔ مگر کسی کو بھی آگے نکلنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

یہاں سوامی جی کی موجودگی میں ہی آریہ سماج قائم ہو گیا۔

ملتان

۲ مارچ ۱۸۷۸ء کو سوامی جی گوجرانوالہ سے چل کر لاہور پہنچے۔ یہاں آپ کو ملتان کے چند دھرم پریمی اصحاب کا دعوت نامہ پہنچا۔ کہ ملتان کی پبلک آپ کے لیکچروں کی از حد خواہش مند ہے چند روز کے لئے ضرور تشریف لائیں۔ سوامی جی نے لکھا۔ کہ موقع ملنے پر ہم آپ لوگوں کو اطلاع دیں گے۔ مگر وہاں انتظار کون کرتا۔ لوگوں نے جھٹ چندہ جمع کیا۔ اور ایک آدمی سوامی جی کو لانے کے لئے لاہور روانہ کر دیا۔ سوامی جی اس آدمی کے ساتھ ۱۲ مارچ کو ملتان پہنچے۔ ہولیوں کے دن تھے پہلے روز پرمیشور نراکار ہے نہ کہ ساکار" کے مضمون پر لیکچر دیا۔ دوسرے دن مورتی پوجا و اوتار کا کھنڈن کیا۔ تیسرے روز گوکلیا گوسائیوں کی لیلا ظاہر کی۔ یہاں چونکہ گوکلیا گوسائیوں کا بہت زور تھا۔ اس لئے بہت شور مچا۔ اگلے دن گوسائیں گوپال جی والے معہ اپنے شاگردوں کے فساد کرنے کی نیت سے لیکچر میں آ دھمکے۔ سوامی جی لیکچر دے رہے تھے۔ وہ لوگ سنکھ اور گھڑیال بجانے اور زور زور سے جیکارے بلانے لگے۔ سوامی جی کے بھگتوں نے اُنہیں ایسا کرنے سے روکا۔ مگر وہ لوگ شرارت سے باز نہ آئے۔ پولیس کے سپاہی نے چند شرارتی آدمیوں کے منہ پر تھپڑ لگائے تو سب بھاگ نکلے۔ سوامی جی کے معتقدوں نے جب دیکھا۔ کہ شہر میں فساد کا خطرہ ہے۔ تو چھاؤنی میں لیکچروں کا انتظام کر دیا۔ وہاں خوب پرچار ہوا۔ ہولیوں کے دن گذر جانے پر پھر شہر میں لیکچر ہونے لگے ایک دن ہندو مسلمان اور عیسائی سب مل کر آئے۔ انہوں نے ایک ہی وقت کئی قسم کے سوال کئے۔ اُن کا خیال تھا۔ کہ اس طرح سوامی جی گھبرا جائیں گے۔ اور سب کو جواب نہ دے سکیں گے۔ مگر سوامی جی نے باری باری سے سب کا جواب اس خوبی سے دیا۔ کہ وہ حیران ہو گئے۔

ملتان کے لوگوں پر سوامی جی کے اُپدیشوں کا یہ اثر ہوا۔ کہ آپ کی موجودگی میں ہی وہاں آریہ سماج

قائم ہوگیا۔ ملتان سے سوامی جی ۱۷ اپریل کو پھر لاہور گئے اور وہاں چند روز ٹھہرے۔ پھر امرتسر تشریف لے گئے۔ سردار بھگوان سنگھ کے باغ میں آپ کے کئی لیکچر ہوئے۔ پنڈتوں نے اب کے بھی مخالفت کی اور مباحثہ کے لئے زور شور سے تیاریاں کیں۔ مگر آریہ سماج کی طرف سے چیلنج پر چیلنج دینے کے باوجود بھی کوئی سامنے نہ آیا۔ ہاں سوامی جی کے لیکچروں میں اینٹوں پتھروں کی بارش کرتے رہے۔ آخر کار ڈپٹی کمشنر صاحب سے کہکر پولیس کا انتظام کرنا پڑا۔ تب کہیں شریر لوگ شرارتوں سے باز آئے۔

یہاں مشن سکول میں ہندو لڑکوں کی تعداد کافی تھی۔ پادری لوگ اُن میں عیسائیت کا پرچار بڑے زوروں سے کر رہے تھے۔ سوامی جی کے لیکچروں نے طلباء کی آنکھیں کھول دیں۔ چنانچہ جو چالیس لڑکے مسیحی مذہب کو قبول کرنے والے تھے۔ وہ سب کے سب راہ راست پر آگئے۔ یہ دیکھکر پادریوں کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ انہوں نے چاہا۔ کہ سوامی دیانند کو کسی طرح مباحثہ میں شکست دی جائے۔ چنانچہ پنڈت کھڑگ سنگھ کو مباحثہ کے لئے بلا بھیجا۔ یہ شخص بارہ سال سے عیسائی ہوچکا تھا۔ اور پادریوں میں بڑا لائق خیال کیا جاتا تھا۔ کھڑگ سنگھ معہ اپنے ساتھیوں کے سوامی جی کے پاس پہنچا۔ اور نمسکار کرکے بیٹھ گیا۔ وہاں جاتے ہی اس کے دل میں عجیب قسم کی تبدیلی واقعہ ہوئی۔ بجائے اس کے کہ سوامی جی کے ساتھ مباحثہ کرتا۔ اُلٹا سوامی جی کی طرف سے لوگوں کو جواب دینے اور عیسائیت کی کمزوریوں کو واضح کرنے لگ گیا۔ بس اُس دن سے پھر وہ عیسائیوں میں نہیں گیا۔ بلکہ آریہ سماج کا ممبر بن گیا۔

اب تو پادری لوگ بہت سٹ پٹائے۔ اُن لوگوں نے کلکتہ کے پادری این بنرجی کو تار دیا۔ کہ مباحثہ کے لئے جلد پہنچیں۔ پادری صاحب نے آنے کا وعدہ کیا۔ اور سوامی جی کو اس مباحثہ کے لئے چند روز اور ٹھیرنا پڑا۔ مگر پادری صاحب تشریف نہ لائے۔ اور لکھ بھیجا کہ میری لڑکی سخت بیمار ہے، میں آنے سے معذور ہوں۔ امرتسر کے پادریوں نے پھر تار دیا۔ کہ اگر ایک لڑکی مرجائے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں، یہاں کئی روحیں بچ جائیں گی۔ مگر پادری صاحب نہ پہنچے۔



سنگٹھن کانڈ

روڑکی

سوامی جی کی شہرت دور دراز مقامات پر پہنچ چکی تھی۔ اور بڑھے لکھے ہندو آپ کے اُپدیشوں کے لئے بیقرار ہو رہے تھے۔ ابھی ایک جگہ کا پرچار ختم نہیں ہوا کہ دوسرے مقام سے دعوت آگئی۔ سوامی جی سے جس قدر ممکن ہو سکا۔ انہوں نے دھرم کے پیاسوں کی پیاس بجھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ آپ کا ایک ایک منٹ دھرم پرچار کے لئے وقف تھا۔ ابھی آپ پنجاب ہی میں تھے۔ کہ روڑکی سے پنڈت امراؤ سنگھ کا دعوت نامہ آ پہنچا۔ چنانچہ سوامی جی ۵ جولائی ۱۸۷۸ء سے کو امرتسر سے پورب کی طرف چل دیئے۔ اور جالندھر، لدھیانہ، انبالہ ہوتے ہوئے ۲۵ تاریخ کو رڑکی پہنچے۔ اہلیانِ شہر نے آپ کی رہائش کے لئے دہلی کے شمبھو ناتھ جی کا بنگلہ تجویز کر رکھا تھا۔ چنانچہ سوامی جی وہیں فروکش ہوئے ٭

اسی روز سوامی جی نے "الہام" کے مضمون پر ایک نہایت دلپسند تقریر فرمائی۔ رڑکی کالج کے پروفیسروں اور طلباء کے علاوہ شہر کے لوگ کافی تعداد میں موجود تھے۔ آپ نے ڈاروِن کی تھیوری کو غلط ثابت کیا۔ اور نہایت زبردست دلائل پیش کئے۔ علاوہ ازیں آپ نے ایک شلوک پڑھکر بتلایا۔ کہ کشش ارضی نیوٹن کی ایجاد نہیں ہے۔ بلکہ ویدوں میں اس کا ذکر پہلے سے موجود ہے۔ انگریزی خواندہ پبلک، خصوصاً پروفیسر و طلباء سوامی جی کی تقریر سنکر بہت حیران ہوئے۔ کیونکہ وہ سمجھے بیٹھے تھے۔ کہ جو علم طبعی۔ علم کیمیا و علم فلسفہ کے مسائل وہ انگریزی کالجوں میں پڑھتے رہے ہیں۔ ان کے موجد انگریز ہی ہیں۔ اور وہ پہلے کسی کو معلوم نہ تھے۔ یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ انگریزی خواندہ طلباء پر حقیقت ظاہر ہوئی۔ سوامی جی نے لیکچر کے دوران میں کہا آپ لوگ کسی علم کا نام لیں۔ اور میں اُس کے ثبوت میں ویدک منتر پیش کرونگا۔ اس پر چند طلباء نے سکون آفتاب، حرکت زمین، امریکہ کا حال، تحقیق جمادات و سیارات، بھونچال اور

طوفان وغیرہ کی ماہیت وغیرہ بہت سے مسائل پر سوالات کئے۔ سوامی جی نے ہر ایک سوال کا تسلی بخش جواب دیا۔ آپ کی وسیع واقفیت اور گہری تحقیقات پر لوگ عش عش کر اُٹھے امریکہ کے کرنل الکاٹ کی کئی چٹھیاں سوامی جی نے رڑکی جا کر لکھا۔ اور اس کا انگریزی ترجمہ امریکہ بھیجتے وقت حاضرین سے کہا ـــ کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ ہمارے دھرم کی کھوج خبر مذاہب والے تو امریکہ وغیرہ دور دراز براعظموں سے بذریعہ خط وکتابت کرنے کے لئے تیار ہیں اور بھارت ورش ایسا بدنصیب ہے۔ کہ یہاں کے لوگ اپنے دھرم کا ذرا خیال نہیں کرتے ؎

ایک دن سوامی جی کے ویاکھیان میں ایک مذہبی آبیٹھا۔ مذہبی وہ ہوتے ہیں۔ کہ اپنے ہاتھ سے جانوروں کو مارتے ہیں۔ یہ لوگ ناپاک سمجھے جاتے ہیں۔ کسی نے اس سے نفرت کر کے اونچی جگہ سے اُٹھا دیا۔ وہ کسی دوسری جگہ جا بیٹھا۔ یہاں سے پھر کسی نے اُٹھا دینا چاہا۔ اس پر سوامی نے روکا اور کہا ـــ بیٹھنے دو۔ دھرم کی بات ہے۔ سب سُن سکتے ہیں۔ جیسے ہوا سب کی۔ ویسے وید سب کا۔ جیسے سورج کی روشنی سب کی، ویسے وید بھی سب کا ہے ؎

سوامی جی رُڑکی میں ہی تھے۔ کہ دیوبند کے مولوی محمد قاسم صاحب مباحثہ کے لئے تشریف لائے۔ شرائط مباحثہ کا تصفیہ کرنے کی غرض سے لمبے چوڑے اشتہار دیئے۔ خط و کتابت ہوئی۔ کئی دفعہ شرائط طے ہوئیں۔ اور کئی دفعہ منسوخ ہوئیں۔ آخرکار مولوی صاحب ٹال مٹول میں وقت ضائع کر کے مباحثہ سے انکار کر گئے۔ سوامی جی کے اُپدیشوں کا یہاں ایسا اثر ہوا۔ کہ ۲۰۔ اگست ۱۸۷۸ء کو رڑکی میں آریہ سماج قائم ہو گیا ؎

میرٹھ

رُڑکی میں دھرم اُپدیش دینے کے بعد سوامی جی وہاں سے وداع ہوئے۔ اور ۲۴۔ اگست کو علی گڑھ پہنچے۔ وہاں چار روز ٹھہر کر ۲۶ اگست کو میرٹھ پدھارے۔ اور لالہ دامودر داس کی کوٹھی میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر لوگ جوق در جوق درشنوں کو آنے لگے۔ پہلا لیکچر آپ کا اسی شام کو کوٹھی کے برآمدہ میں ہوا۔ دوسرے دن لوگوں کی خواہش پر رائے گنیشی لال کی کوٹھی پر لیکچر دیا۔ تیسرا، چوتھا اور پانچواں لیکچر بھی آپ کا یہیں ہوا۔ اس کے بعد لالہ رام سرن داس رئیس میرٹھ کی درخواست پر سوامی جی نے ۵۔ اگست سے اُن کے ہاں لیکچر دل

کا سلسلہ شروع کیا۔ جو ۱۳ ستمبر تک جاری رہا۔ ۱۴ سے ۲۲ ستمبر تک لالہ چھوٹے لال گماشتہ
کمسریٹ کی کوٹھی میں مختلف مضامین پر لیکچر دیئے۔ ان لیکچروں سے شہر کے گلی گلی کوچے کوچے
میں آپ کی شہرت پھیل گئی ؎

میرٹھ کی دھرم سبھا نے سوامی جی سے مندرجہ ذیل تین سوال کئے ——— (۱) سنا ہے آپ کو
مورتی پوجا میں شبہہ ہے۔ اگر ایسا ہے۔ تو اپنے شبہہ میں پرمان دیں۔ (۲) گنگا میں سنان کرنے سے
آپ مکتی مانتے ہیں کہ نہیں؟ اگر نہیں مانتے تو اپنے حق میں دلائل پیش کریں۔ (۳) اوتار درست
ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں۔ تو اس میں بھی پرمان دلویں ؎

دوسرے دن لیکچر دیتے وقت سوامی جی نے جواب دیا ——— (۱) میں مورتی پوجا کو وید کے
خلاف سمجھتا ہوں۔ ویدوں میں کہیں بھی مورتی پوجا کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ وید تو کہتا ہے۔
न तस्य प्रतिमास्ति اُس کی کوئی مورتی نہیں ہے۔ یجروید ادھیائے ۳۲ منتر ۳۔
ملاحظہ فرمائیے۔ (۲) میں دوسرے پانیوں سے گنگا کا پانی عمدہ خیال کرتا ہوں۔ مگر اس میں نہانے
سے مکتی نہیں مانتا۔ منوسمرتی میں بھی لکھا ہے۔ کہ پانی سے جسم صاف ہوتا ہے۔ سچائی سے دل دھلتا
ہے۔ ریاضت علم سے آتما پوتر ہوتی ہے۔ اور گیان سے بدھی شدھ ہوتی ہے۔ چھاندوگیہ
اپنشد میں بھی لکھا ہے۔ کہ انسان اپنے دل سے کدورت کو چھوڑ کر سب کو سکھ دینے میں کوشاں
رہے۔ اور دنیاوی کاروبار میں کسی کو دکھ نہ دے۔ اسی کو تیرتھ کہتے ہیں۔ دوسرا کوئی تیرتھ نہیں
ہے۔ (۳) جن کو آپ پرمیشور کا اوتار مانتے ہیں۔ وہ مہاپرش ضرور تھے۔ مگر پرمیشور کا اوتار نہ تھے
جو ہر جگہ ہے۔ اور مکمل طور سے ہے، اُسے اوتار بن کر آنے کی ضرورت نہیں۔ اوتار ہونے سے
وہ ہر جگہ حاضر ناظر نہ رہ کر مقامی ہو جائیگا۔ دیکھو یجروید ادھیائے ۸۔ انشک ۷۔ ورگ ۳ منترا
اور یجروید ادھیائے ۴۰۔ منتر ۹۔ اگر کہو راون وکنس وغیرہ کو مارنے کے لئے اوتار لینا ہے۔ تب
بھی درست نہیں۔ جو بغیر جسم کے سارے جگت کو پیدا کرتا ہے، قائم رکھتا ہے، اور فنا کر دیتا
ہے۔ تو بغیر جسم اختیار کئے وہ پاپیوں کو کیوں سزا نہیں دے سکتا۔ ان جوابات کو سن کر دھرم
سبھا کے کئی ممبران سوامی جی کے بھگت بن گئے ؎

یہاں مولوی عبداللہ نے مباحثہ کرنے کے لئے خط و کتابت کی۔ سوامی جی نے انکی درخواست

فوراً منظور کر لی۔ اور لکھا۔ کہ مباحثہ تحریری ہوگا۔ مولوی صاحب نے یہ منظور نہ کیا ؛

پورانک لوگوں کی زبردست مخالفت کے باوجود یہاں ۲۹ ستمبر کو آریہ سماج قائم ہو گیا ؛

دہلی

میرٹھ میں ویدک دھرم کا بیج بو کر سوامی جی ۸۔ اکتوبر کو دہلی پہنچے اور سبزی منڈی میں لالہ بالمکند کیسری چند کے باغ میں رونق افروز ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری اور لیکچروں کے پروگرام سے لوگوں کو بذریعہ اشتہار اطلاع دیگئی۔ شاہ جی کے چھتہ میں ۶ بجے سے ۸ بجے شام لیکچروں کا سلسلہ شروع ہوا ؛

سوامی جی کو راناپور لے جانے کے لئے لکھن لال دبھولا ناتھ نامی دو اصحاب یہاں پہنچے۔ اُن کی درخواست سُن کر سوامی جی نے جواب دیا ــــ یہاں سے میں جے پور اور اجمیر جاؤنگا۔ وہاں سے پُشکر ہوتا ہوا ہردوار کمبھ کے میلہ پر پہنچونگا۔ بعد ازاں راناپور آؤں گا ؛

اجمیر

دہلی میں آریہ سماج قائم کر کے سوامی جی ۶ نومبر رات کی گاڑی سے جے پور روانہ ہو گئے۔ جب گاڑی سٹیشن پر پہنچی۔ تو وہاں جوشی رام سروپ گاڑی لئے موجود تھے۔ جوشی جی کا سر مُنڈا ہوا دیکھکر سوامی جی نے پوچھا۔ جوشی جی یہ کیا؟ جواب دیا ــــ بھگون! بڑا ہی افسوس ہے کہ ٹھاکر صاحب چل بسے۔ سوامی جی نے کہا ــــ تو میں اب یہاں نہیں اُترونگا۔ اجمیر جاتا ہوں میری طرف سے ٹھاکر کے رشتہ داروں سے افسوس کرنا اور کہنا۔ کہ واپسی پر اُتروں گا ؛

سوامی جی نے اسی وقت آدمی بھیج کر اجمیر کا ٹکٹ منگوایا۔ اور بذریعہ تار اجمیر پہنچنے کی خبر دی دُوسرے دن سوامی جی اجمیر پہنچے۔ سٹیشن پر منشی سمرتھ دان، سردار بھگت سنگھ وغیرہ معززین شہر موجود تھے۔ سوامی جی۔ سردار بھگت سنگھ کی بگھی پر بیٹھکر سیٹھ رام پرساد کے باغ کو چلے گئے۔ چونکہ پُشکر کا میلہ لگا ہوا تھا۔ اور سوامی وہاں پرچار کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے اسی روز آپ پُشکر جا پہنچے۔ دوسرے دن اشتہار کے ذریعہ سب کو اطلاع دیگئی۔ اور جلسہ کیا گیا یہاں پر سوامی جی نے وام مارگی سادھوؤں کی خوب قلعی کھولی۔ بار بار چیلنج دینے پر بھی کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔ وہاں سے سوامی واپس اجمیر چلے آئے ؛

اجمیر میں آپ کے کئی لیکچر ہوئے۔ ایک لیکچر میں سوامی جی نے بائبل کی تعلیم پر زبردست اعتراض کئے۔ اجمیر کے پادری گرے صاحب اس لیکچر میں موجود تھے۔ اُنہوں نے سوامی جی سے کہا۔ بائبل پر جس قدر اعتراض ہوں۔ لکھکر ہمیں بھیج دیں۔ ہم اُن کا جواب دینگے۔ سوامی جی نے کہا بہتر ہے۔ کہ یہاں زبانی ہی بات چیت ہو جائے۔ اور لوگ بھی سُن لیں۔ مگر پادری صاحب نے کہا۔ آپ لکھدیں۔ بعد میں ہم چند روز اُن پر غور کر کے جواب دیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن سوامی جی نے چونسٹھ اعتراض بائبل پر قلم بند کر کے پنڈت بھاگ رام صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی معرفت پادری صاحب کو بھجوا دیئے۔ پادری صاحب دس روز تک اُن پر غور کرتے رہے۔ اور اُس کے بعد ۲۸ نومبر کو مباحثہ کے لئے آئے۔ لوگوں کو بذریعہ اشتہار مباحثہ کی اطلاع دی گئی۔ اس لئے حاضری کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ سرکاری افسران بھی کافی تعداد میں موجود تھے ❊

سوامی جی نے اعتراضات کی جھڑی لگا دی۔ پادری صاحب بولے۔ چونکہ وقت تھوڑا ہے۔ اس لئے صرف ایک دو باتوں پر ہی چرچا ہوگی۔ سوامی جی نے کہا وقت کا خیال نہ کیجئے۔ اور میرے اعتراضات کو سُن لیجئے۔ آپ دو تین چار روز میں سلسلہ وار ان کا جواب دے سکتے ہیں۔ مگر پادری صاحب نے منظور نہ کیا۔ اُنہوں نے کہا۔ کہ میں صرف آج کا دن ہی بات چیت کرونگا ❊

سوامی جی نے تب دو تین سوالات دوہرا دیئے۔ پادری سے کوئی معقول جواب بن نہ آیا۔ اور اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت گذار کر بولے ـــــ اب ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔ یہ کہکر چلتے بنے ❊

یہاں مسلمانوں نے بھی سوامی جی سے مباحثہ کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ مگر پادری صاحب کے شکست کھا جانے پر اُن کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور اُنہوں نے مباحثہ کا خیال چھوڑ دیا ❊

اجمیر میں رام سنیہیوں کا گورو رہتا تھا۔ سوامی جی نے سُنا۔ کہ وہ کچھ پڑھا ہے۔ اسے شاستر ارتھ کا پیغام بھیجا۔ مگر جواب ملا۔ کہ ہم نہیں آسکتے۔ سبب پوچھا تو بولے کہ ہم کسی کے مکان پر نہیں جاتے اگر آپ یہاں آئیں گے۔ تو ہم گدی سے اُٹھ کر کسی کو تعظیم نہیں دیتے۔ سوامی جی نے کہا ہم نہ عزت مانگیں نہ گدی۔ ہمیں تو صرف شاستر ارتھ سے غرض ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ بابا! ہم تو رام رام کرتے ہیں۔ شاستر ارتھ نہیں جانتے۔ یہ سُن کر سوامی جی نے کہا گوت اور رام نام پر اعتراض لکھکر بھیجدیئے

اور اُن کا جواب مانگا۔ گورو جی نے چٹھی رکھ لی۔ اور کہا ـــ کل جواب دیں گے۔ مگر جواب تو کیا دیتے اگلے روز صبح ہی بوریا بستر باندھ شہر سے بھاگ گئے۔ یہ شاہپور کی گدی کے سب سے بڑے مہنت تھے۔

ہردوار

اجمیر سے سوامی جی مسودہ، نصیر آباد، جے پور، ریواڑی ہوتے ہوئے پھر دہلی آ گئے۔ وہاں سے سہارنپور ہوتے ہوئے میرٹھ پہنچے۔ اُن دنوں ہردوار میں کنبھ کا میلہ لگ رہا تھا۔ وہاں پرچار کرنے کے لئے آپ نے میرٹھ میں ہزاروں کی تعداد میں ہندی و سنسکرت کے اشتہار چھپوا کر ساتھ لے لئے۔ اور ۲۲ فروری ۱۸۷۹ء کو جوالا پور پہنچے۔ مولا مصر کے بنگلہ میں عارضی طور پر رہائش اختیار لی۔ بعد ازاں مولوں کی چھاؤنی کے سامنے شرون ناتھ کے باغ میں خیمے نصب ہو جانے پر وہاں چلے آئے۔ آپ نے تمام گذرگاہوں، گھاٹوں، مندروں، گلیوں وغیرہ مقامات پر جا بجا اشتہارات چسپاں کرا دیئے۔ جن میں درج تھا۔ کہ آپ فلاں مقام ٹھہرے ہوئے ہیں۔ فلاں وقت پر لیکچر ہوں گے۔ اور فلاں وقت پر آ کر لوگ شنکا سمادھان کر سکتے ہیں۔ اشتہارات کے لگتے ہی میلے میں سوامی جی کا نام گونج گیا۔ ہزاروں گرہستی اور سادھو لیکچر سننے کے لئے آپ کے ڈیرے پر آنے لگے۔ اُن دنوں سکھ دیو گر جی، پورن گری اور سوامی وشدھانند جی۔ یہ تین آدمی سنسکرت کے بھاری پنڈت خیال کئے جاتے تھے۔ اور تینوں کنکھل میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ سوامی جی نے تینوں ودوانوں کو لکھ بھیجا۔ کہ میں جو کام کر رہا ہوں۔ اُس کو آپ سب جانتے ہیں۔ کہ وہ بالکل ٹھیک ہے لہٰذا آپ لوگ اس کام میں میرا ہاتھ بٹاویں۔ اور اپنی ودیا کو سپھل کریں۔ مگر اس درخواست پر ان لوگوں نے بالکل توجہ نہ دی۔

جب میلہ کچھ بھر گیا۔ تب پنڈت شری رام پھلوری اور پنڈت چترپج نے ایک سبھا قائم کر کے اس کی طرف سے سوامی جی کو شاستراتھ کے لئے چیلنج دیا۔ سوامی جی نے شاستراتھ کرنا منظور کر لیا اور کہلا بھیجا کہ اگر سوامی وشدھانند یہ لکھ دیں۔ کہ وہ وید و اصول پنڈتوں کے جاننے والے ہیں۔ اور خود شاستراتھ میں بطور منصف بیٹھیں۔ تو میں شاستراتھ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ سوامی جی نے اسی مطلب کا ایک خط سوامی وشدھانند جی کے پاس بھی بھیجا۔ وشدھانند جی نے ہردو پنڈتوں کو بلا کر خوب جھاڑ پلائی اور کہا ـــ تم دونو سوامی دیانند کے مقابلہ میں ایک اکشر بھی نہیں جانتے۔ شاستراتھ کیا کرو گے۔

اُدھر سوامی جی کو لکھ کر بھیجا۔ کہ بہت سے مُورکھ لوگ اکٹھے ہو کر جھگڑا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ان کی باتوں پر توجہ نہ دیں۔ اور اپنا کام کئے جائیں ٭

اس میلہ میں سوامی جی نے اپنے خیالات کی بہت اشاعت کی۔ کئی مباحثے کئے۔ کئی پنڈتوں کو لاجواب کر دیا۔ ہزاروں سادہ لوح اشخاص کو رازِ حقیقت سے باخبر کیا۔ اشتہارات اور ہینڈبل تقسیم کئے۔ اخبارات میں چرچا ہوا۔ اور میلہ بھر میں آپ کا نام گونج گیا۔ یہاں آپ نے اس قدر زیادہ کام کیا کہ آپ کی صحت خراب ہو گئی۔ دست شروع ہو گئے۔ مگر کیا مجال جو پروگرام میں ذرا بھی فرق آیا ہو ٭

ایک دن کوئی ۸۰ سال کے ایک بوڑھے ویدانتی اپنے شاگردوں سمیت آپ کے پاس آئے۔ سوامی جی نے دروازہ پر جا کر اُن کا سواگت کیا۔ اور کوئی چھ گھنٹے تک آپس میں بات ہو رہی تھی۔ آخر اس ویدانتی نے اپنے شاگردوں کو کہا ـــــ میں نے دیانند کا مت قبول کر لیا ہے۔ تم بھی کر لو ٭

باوجود بیمار ہو جانے کے بھی سوامی جی میلہ کے بعد بھی چند روز تک ہردوار ٹھہرے رہے۔ تاکہ مخالفین کو کہیں یہ کہنے کا موقعہ نہ مل جائے۔ کہ دیانند میدان چھوڑ کر بھاگ گیا ہے ٭

ڈیرہ دُون

میلہ کے اختتام پر سوامی جی نے چند روز آرام کرنا چاہا۔ آپ ۱۴۔اپریل ۱۸۷۹ء کو ڈیرہ دون چلے گئے۔ دو تین دن آرام کیا۔ اور پھر لیکچروں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ نے وہاں ۹ لیکچر دیئے۔ جن میں اسلام، عیسائیت، بودھ دھرم وغیرہ سبھی متوں کا زوردار کھنڈن کیا۔ برہم سماج کی بھی خوب قلعی کھولی۔ سوامی جی کے لیکچروں سے ڈیرہ دُون میں کھلبلی مچ گئی۔ مخالف لوگ بھڑک اُٹھے۔ ایک روز ڈیڑھ سو کے قریب مسلمان ہاتھوں میں لاٹھیاں لئے سوامی جی کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ مگر حاکموں کی دانشمندی سے اُن کی ایک نہ چلی۔ سوامی جی نے اپنا پروگرام برابر جاری رکھا منشی محمد عمر صاحب کو شُدھ کر کے اُن کا نام الکھ دھاری رکھا گیا۔ سوامی جی کے ہاتھوں یہ پہلی شُدھی تھی سوامی جی ابھی چند روز اور ٹھہرنا چاہتے تھے۔ مگر سہارنپور سے کرنل الکاٹ کا تار آ گیا۔ کہ وہ ملاقات کے لئے سہارنپور میں انتظار کر رہے ہیں۔ چنانچہ سوامی جی ۳۰۔اپریل کو سہارنپور روانہ ہو گئے آپ کے بعد ۲۹ جون ۱۸۷۹ء کو ڈیرہ دُون میں آریہ سماج قائم ہوا ٭

سہارنپور

سوامی جی یکم مئی کو سہارنپور پہنچے۔ اور بڑے پریم سے اپنے بھگتوں سے ملے۔ دو دن ٹھیر کر آپ میرٹھ چلے گئے۔ کرنل الکاٹ اور میڈم بلیوٹسکی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ میرٹھ میں سوامی جی کے چار لیکچر ہوئے۔ کرنل اور میڈم صاحبہ نے بھی تقریریں کیں۔ جن میں ویدوں کی عظمت اور انجیل کی خامیوں کا بیان کرتے ہوئے تھیوسافیکل سوسائٹی کی غرض و غایت بیان کی۔ آپ لوگوں نے یہاں تک کہا۔ کہ وید ہی تمام سچائیوں کا منبع ہیں۔ اور جس قدر دیگر مذاہب ہیں وہ سب پاکھنڈی ہیں۔

۷ مئی کو کرنل اور میڈم صاحبہ بمبئی چلے گئے۔ اور سوامی جی علیگڈھ کے لئے روانہ ہوئے علی گڑھ پہنچ کر پھر آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ یہاں آ کر اُن کے بھگت ٹھاکر مکند سنگھ جی اور ٹھاکر بھوپال سنگھ جی انہیں چھلیسر لے گئے۔ چھلیسر میں سوامی جی ایک ماہ کے قریب ٹھیرے۔ علاج معالجہ سے طبیعت کچھ ٹھیک ہوئی۔ تو مراد آباد چلے گئے۔ چونکہ پوری صحت ابھی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے مراد آباد میں آپ نے صرف ۳ لیکچر دیئے۔ یہاں آپ کی موجودگی میں ہی ۲۰ جولائی کو آریہ سماج قائم ہؤا۔ چند روز بعد آپ کی بیماری پھر عود کر آئی۔ ڈاکٹر ڈین صاحب کا علاج شروع کیا گیا۔ اور اُن کے علاج سے آپ بہت جلد صحت یاب ہو گئے۔ سوامی جی کے بھگتوں نے دو سو روپیہ اکٹھا کر کے ڈاکٹر صاحب کے پیش کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس رقم کے لینے سے انکار کیا۔ اور کہا ــــ جو شخص دُنیا کی اس قدر بھلائی کر رہا ہے۔ اُس سے میں فیس لینا مناسب نہیں سمجھتا ؂

بریلی

یہاں سے سوامی جی بدایوں اور بدایوں سے ۱۴۔ اگست ۱۸۷۹ء کو بریلی تشریف لے گئے۔ اور بیگم باغ میں لالہ لکشمی نرائن کی کوٹھی میں ٹھیرے۔ کئی دن تک لیکچر ہوتے رہے۔ اُن میں پادری صاحبان اور سرکاری عہدے دار بھی شامل ہوتے تھے۔ یہاں سوامی جی سے سکاٹ صاحب کا مباحثہ ہؤا ؂

انہی دنوں میں مہاتما منشی رام (سوامی شردھانند) جی کے پتا وہاں شہر کے کوتوال تھے۔ مہاتما جی اُس زمانہ میں گورنمنٹ کالج میں تعلیم پاتے تھے۔ ایشور اور وید میں اُن کا اعتقاد نہ تھا۔ نہ دھرم کرم میں ہی طبیعت دوڑتی تھی۔ غرضیکہ پکے ناستک تھے۔ مہاتما جی کے پتا سناتن دھرمی تھے۔ تین تین گھنٹے تک مورتی پوجا کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے سوامی جی کا پہلا لیکچر سُن کر اپنے بیٹے سے کہا منشی رام! یہاں ایک بڑے ودوان مہاتما آئے ہیں۔ اُن کے اُپدیش سُن کر تمہارے تمام شکوک رفع

ہو جائیں گے۔ بیٹے نے جواب دیا — جی کل ضرور آپ کے ساتھ چلونگا۔ چنانچہ دوسرے دن پتا کے ساتھ گئے۔ اول تو درشن کرتے ہی کسی قدر شردھا پیدا ہو گئی۔ پھر جب دیکھا کہ پادری سکاٹ وغیرہ انگریز آپ کے اپدیش سننے کے بڑے مشتاق ہیں، تو اور بھی شردھا بڑھی۔ آخر جب کچھ دیر تک سوامی جی کی بات چیت سنی۔ تو منشی رام جی کے خیالات میں زبردست تبدیلی پیدا ہوئی۔ دوسرے دن لیکچر کا مضمون اوم تھا۔ رہی سہی کسر اس لیکچر نے پوری کر دی ٭

ایک دن مہاتما جی نے اپنی دلیل بازی کے زعم میں سوامی جی کے ساتھ بحث بھی کی۔ سوامی جی نے چند ہی منٹوں میں انہیں لاجواب کر دیا۔ تب تین مرتبہ دوہرا کر آپ نے یہ الفاظ کہے — "مہاراج! آپ نے مجھے لاجواب تو کر دیا۔ مگر ابھی تک مجھے ایشور کے متعلق وشواس پیدا نہیں ہوا۔" سوامی جی نے جواب دیا — دیکھو منشی رام! تم نے دلائل پیش کئے۔ اور میں نے انہیں کاٹ دیا۔ میں نے کب اقرار کیا تھا کہ میں تمہارا وشواس ایشور پر کرا دونگا۔ وشواس تو پرماتما کی مہربانی سے پیدا ہوا کرتا ہے۔ یہاں آپ تین ہفتے ٹھہر کر پھر ۴ ستمبر کو شاہ جہان پور پہنچے۔ یہاں پنڈت انگدشا ستری نے مباحثہ کے لئے لمبی چوڑی خط و کتابت کی۔ مگر سامنے نہ آیا۔ سوامی جی کے مختلف مضامین پر چھ لیکچر ہوئے ٭

شاہ جہان پور سے سوامی جی ۱۷ کو روانہ ہو کر لکھنؤ میں رونق افروز ہوئے۔ اور صرف چھ روز یہاں رہ کر فرخ آباد تشریف لے گئے۔ اور دو ہفتہ کے قیام کے بعد وہاں سے کانپور چلے گئے

داناپور

دہلی میں سوامی جی نے وعدہ کیا تھا۔ کہ داناپور ضرور پہنچیں گے۔ لہٰذا آپ ۳۰۔ اکتوبر کو داناپور میں رونق افروز ہوئے۔ سٹیشن پر اتنا ہجوم تھا۔ کہ میلہ معلوم ہوتا تھا۔ سوامی جی کی رہائش کے لئے جوائس صاحب کا بنگلہ خالی رکھا ہوا تھا۔ وہیں ڈیرا لگوایا گیا۔ یہاں سوامی جی نے تیرہ لیکچر دیئے۔ داناپور سے آپ ۲۷ نومبر کو کاشی پدھارے۔ اور ساڑھے پانچ ماہ کے قریب وہاں رہے۔ اب کی مرتبہ پنڈتوں نے زیادہ مخالفت نہیں کی۔ رائے بہادر سرجن مل اگزیکٹو انجینئر کی کوششوں سے کاشی میں آریہ سماج بنایا گیا۔ اور سوامی جی نے وید بھاشیہ شائع کرنے کے واسطے "ویدک یترالیہ" کے نام سے اپنا پریس قائم کیا ٭

ایک دن کا ذکر ہے کہ سوامی جی سیر سے واپس آ رہے تھے۔ کہ ایک گاڑی دیکھی، جو کیچڑ میں دھنسی تھی۔ بیل بھی وہیں پھنسے کھڑے تھے۔ گاڑی والا سونٹے پر سونٹا مارتا۔ مگر بیل ہل نہ سکتے۔ سوامی جی کو بڑا دکھ ہوا۔ آپ کیچڑ میں اُتر گئے۔ بڑے آدمی تھے۔ مگر اپکار میں بڑائی کیسی؟ بیلوں کی دگنی طاقت نے جو کام نہ کیا تھا۔ وہ ایک اکیلے برہمچاری کے بازوؤں نے آسانی کر دیا۔ یعنی اکیلے ہی گاڑی کو کھینچ کر باہر کیا۔ یہ برہمچریہ ہی کا کرشمہ ہے۔

کاشی سے لکھنؤ، فرخ آباد، مین پوری ہوتے ہوئے سوامی جی میرٹھ پہنچے۔ اس جگہ کرنل الکاٹ وغیرہ بانیان تھیاسوفیکل سوسائٹی کی شملہ جاتے ہوئے سوامی جی سے دوسری ملاقات ہوئی۔ اب کی بار سوامی جی کو معلوم ہوا۔ کہ ان کا اعتقاد ایشور پر ایسا نہیں جیسا کہ ویدوں میں ذکر ہے۔ سوامی جی نے کرنل صاحب کو اس بارے میں بات چیت کر کے اپنے شکوک رفع کرنے کے لئے کہا۔ مگر انہوں نے معاملہ کو ٹال دیا۔ اسوج بدی چتر دشی کو آریہ سماج میرٹھ کا دوسرا سالانہ جلسہ تھا۔ سوامی جی کے دو دن شام کے وقت لیکچر ہوئے۔ ان میں انہوں نے اپنے آدمیوں سے کہا ـــــ کہ تھیاسوفیکل سوسائٹی سے خبردار رہیں۔ گویا یہ دونوں لیکچر آریہ سماج اور تھیوسافیکل سوسائٹی کی علیحدگی کا اعلان تھے۔

آگرہ

میرٹھ سے مظفر نگر ہوتے ہوئے سوامی جی ڈیرہ دون تشریف لے گئے۔ یہاں کئی اصحاب نے سوامی جی کا فوٹو لینے کی کوشش کی۔ پہلے تو وہ رضامند نہ ہوئے۔ مگر لوگوں کے اصرار پر انہوں نے تصویر اُترانا منظور کر لیا۔ چنانچہ سر پر صافہ اور گلے میں دوپٹے والا فوٹو ڈیرہ دون ہی میں لیا گیا تھا۔ ڈیرہ دون سے چل کر ۲۵ دسمبر ۱۸۸۰ء کو سوامی جی آگرہ پہنچے۔ یہاں ۲۲ جنوری ۱۸۸۱ء تک ہر روز شام کو لیکچر ہوتے رہے۔ آپ کے لیکچروں کے اثر سے آگرہ میں آریہ سماج قائم ہو گیا۔

راجپوتانہ کا دورہ

پنجاب اور یوپی میں ویدک دھرم کا ڈنکا بجا کر سوامی جی ہندوستانی ریاستوں کی طرف رجوع ہوئے جے پور، مسعودہ وغیرہ چند ریاستوں میں تو آپ پہلے بھی پھر آئے تھے۔ مگر اس دفعہ آپ نے سارے راجپوتانہ میں دورہ لگانے کا مصمم ارادہ کیا۔ اور آگرہ سے چل کر ۱۰ مارچ ۱۸۸۱ء کو بھرت پور تشریف لے گئے۔ اس جگہ دس لیکچر دیئے۔ پھر وہاں سے جے پور پہنچے۔ وہاں لیکچر صرف دو ہی ہوئے۔ وہاں لوگ

ڈیرے پر آکر ستسنگا سما دہان کرتے اور ست سنگ سے لابھ اٹھاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں آریہ سماج قائم ہوگیا ؎

اجمیر

یہاں سے روانہ ہوکر آپ ۵ مئی کو اجمیر پدھارے۔ اجمیر میں پہلے سے آریہ سماج قائم ہوچکا تھا۔ اب کی مرتبہ آپ کے لیکچروں کا انتظام آریہ سماج کی طرف سے کیا گیا۔ یہاں آپ کے ۲۲ لیکچر ہوئے۔ ان دنوں پنڈت لیکھرام جی کے دل میں سوامی جی کے درشنوں کے خیال نے زور مارا۔ انہوں نے اپنا کام کاج چھوڑ دیا۔ اور ۱۱ مئی کو پشاور سے روانہ ہوکر ۱۶ کی رات کو اجمیر چلے گئے۔ ۱۷ مئی کی صبح کو سیٹھ فتح مل کے باغ میں سوامی جی کے درشنوں کا آنند حاصل کیا۔ سوامی جی کے درشن کرکے پنڈت جی بہت خوش ہوئے۔ آپ نے ہاتھ جوڑ کر پوچھا ـــ مہاراج! اکاش بھی ہر جگہ ہے۔ اور ایشور بھی ہر جگہ ہے۔ یہ دو نو ایک جگہ میں ایک ہی وقت میں کیونکر رہتے ہیں؟ سوامی جی نے پتھر کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور بولے ـــ "اس میں آگ ہے یا نہیں"؟ پنڈت جی نے جواب دیا ـــ "ہے"۔ پھر سوامی جی نے پوچھا۔ "اس میں مٹی ہے کہ نہیں"؟ پنڈت جی نے اثبات میں جواب دیا۔ اسی طرح ہوا، پانی کے متعلق بھی سوامی جی نے سوالات کئے۔ اور ہر ایک کے جواب میں پنڈت جی نے "ہاں" کہی تب سوامی جی بولے ـــ "دیکھا کتنی چیزیں ہیں۔ مگر سب اس میں موجود ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جو چیز جس سے لطیف ہوتی ہے۔ وہ اس میں رہ سکتی ہے۔ پرماتما سب سے لطیف ہے۔ وہ سب چیزوں کے اندر بسا ہوا ہے۔ اس جواب سے پنڈت جی کی تسلی ہوگئی ؎

دوسرا سوال یہ پوچھا۔ کہ غیر مذاہب کے آدمیوں کو شدھ کرنا چاہیئے۔ یا نہیں؟ سوامی جی نے جواب دیا ـــ "ضرور شدھ کرنا چاہیئے"

معلوم ہوتا ہے۔ سوامی کا یہ جواب ہی تھا، جس سے متاثر ہوکر پنڈت لیکھرام جی نے شدھی کو اپنا مشن بنا لیا ؎

۲۴ مئی کو پنڈت جی پشاور لوٹ آئے ؎

مسعودہ

یہاں اجمیر میں سوامی جی ۲۲ جون تک قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد راؤ بہادر سنگھ جی والئے ریاست مسعودہ کی درخواست پر مسعودہ تشریف لے گئے۔ شاہی محلوں میں سوامی جی کے بارہ

دیا کھیان ہوئے۔ مضمون نیتی دھرم، راج دھرم، پرجا دھرم وغیرہ تھا۔ جین مت کا بھی آپ نے اچھی طرح کھنڈن کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۳۳ جینیوں نے آریہ دھرم کو قبول کیا ؛

۱۸۔ اگست کو سوامی جی مسعودہ سے روانہ ہوئے۔ جبکہ راؤ صاحب نے خود ایک ایڈریس آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس ایڈریس کے ساتھ ریاست کی طرف سے پانچ سو روپیہ وید بھاشیہ کی مدد کے لئے دیا گیا۔ راؤ صاحب خود اور چار سو کے قریب معززین شہر سوامی جی کو عزت کے ساتھ شہر سے پانچ میل کے فاصلہ تک وداع کرنے آئے ؛

مسعودہ سے چل کر سوامی جی دوسرے دن ریاست رائے پور میں پدھارے۔ یہاں ۲۰ روز ٹھہر کر بنیانگر اور پھر وہاں سے بنیڑہ پہنچے۔ جہاں ریاست کے کتب خانہ سے آپ نے سام وید سنگھتا کی نقل کرائی اور اپنے لکھنؤ کا کتب خانہ کے لکھنؤ کے ساتھ مقابلہ کرایا ؛

چتوڑ گڑھ

ریاست بنیڑہ سے چل کر سوامی جی ۲۷۔ اکتوبر کو چتوڑ گڑھ پہنچے۔ اور گھمبیری ندی کے کنارے رند لبشور مہادیو کے مندر میں قیام کیا۔ ان دنوں وہاں خوب رونق تھی۔ لارڈ رپن وہاں دربار کرنے کو تھے۔ میواڑ کے تقریباً سبھی راجے اور ٹھاکر وہاں آئے تھے۔ چتوڑ کے راج پنڈت کویراج شیام داس جی مہامہوپادھیائے نے سوامی جی کے لیکچروں کا خاطر خواہ انتظام کر دیا۔ چونکہ دربار کے سبب رونق زیادہ تھی۔ اس لئے حاضری خوب ہوتی تھی ؛

ایک دن راج پنڈت نے مہاراجہ صاحب کے سامنے سوامی جی کی تعریف کے پل باندھ دیئے۔ اب تو مہاراجہ صاحب کے دل میں بھی درشن کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ ایک دن کئی راجوں کو ساتھ لے کر سوامی جی کے ڈیرے پر پہنچے۔ سوامی جی نے تمام راجگان کو راج نیتی کا اپدیش دیا۔ جسے سنکر مہاراجہ صاحب کی طبیعت پر بہت اثر ہوا۔ آپ نے سوامی جی کو اودے پور پدھارنے کی درخواست کی۔ سوامی جی نے بمبئی سے واپسی پر اودے پور آنے کا وعدہ کیا ؛

ایک دن سوامی جی لیکچر کے بعد کئی سرداروں اور پنڈتوں کے ساتھ سیر کرنے جا رہے تھے مورتی پوجا پر وارتالاپ ہونے لگا۔ ایک پنڈت مورتی پوجا کے حق میں دلائل پیش کر رہا تھا۔ اور سوامی جی اس کا کھنڈن کر رہے تھے۔ اتنے میں وہ بھائیوں کے دیوتا کی جگہ کے پاس پہنچ گئے۔ اس

وقت وہاں چار پانچ بچّے کھیل رہے تھے۔ سوامی جی دفعتاً وہاں کھڑے ہو گئے۔ اور سر جھکا کر پھر آگے چل دیئے۔ پنڈت ہنس پڑا اور بولا — دیکھئے مہاراج! آپ کتنی ہی مُکتیاں کیوں نہ دیں دیوتا نے زبردستی آپ کا سر جھکوا لیا۔ سوامی جی اُسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ اور بڑے سنجیدہ لہجہ میں اُن بچّوں میں کھیلتی ہوئی ایک چار سالہ لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے — "دیکھتے نہیں ہو۔ یہ ماتری شکتی ہے۔ جس نے ہم سب کو جنم دیا ہے" ساری جماعت میں سناٹا چھا گیا۔ ڈیرے پر لوٹنے تک کسی کو لب ہلانے کی جرأت نہ ہوئی ؎

سوامی جی کو وداع کرتے وقت مہارانا صاحب نے بڑی عقیدت سے پانچ سو روپے نذر کئے۔ اور اُودے پور میں پھر تشریف لانے کی درخواست کی ؎

بمبئی

چتوڑ سے روانہ ہو کر سوامی جی ۳۱ دسمبر ۱۸۸۱ء کو بمبئی پہنچے۔ یہاں آتے ہی آپ نے کرنل السکاٹ اور میڈم بلیوٹسکی بانیانِ تھیوسافیکل سوسائٹی کو کہلا بھیجا۔ کہ چونکہ آپ کے متعلق لوگوں کو کئی قسم کی شنکائیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اور مجھے بھی آپ کے قول و فعل میں فرق دکھائی دیتا ہے۔ اِس لئے بہتر ہو۔ کہ ایک مرتبہ فیصلہ کن بات چیت ہو جائے مگر کرنل صاحب اور میڈم صاحبہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر کار سوامی جی نے آریہ سماج مندر میں ایک دن "آریہ سماج اور تھیوسافیکل سوسائٹی کا پہلے کیا تعلّق تھا۔ اور اب کیا ہے" کے مضمون پر لیکچر دیا۔ اِس سوسائٹی کے ہتھکنڈوں کے نمونے لوگوں کے سامنے رکھے۔ اور آریہ سماجیوں کو خبردار رہنے کی تلقین کی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بانیانِ تھیوسافیکل سوسائٹی اپنا بوریا بستر باندھ بمبئی سے مدراس چلے گئے ؎

اُن دنوں جینیوں کی سوامی جی کے ساتھ خط و کتابت ہو رہی تھی۔ کہ ستیارتھ پرکاش کے بارہویں باب میں جین مت کے خلاف جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ غلط ہے۔ اور اُسے کتاب سے خارج کر دیا جائے۔ سوامی جی نے ڈنکے کی چوٹ کہا۔ کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ درست لکھا ہے۔ جس کا جی چاہے بحث کر لے۔ جینی لوگ بھلا مباحثہ کی تاب کہاں لا سکتے تھے۔ لگے ادھر اُدھر افواہیں اُڑانے۔ کہ اتنا چندہ مقابلے کے لئے کر لیا ہے۔ کبھی مشہور کرتے۔ کہ سوامی جی کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ چنانچہ ایک دن لالہ بھولا ناتھ جی نے سوامی جی سے کہا۔ "مہاراج! جینی لوگوں نے آپ کی


M.L.Chopra

گرفتاری کے واسطے اشتہار دیا ہے۔ اور بموجب تعزیرات ہند آپ کو قید کرانے کی صلاح کی ہے سوامی جی نے جواب دیا۔ "سونے کو جتنی آنچ دو۔ وہ کُندن ہی ہوگا۔ مجھے تو اگر توپ کے منہ پر باندھ کر بھی کوئی پُوچھے۔ کہ ستیہ کیا ہے؟ تو نیدک کی ستیہ ہی منہ سے نکلیگی"

اُودے پور

۲۴ جون ۱۸۸۲ء کو بمبئی سے روانہ ہو سوامی جی کھنڈوا، اندور، رتلام وغیرہ مقامات میں ہوتے ہوئے ۱۱۔ اگست ۱۸۸۲ء کو اودے پور پہنچے۔ اور نولکھا باغ کے ایک خوبصورت سبندراج مندر میں اُن کے رہنے کا انتظام ہوا۔ ریاست کی طرف سے سوامی جی کی پوری پوری مہمان نوازی کی گئی ❖

یہاں پر چار کا انتظام کرنے کے علاوہ سوامی جی مہارانا سجن سنگھ صاحب والئے ریاست کو ہر روز تین چار گھنٹے تک پڑھاتے اور ویدک دھرم کا اُپدیش کیا کرتے تھے۔ تھوڑے سے عرصہ میں مہارانا صاحب کو چھ شاستروں کے خاص خاص مضامین، منوسمرتی کے ادھیائے متعلقہ راج نیتی، تھوڑا سا ویاکرن یاد ہوگیا ❖

سوامی جی ابھی اودے پور ہی میں تھے۔ کہ دسہرہ آگیا۔ اس تیوہار پر رانا جی کی سواری نکلتی ہے۔ دربار منعقد ہوتا ہے۔ اور کئی بھینسے کاٹے جاتے ہیں۔ مہاراج کی درخواست پر سوامی جی بھی اس تہوار میں شریک ہوئے۔ وہاں جاکر انہیں پتہ لگا۔ کہ یہاں بھینسے قتل کئے جائیں گے۔ اس پر سوامی جی نے رانا صاحب سے کہا۔ میں بھینسوں کی طرف سے بطور وکیل پیش ہوتا ہوں۔ آپ راجہ ہیں۔ انصاف کریں۔ کہ اُن کا قتل کیوں کر جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ دیر تک بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ آخر مہاراج نے سوامی جی کی بات کو تسلیم کیا اور بولے۔۔۔ قدیم زمانہ سے چلی آرہی رسم کو دفعتاً بند کرنا مشکل ہے ہاں آہستہ آہستہ اسے بند کردیا جائیگا ❖

ایک دن کا ذکر ہے۔ سوامی جی تنہا بیٹھے تھے کہ رانا صاحب آکر کہنے لگے۔ بھگون! آپ راج نیتی کو مدنظر رکھ کر مورتی پوجا کا کھنڈن ترک کردیں۔ آپ جانتے ہیں۔ یہ ریاست ایک لنگ مہادیو کے مندر کے ماتحت ہے۔ میں مندر کی گدی آپ کو سونپ دونگا۔۔۔ لاکھوں کی جائیداد آپ کی ہو جائیگی۔ علاوہ ازیں مذہبی طور پر ساری ریاست آپ کے ماتحت ہوگی ❖

سوامی جی چُپ چاپ بیٹھے سُنتے رہے۔ جب رانا صاحب کی بات ختم ہوئی، تو منہ لال ہوگیا۔ غصہ سے



راجن! آپ لالچ دیکر
مجھے پرماتما سے بے مکھ کرانا
چاہتے ہیں ۔ !

آکر کہا:۔ "راجن! آپ لالچ دے کر مجھے پرماتما سے بے مُکھ کرانا چاہتے ہیں؟ آپکی ریاست سے میں ایک دوڑ میں پار جا سکتا ہوں۔ پھر آپ میرا کیا کریں گے؟ میں پرماتما کے راج کو کیسے چھوڑوں؟ جو سب جگہ ہے۔ اس سے کیونکر نکلوں؟ وہ سرب شکتیمان ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ میں اس کے احکام کی نافرمانی کر کے آپ کو خوش نہیں کر سکتا"۔

رانا صاحب چونک پڑے۔ انہیں اس قدر بیباکانہ جواب کی مطلقاً امید نہ تھی۔ بولے بھگون! میں نے تو آزمائش کرنے کی نیت سے ایسا کہا تھا۔ مگر آپ دھنیہ ہیں۔ آپ کو نہ لالچ گرا سکتا ہے نہ خوف اُدے پور میں سوامی جی نے پرُاپکارنی سبھا قائم کی اور اپنی تمام اشیاء وغیرہ اُسکے نام لکھدیں۔

ریاست شاہ پور

مہاراجہ صاحب شاہ پور نے چتوڑ میں سوامی کے کئی مرتبہ درشن کئے تھے۔ اور سوامی جی کی شخصیت سے متاثر ہو کر مہاراجہ صاحب نے اُن سے شاہ پور تشریف لانے کی درخواست کی تھی۔ سوامی جی نے وعدہ کیا تھا۔ کہ موقع ملنے پر ضرور آئینگے۔ چنانچہ یکم مارچ ۱۸۸۳ء کو سوامی جی شاہ پور پہنچے۔ آپکی تشریف آوری سے مہاراجہ بہت خوش ہوئے۔ اور وزراء و امرا کے ساتھ اسی دن شام کے وقت سوامی جی کی سیوا میں گئے۔ خیر و عافیت پوچھنے کے بعد شنکا سمادھان کرنے لگے۔ اس کے بعد روزانہ ۶ بجے شام کو آتے اور ۹ بجے تک سوامی جی سے وارتالاپ کرتے اور کچھ پڑھتے رہے۔ مہاراجہ صاحب کو سوامی جی کے ست سنگ سے بڑا لابھ ہوا۔ اُن کے دل میں دھارمک اُتساہ کی لہریں موجزن ہو اٹھیں۔ انہوں نے بھی مہاراجہ سجن سنگھ کی طرح اپنی ریاست میں آریہ دھرم اور ودیا کا پرچار کیا۔

یہاں سوامی جی ۲۶ مارچ تک ہی رہے۔ کیونکہ مہاراجہ جودھ پور سوامی جی کے درشنوں کی بڑی خواہش رکھتے تھے۔ اور جودھ پور آنے کے لئے خطوط پر خطوط لکھ رہے تھے۔ چلتے وقت مہاراجہ صاحب نے سوامی جی کو وید بھاشیہ کی سہائتا کے طور پر ڈھائی سو روپیہ نقد دیا۔ اور تیس روپے ماہوار ایک اُپدیشک کے لئے دینا منظور کیا۔ اس کے علاوہ مہاراجہ نے ایک ایڈریس بھی پیش کیا۔

مرتیو کانڈ

جودھپور

شاہ پورے روانگی کے وقت آپ کے بھگتوں نے عرض کی کہ جہاں آپ جارہے ہیں۔ وہاں کے لوگ بڑے سخت مزاج ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ سچائی کے اظہار سے وہ جوش میں آجائیں اور آپ کو تکلیف پہنچائیں۔ اس لئے آپ وہاں زیادہ کھنڈن سے پرہیز ہی رکھیں ۔

سوامی جی نے جواب دیا — اگر لوگ میری انگلیوں کی بتیاں بنا کر جلا ڈالیں۔ تب بھی میں سچائی کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتا۔ میں وہاں جاؤنگا۔ اور صداقت کا پرچار اور توہمات کا برابر کھنڈن کرونگا ۔

سوامی جی شاہ پورے چل کر ۲۶ مئی ۱۸۸۳ء کو پالی سٹیشن پر پہنچے۔ ریاست کی طرف سے سواری کا انتظام پہلے سے تھا۔ لہذا اس پر سوار ہوکر ۲۹ مئی کو جودھپور آبراجے۔ راجکمار تیج سنگھ اور راجا جوان سنگھ نے آپ کا استقبال کیا۔ اور نہایت عزت اور توقیر سے لے جاکر میاں فیض اللہ خان کے باغ میں ٹھہرایا ۔

مہاراج جسونت سنگھ شاید سمجھتے تھے۔ کہ جیسے دان کے بھوکے اور خوشامدی سادھو عام طور پر سبھا میں خود حاضر ہوتے ہیں۔ ایسے ہی سوامی جی بھی انہیں خود ملنے آئیں گے۔ انہوں نے یہ نہ سمجھا۔ کہ سنیاسیوں لوگیوں کا درجہ راجاؤں سے بھی افضل ہوتا ہے۔ سوامی جی کو تو اپنے کام سے مطلب تھا۔ آپ نے باقاعدہ لیکچروں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لوگ جوق در جوق خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ اور سوال وجواب کے ذریعہ مسلسل امرت ورشا ہونے لگی ۔

مہاراج نے جب اپنی خواہش پوری ہوتے نہ دیکھی۔ تو ہار مان کر ستر ہویں دن خود سوامی جی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نزدیک آکر انہوں نے بڑی شردھا سے پاؤں چھوئے اور نمسکار کی۔ ایک سو روپیہ نقد اور پانچ مہریں نذر کیں۔ اور اتنے دن نہ آنے کے لئے اظہار افسوس کیا۔ اس دن مہاراجہ صاحب ۳ گھنٹہ تک سوامی جی کے پاس رہے۔ سوامی جی نے مہاراج

کو منو سمرتی سے راج دھرم کا اُپدیش دیا۔



یہ نظارہ دیکھ کر سوامی جی کی آنکھوں میں خون اُتر آیا

سوامی جی کے درشنوں کے لئے مہاراجہ جسونت سنگھ جی تین مرتبہ سوامی جی کے ڈیرے پر آئے۔ اور تین ہی مرتبہ انہیں اپنے محل میں مدعو کیا۔ اس عرصہ میں سوامی جی کو پتہ لگا۔ کہ مہاراجہ صاحب کا چال چلن ٹھیک نہیں ہے۔ انہوں نے ننھی جان نامی ایک طوائف رکھی ہوئی ہے۔ اور اس پر دل و جان سے فریفتہ ہیں۔ یہاں تک کہ سلطنت کے کام کاج میں بھی اس کے مشورہ پر عمل ہوتا ہے۔

سوامی جی کو یہ جان کر ازحد افسوس ہوا۔ دل میں ٹھان لیا۔ کہ جس طرح بھی ہو۔ مہاراجہ کو اس کوچہ گناہ سے نکال کر چھوڑیں گے۔

مخالف پارٹی

ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ سوامی جی مہاراجہ صاحب سے ملنے جا رہے تھے۔ اس وقت ننھی جان آئی ہوئی تھی۔ جونہی مہاراجہ صاحب کو معلوم کہ سوامی جی آ رہے ہیں۔ انہوں نے ننھی جان کو پالکی اٹھا لے جانے کا اشارہ کیا۔ ابھی کہار لوگ پالکی اٹھا ہی رہے تھے کہ سوامی جی اندر آ گئے۔ مہاراجہ صاحب نے جلدی سے اپنا کندھا دے کر پالکی اٹھوا دی۔ یہ نظارہ دیکھکر سوامی جی کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ بولے ۔۔۔ راجن! راجہ لوگ شیر کی مانند سمجھے جاتے ہیں۔ بجگہ بھٹکنے والی کنجری کتیا کی مانند ہے۔ بہادر شیر کا کتیا سے محبت کرنا۔ اور اس پر فریفتہ ہو جانا نہایت نامناسب ہے۔ اس عیب سے خاندان کی بربادی ہو جاتی ہے اس بری عادت کو چھوڑ دینا چاہیئے۔

اتنا کہکر سوامی جی ڈیرے پر واپس آ گئے۔ شام کو لیکچر میں آپ نے رنڈی بازی کی پرزور مذمت کی۔ اور ہندوستانی راجوں۔ مہاراجوں کی افسوسناک حالت کا دردناک الفاظ میں ذکر کیا۔ نہ صرف یہی کیا۔ بلکہ اسی مطلب کا ایک خط بھی مہاراجہ صاحب کے نام تحریر کیا۔

مہاراجہ صاحب پر اس کا اچھا اثر پڑا۔ ننھی جان مہاراجہ صاحب کی نگاہوں میں دن بدن گرنے لگی۔ ننھی جان کو بھی پتہ لگ گیا۔ کہ مہاراجہ صاحب کو اس کی طرف سے متنفر کرنے والے یہی سنیاسی ہیں۔ بس وہ سوامی جی سے انتقام لینے پر تل گئی۔ اور مکر سے۔ فریب سے۔ ظلم اور سختی سے سوامی جی کو نقصان پہنچانے کی تیاریاں کرنے لگی۔ پاکھنڈی اور ڈھونگی لوگ

تو پہلے ہی سوامی جی سے تنگ تھے۔ اس پر ننھی جان نے ہاں اُس ننھی جان نے جس نے کبھی مہاراجہ صاحب کو قابو میں کر کے ریاست پر حکومت کی تھی۔ اپنا سارا رعب اور رسوخ استعمال کیا۔ چنانچہ سوامی جی کے خلاف ایک زبردست پارٹی اندر ہی اندر کھڑی ہو گئی۔ سوامی جی کے چند نوکر بھی اس پارٹی میں شریک تھے۔

بھرت پور کا ایک کہا سوامی جی کے پاس مدت سے کام کرتا تھا۔ یہ شخص ایک رات چھ سات روپے کی چیزیں لے کر بھاگ گیا۔ ریاست کی طرف سے حکم ہوا۔ کہ اُسے زمین آسمان چھان کر بھی تلاش کیا جائے۔ مگر تعجب ہے۔ کہ وہ گرفتار نہ ہوا۔ اس قدر انتظام کی موجودگی میں بھی چور کا بچ نکلنا سوامی جی کے دل میں شک پیدا کرتا تھا۔ اُدھر داروغہ اور پہرے دار بھی اپنی ڈیوٹی کو احتیاط سے سرانجام نہ دیتے تھے۔ سوامی جی کا ان لوگوں پر سے بھی بھروسہ اُٹھ گیا۔ علاوہ ازیں برہمچاری رامانند رام چندر، دیودت وغیرہ ملازمان کے رویہ میں بھی غیر معمولی تبدیلی دیکھکر سوامی جی نے فیصلہ کیا۔ کہ ۲۹ ستمبر کو اس شہر کو چھوڑ دیں گے۔ مگر اُس دن آپ کو زکام ہو گیا۔ اس لئے رُک گئے۔

دودھ میں زہر

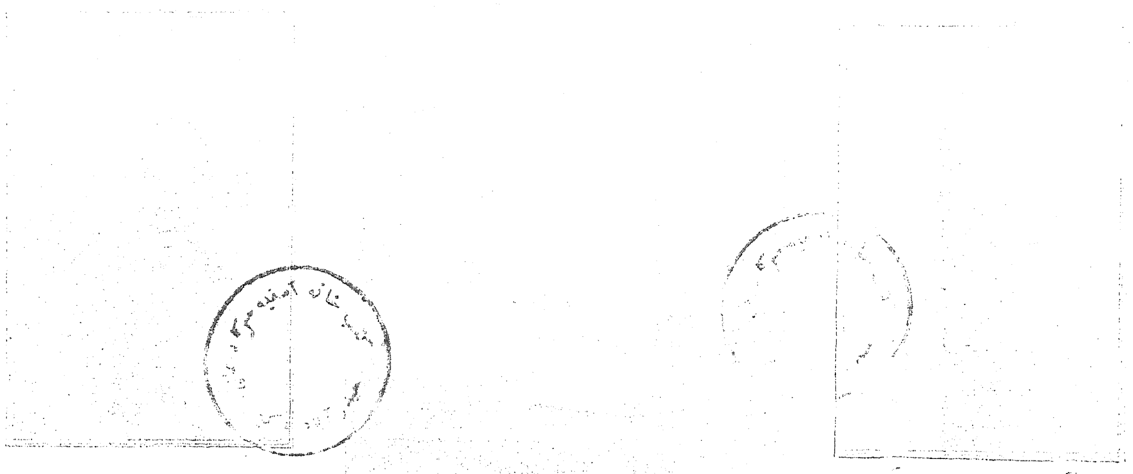
۲۹ ستمبر کو سوامی جی نے اپنے باورچی جگن ناتھ سے دودھ لے کر پیا اور سو گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد اُن کا جی گھبرانے لگا۔ پیٹ میں زور کا درد شروع ہوا۔ اس تکلیف میں تین دفعہ قے کی۔ مگر پاس سوئے کسی آدمی کو جگایا تک نہیں۔ آپ ہی پانی لے کر کلے کرتے رہے۔ سوامی جی کی عادت تھی۔ کہ تڑکے اُٹھ کر باہر سیر کو نکل جاتے تھے۔ مگر اُس دن دیر سے اُٹھے۔ اُٹھتے ہی ایک اور قے ہوئی۔ اس پر آپ کو کچھ شبہ ہوا۔ لہٰذا پانی پی کر اور حلق میں اُنگلی ڈال کر ایک اور قے کر دی۔ تاکہ اگر زہر وغیرہ ہو تو نکل جائے۔ اس سے بھی کچھ آرام نہ ہوا۔ بلکہ پیٹ میں سخت درد شروع ہو گیا۔ سوامی جی نے اجوائن کا جوشاندہ پیا۔ مگر درد کم نہ ہوا۔ اُلٹا دست شروع ہو گئے اور تکلیف اس قدر بڑھ گئی۔ کہ اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا۔ تو تڑپ کر جان دے دیتا۔ مگر آپ کا حوصلہ کمال کا تھا۔ زبان سے اُف تک نہیں نکلی۔

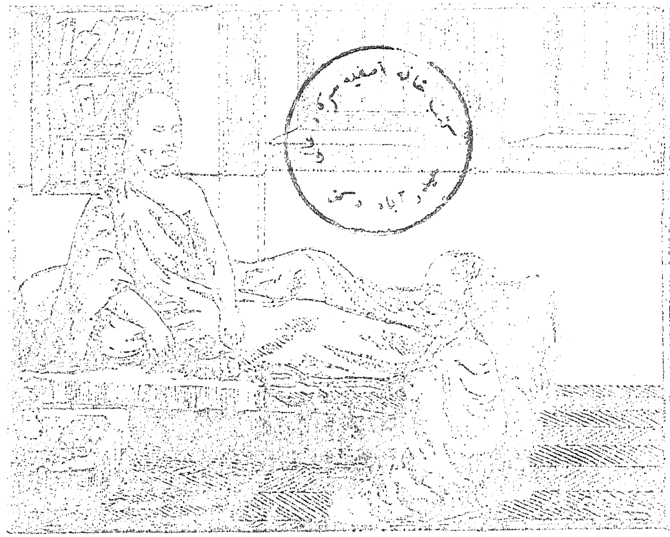
شام کے چار بجے آپ کی بیماری کی خبر مہاراجہ پرتاپ سنگھ کو ہوئی۔ مہاراجہ صاحب نے ڈاکٹر علی مردان خاں معالجہ کے واسطے بھیجدیا۔ ڈاکٹر نے آکر سوامی جی کے پیٹ پر پٹی

بند ہو ائی - اور پینے کے لئے وادی - مگر افسوس کہ ڈاکٹر کی دوا سے بجائے آرام ہونے کے الٹا دست شروع ہو گئے - یہاں تک کہ ایک ایک دن میں تیس چالیس دست ہو جاتے - ان دستوں نے سوامی جی کو بے حد کمزور کر دیا - کمزوری یہاں تک بڑھ گئی - کہ دن میں کئی کئی مرتبہ جسم پر بے ہوشی سی چھا جاتی تھی - غرضیکہ ڈاکٹر کی دوا اُلٹا ہی کام کرتی تھی - زہر کی آگ پر جو چیز پانی کہکر ڈالی جاتی تھی - وہ تیل کا کام کرتی تھی - زہر کی آگ پر جو چیز پانی کہکر ڈالی جاتی تھی - وہ تیل کا کام کرتی تھی - اس لئے بعض لوگوں کو ڈاکٹر کی نیت پر بھی شک پیدا ہونے لگا - مگر سوامی جی نہیں چاہتے تھے - کہ اُن کی توجہ سے کسی کی بدنامی ہو - اس لئے دل میں جانتے ہوئے بھی اُنہوں نے کسی سے نہیں کہا - کہ ہمیں کسی نے زہر ہلاہل پلا دیا ہے - اور جو لوگ ظاہرا طور پر اُن کی تکلیف کو رفع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں - وہ حقیقت میں اُن کے جانی دشمن ہیں ؎

ڈاکٹر علی مرزا ان خاں کا دو ہفتہ تک علاج جاری رہا - مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا معاملہ تھا - سوامی جی کی طبیعت بہت بگڑ گئی - منہ، حلق، زبان، تالو، سر اور ماتھے پر چھالے پڑ گئے - اور بات چیت کرنا بھی مشکل ہو گیا - ڈاکٹر اب بھی دستوں کی دوا دے رہا تھا - حالانکہ سوامی جی نے کہہ دیا تھا - کہ دست بند کرنے کا علاج کریں - نہ کہ دست لانے کا - مگر وہاں کون سنتا تھا ؎

دلوں کے جذبات کو بھی دیکھ لینے والی سوامی جی کی آنکھ سے کوئی اپنا کالا چہرہ کیوں کر چھپا سکتا تھا - اپنے جسم کو تار تار کرنے والے اور دودھ میں زہر دینے والے جگن ناتھ کو پکڑ لیا - جگن ناتھ نے اپنے جرم کا اقبال کیا - مگر سوامی جی اُس پر ذرا خفا نہیں ہوئے - کیونکہ جانتے تھے - کہ انسان کو جو سکھ دُکھ ملتا ہے - وہ اُس کے اپنے ہی کرموں کا پھل ہوتا ہے دوسرا شخص تو بیچ میں ایک ذریعہ بن جاتا ہے - پیار سے بولے ——— "جگن ناتھ! میرے اِس طرح مرنے سے میرا کام بالکل ادھورا رہ گیا - تم نہیں جانتے - اِس سے ملک کا کتنا نقصان ہوا ہے - اچھا پرمیشور کو ایسا ہی منظور تھا - اِس میں تمہارا بھی کیا دوش ہے - یہ لو کچھ روپے ہیں - جس طرح بھی ہو - بہت جلد ریاست سے نکل جاؤ - نیپال میں چلے جانے پر تمہاری جان بچ سکتی ہے - اگر یہاں کے مہاراج کو ذرا بھی پتہ لگ گیا - تو مارے جاؤ گے - جاؤ چپ





چاپ بھاگ جاؤ۔ میری طرف سے بالکل بے فکر رہو۔ میں یہ بھید کسی پر ظاہر نہیں کرونگا"۔ †

سوامی جی نے روپیوں کی پوٹلی جگن ناتھ کے ہاتھ میں دیدی اور اُسے وہاں سے بھگا دیا ۔

۱۲۔ اکتوبر کو آریہ سماج اجمیر کے ایک سبھاسد نے راجپوتانہ گزٹ میں سوامی جی کی بیماری کی خبر پڑھی۔ اور دیگر آریہ پرشوں کو اس سے مطلع کیا۔ مگر انہوں نے یہ سمجھ کر کہ مخالف لوگ اس طرح کی افواہیں اُڑاتے رہتے ہیں۔ پہلے تو کوئی دھیان نہ دیا۔ مگر شک رفع کرنے کے لئے اُنہوں نے اپنا ایک ممبر جودھ پور میں صورتِ حال دیکھنے کے لئے روانہ کر دیا۔ اس نے سوامی جی کی حالت دیکھی۔ تو حیران ہوکر بولا ـــ "مہاراج! آپ نے اپنی بیماری کی خبر ہم لوگوں کو کیوں نہیں دی" سوامی جی نے جواب دیا ـــ بیمار ہو جانا ایک معمولی بات ہے۔ کوئی خوش خبری ہوتی۔ تو آپ لوگوں کو ضرور اطلاع دیتا۔ بیماری کی خبر سے آپ لوگوں کو فکر میں ڈالنا اچھا نہیں سمجھا ۔

اُس سبھاسد نے آریہ سماج اجمیر کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ آریہ سماج اجمیر نے لاہور بمبئی اور میرٹھ وغیرہ کی آریہ سماجوں کو تار روانہ کئے۔ بس پھر کیا تھا۔ سارے ملک میں آپ کی بیماری کی خبر پھیل گئی۔ تاروں کا تانتا بندھ گیا۔ کئی اصحاب تو اس قدر بیقرار ہوئے۔ کہ اپنے اپنے کام کاج چھوڑ کر فوراً جودھ پور روانہ ہو گئے ۔

اِدھر ۱۵۔ اکتوبر کو سوامی جی کی حالت زیادہ خراب ہو گئی۔ آخر جودھ پور سول سرجن ڈاکٹر ایڈم صاحب کو بلایا گیا۔ سوامی جی کا ارادہ کوہ آبو پر جانے کا تھا۔ ڈاکٹر نے بھی اس سے اتفاق ظاہر کیا۔ اور ۱۹۔ اکتوبر کا دن روانگی کے لئے مقرر ہوا۔ اُدھر جب سوامی جی کی نازک حالت کی خبر مہاراجہ جسونت سنگھ جی کو ملی۔ تو کانپ اُٹھے۔ رشی ہتیا کا سب سے بڑا سبب اپنے کو سمجھ کر اُن کا کلیجہ تھرا اُٹھا۔ سوامی جی کی سیوا میں حاضر ہوئے۔ اور اڑھائی سو روپیہ سوامی جی کی نذر کیا۔ اپنی فلالین کی پیٹی سوامی جی کی کمر سے باندھ دی۔ اور کہا اِس سے سفر کی تکلیف کم ہو جاتی ہے ۔

سوامی جی کے لئے ریاست کی ایک خاص پالکی آئی۔ اس میں خس خس کی ٹٹیاں لگی تھیں۔

---

† سوامی جی نے مرتے دم تک اس راز کو ظاہر نہ کیا۔ تو پھر اس کا علم کیوں کر ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جگن ناتھ بھیس بدل کر پندرہ برس نیپال میں گذار کر جب سمت ۱۹ بکرمی کے قریب راج کوٹ میں آیا۔ تو ایک شخص کے روبرو اُس نے اپنے جرم کا اقبال کیا ۔

اور ایک پنکھے کا انتظام تھا۔ پالکی اٹھانے کے لئے سولہ کہار مقرر ہوئے۔ کئی ایک ڈاکٹروں اور نوکروں کو بھی ہمراہ جانے کا حکم ملا۔ سوامی جی اس وقت بنگلہ کی بالائی منزل پر تھے۔ سیوک لوگ ہاتھوں ہاتھ نیچے اتار لائے۔ جب وہ سوامی جی کو پالکی میں بٹھانے لگے۔ تو مہاراجہ جسونت سنگھ نے بھی دونوں ہاتھوں سے سہارا دیا۔ اور پالکی کے ساتھ ساتھ باغ کے دروازے تک پیدل آئے۔ یہاں پالکی کھڑی کی گئی۔ اور مہاراجہ صاحب نے سوامی جی کے پاؤں چھو کر نمسکار کیا۔ ڈبڈبائی آنکھوں سے رشی کے جسم پر نگاہ ڈالی۔ اور بولے — "بھگون اس حالت میں آپ کا جانا میرے لئے کلنک کی بات ہے"۔ سوامی جی نے تسلی دیتے ہوئے کہا — "آپ کے اختیار کی بات تھوڑی ہے۔ سکھ دکھ شریر کے ساتھ بنا ہی رہتا ہے۔ آپ کسی قسم کا فکر نہ کریں۔ جو کچھ ہوتا ہے۔ پرمیشور کی مرضی سے ہوتا ہے"۔

کوہ آبو پر

۲۱۔ اکتوبر کو سوامی جی آبو پہنچے۔ راستہ میں آپ کی پنجاب کے ڈاکٹر لچھمنداس جی سے ملاقات ہوگئی ڈاکٹر صاحب اپنے افسر کے حکم کے مطابق اجمیر کی طرف جا رہے تھے۔ مگر سوامی جی کو ایسی حالت میں دیکھ کر انہیں آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اس لئے پاؤں سوامی جی کے ہمراہ آبو چلے گئے۔ اور پہاڑ پر پہنچ کر تن من سے سوامی جی کے علاج معالجہ میں لگ گئے۔ ان کے علاج سے دو ہی دن میں اتنا فائدہ ہوا کہ ہچکیاں دور ہو گئیں۔ دست بھی بند ہو گئے۔ اتنی دیر تکلیف برداشت کرنے پر سوامی جی کو اپنا ہمگت ڈاکٹر ملا۔ مگر ہونہار نے اسے بھی ان کے پاس بھی رہنے نہ دیا۔ ڈاکٹر جی کو اپنے افسران کا حکم پہنچا۔ کہ آپ فوراً اجمیر پہنچیں۔ ڈاکٹر جی نے چند روزہ رخصت کے لئے درخواست بھیجی۔ مگر وہ منظور نہ ہوئی۔ اس پر آپ نے اپنی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ مگر وہ بھی نامنظور ہوا۔ لاچار ہو کر ڈاکٹر جی کو اجمیر واپس جانا پڑا۔

اجمیر جاتے ہوئے راستہ میں آپ کو بمبئی، جے پور، فرخ آباد، میرٹھ وغیرہ کے کئی آریہ پرش ملے۔ جو سوامی جی کی بیماری کی خبر سن کر آئے۔ لوگوں نے آپ سے سوامی جی کی بیماری کا حال پوچھا۔ تو ڈاکٹر جی آنکھوں میں بھر لائے۔ اور بولے — سوامی جی کی حالت نازک ہے۔ کمزوری بہت بڑھ گئی ہے۔ منہ، زبان، حلق، سر، ماتھے پر چھالے پڑ گئے ہیں۔ پانی تک مشکل سے حلق میں اترتا ہے۔ بچ گئے تو سمجھیں گے۔ نیا جنم ملا۔ تاہم ایشور کی کرپا سے صحتیاب ہو جانے کی پوری امید

ہے۔ میں چند روز اور ٹھیرنا چاہتا تھا۔ مگر کیا کروں۔ نوکری سے مجبور ہوں۔ اگر آپ لوگ سوامی جی کو اجمیر لے آئیں۔ تو بڑا اچھا ہے۔ یہ کہکر ڈاکٹر جی آگے روانہ ہو گئے ‡

کوہ آبو پر ڈاکٹر ایڈم اور ڈاکٹر گورچرن داس دو تین دفعہ سوامی جی کو دیکھنے کے لئے آئے۔ مہاراجہ سر کرنل پرتاپ سنگھ بھی ایک مرتبہ تشریف لائے۔ اور ایک روز ٹھیر کر چلے گئے۔ مہاراجہ صاحب کے چلے جانے پر آریہ سجنوں نے سوامی جی پر زور دیا۔ کہ اجمیر چل کر ڈاکٹر لچھمن داس کا علاج کرانا چاہئے اگرچہ سوامی جی کا دلی منشا کوہ آبو پر ہی رہنے کا تھا۔ مگر آریہ پرشوں کے اصرار پر آپ نے اجمیر جانا منظور فرمایا۔ چنانچہ ۲۶۔ اکتوبر کو چل کر ۲۷ کو سوامی جی اجمیر پہنچ گئے۔ ڈاکٹر لچھمن داس نے علاج معالجہ میں دن رات ایک کر دیا۔ مختلف قسم کی دوائیاں طبیعت کے موافق الٹا پلٹا کر دیتے تھے۔ مگر کوئی کارگر نہ ہوتی تھی۔ حالت دن بدن زیادہ خراب ہوتی گئی۔ ۲۹ تاریخ کو سر سے پاؤں تک، سارے جسم پر چھالے پڑ گئے۔ دل گھبرانے لگا۔ اور گلا بیٹھ گیا ‡

دیوالی کا دن

دیوالی کے دن منگل کے روز شام کے وقت اجمیر کے ایک مشہور مسلمان حکیم، پیر امام علی صاحب دیکھنے آئے۔ انہوں نے آتے ہی کہدیا۔ کہ سوامی جی کو زہر دیا گیا ہے۔ سوامی جی کا حوصلہ دیکھکر پیر صاحب نے دانتوں تلے انگلی دبائی اور بولے ــــ اس قدر حوصلہ مند شخص ہم نے آج تک نہیں دیکھا ‡

بعد ازاں ڈاکٹر نیوٹن آئے۔ اس طرح حکیموں اور ڈاکٹروں کے آنے جانے میں گیارہ بج گئے۔ سوامی جی نے رفع حاجت کی خواہش ظاہر کی۔ سیوکوں نے مل کر اٹھایا۔ اور رفع حاجت کی جگہ بٹھایا۔ سوامی جی نے فراغت حاصل کر کے ہاتھ منہ دھویا۔ اور آسن پر آ بیٹھے۔ اور حجام کو بلا کر سر منڈانے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ لوگوں نے کہا ــــ بھگون! استرانہ پھرائیے۔ سر پر پھنسیاں ہیں۔ خون بہنے لگیگا۔ مگر انہوں نے حجام کو استرا پھیرنے کا حکم دے دیا۔ سر منڈا کر ناخن اتروائے۔ پھر گیلے کپڑے سے سر پونچھا اور تکیہ کے سہارے پلنگ پر بیٹھ گئے۔ سوامی آتما نند جی کو پریم سے بلایا۔ اور کہا ــــ پیارے آتمانند! تم اس وقت کیا چاہتے ہو؟ آتما نند جی کا دل بھر آیا۔ رک رک کر بولے ایشور سے یہی پرارتھنا ہے۔ کہ آپ جلد صحت یاب ہو جائیں " سوامی جی نے آتما نند کے سر پر ہاتھ

پھیرا اور بولے ـــــ اب ہیں کیا اچھا ہوگا - تم آنند سے رہنا - گھبرانا نہیں اپنے فرض کو پورا کئے جانا -
بعد ازاں آپ نے دو سو روپیہ نقد اور دو شالے منگوا کر پنڈت بھیم سین جی اور آتمانند جی کو
دیئے - اُن دونوں نے ہاتھ باندھکر انکار کر دیا - سوامی جی نے کچھ روپے ڈاکٹر لچھمن داس جی کو بھی
نذر کئے - مگر انہوں نے بھی واپس کر دیئے ؛

اس طرح سوامی جی کو اپنے بھگتوں سے رخصت ہوتے دیکھ کر آریہ پُرشوں کا حوصلہ جاتا
رہا - آناً فاناً آ کر سامنے کھڑے ہو گئے ؛

انت کا سمبھالا

شام کے پانچ بج گئے - ایک بھگت نے پوچھا ''مہاراج طبیعت کا حال کیسا ہے ؟ بولے
اچھا ہے - روشنی اور اندھیرے کا ملاپ ہے - ساڑھے پانچ بجے سوامی جی نے کمرے کے تمام
دروازے کھلوا دیئے - اور بھگتوں کو اپنے پیچھے کھڑے ہونے کا حکم دیا - پھر پوچھا ـــــ
آج پکش، تھتی اور دن کونسا ہے ؟ کسی نے جواب دیا ـــــ '' بھگون ! کرشن پکش کا خاتمہ اور شکل
پکش کا آغاز ہے - اماوس اور منگل وار ہے - یہ سن کر سوامی جی نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی -
اور بلند آواز سے منتر بولنے لگے - اس وقت اُن کا گلا کھل گیا تھا - اور آواز بالکل صاف ہو گئی تھی -
لوگوں نے سمجھا - سوامی جی تندرست ہو رہے ہیں - مگر یہ 'انت کا سمبھالا' تھا - جبکہ موت سے
پہلے سب بیماری دور ہو جایا کرتی ہے ؛

جس ناستک گورودت کو کوئی دلیل - کوئی پرمان، کوئی ثبوت ایشور پر وشواس نہ دلا
سکا تھا - جس گورودت کے دل میں ابھی فلسفہ روح کا خیال جمنے نہ پایا تھا - وہی گورودت
آج کا نظارہ دیکھکر ایشور کی ہستی کے قائل ہو گئے ؛

سارا جسم چھلنی ہوا پڑا ہے سخت درد ہو رہا ہے - موت سر پر کھڑی ہے، مگر سوامی جی کے منہ
سے اُف تک نہیں نکلتی - موت سے بالکل بے فکر ہو وید منتر گا رہے ہیں - انہیں یقین ہو گیا - کہ یہ
قوت برداشت ان کے جسم کی نہیں روح کی ہی ہے ؛

تیری اچھا پورن ہو

وید منتروں کا گان کر کے سوامی جی نے سنسکرت میں ایشور کی استتی کی - پھر ہندی میں

پر ارتھنا کی - گایتری منتر کا جاپ کیا - پھر چپ ہو گئے - اور دیر تک سمادھی کی حالت میں بیٹھے رہے - اس وقت آپ کے چہرے پر ایک عجیب نور برس رہا تھا - سمادھی کھلنے پر آپ نے پریم بھری آنکھوں سے اوپر کی طرف دیکھا اور بولے —— "ہے دیامے! ہے سرب شکتیمان ایشور! تیری یہی اچھیا ہے - تیری اچھیا پورن ہو - میرے ایشور! تو نے اچھی لیلا کی" انتا کہہ کر سوامی جی نے کروٹ بدلی اور سانس کو اندر کھینچ کر اوم کہتے ہوئے باہر نکال دیا —— گویا ہمیشہ کے لئے سکھ کی نیند سو گئے ؛

حاضرین کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہ نکلے - یتیم بچوں کی مانند رو رو کر بھگت لوگوں نے کمرے کے فرش کو بھگو دیا - روتے روتے آنکھیں سوج گئیں *

بھارت کے سپوت، ایشور کے بھگت، جاتیوں کے سرتاج، ڈوبتے بیڑے کے ملاح، دین دکھیوں کے مددگار، گئووں اور ودھواؤں کے وکیل کی موت کی خبر ملک بھر میں بجلی کی مانند پھیل گئی - آریوں کے گھر دیوالی کی شام کو ماتم کدہ بن گئے - کیا عیسائی، کیا مسلمان، کیا سناتنی کیا سکھ سب نے سوامی جی کی مرتیو پر آنسو بہائے - اخبارات نے ماتمی سیاہ حاشئے دے کر کالم کے کالم اس موت پر صرف کر دیئے - ہر شہر میں لوگوں نے ماتمی جلسے کئے - یہاں تک کہ امریکہ اور یورپ بھی اس ماتم پرسی میں شریک ہوئے *

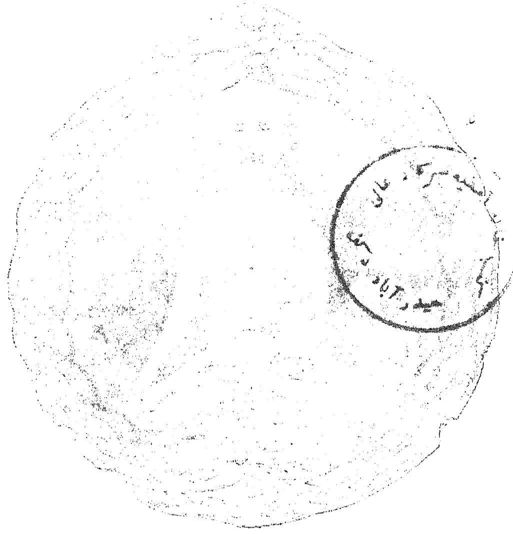
یکم نومبر ۱۸۸۳ء کی صبح کو آریہ پرشوں نے سوامی جی کی لاش کو نہلایا اور چندن وغیرہ خوشبویات کا لیپ کیا - پھر صاف ستھرے لباس میں لپیٹ کر پلنگ پر مرنے کی حالت میں رکھ دیا - لوگ آخری درشنوں کے لئے امڈے پڑتے تھے - ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے - ارتھی کو پھولوں سے اچھی طرح سجایا گیا - دس بجتے بجتے ارتھی اٹھی - بیشمار خلقت ارتھی کے ساتھ تھی - چار وید پاٹھی پنڈت آگے آگے وید منتر پڑھتے جاتے تھے - اجمیر کے آگرہ دروازہ سے ہو کر ارتھی شمشان میں پہنچی - ارتھی کو زمین پر رکھ کر سب لوگ بیٹھ گئے - سنسکار ودھی کے مطابق ویدی تیار کی گئی - ویدی کے تیار ہونے میں کچھ وقت صرف ہوتے دیکھ کر اجمیر کے جج پنڈت بھگت رام جی نے آریوں کے غمزدہ دل کو ڈھارس دینے کے لئے سوامی جی کے عظیم الشان کام کا ذکر کیا - اور لوگوں سے اُن کے جاری کردہ کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے زبردست اپیل

کی - اتنے میں ویدی تیار ہو گئی - دو من چندن اور دس من پیپل کی لکڑیاں بچھا کر لاش کو ویدی میں رکھ گیا - راما نند اور آتما نند جی نے آگ لگائی - چار من گھی ؛ پانچ سیر کیسر اور دو تولے کستوری ملی سامگری سے سنسکار ودھی کے مطابق سنسکار کیا گیا - آریہ پُرشوں کے دیکھتے دیکھتے ساٹھ برس کے بال برہمچاری کا تیجسوی شریر اُس چتا کی ہُو ہُو کرتی ہوئی آگ میں جل کر بھسم ہو گیا - کسی نے سچ کہا ہے ؎

خاک کا پُتلا بنا　　خاک کی تصویر ہے !
خاک میں مل جائیگا　　خاک دامنگیر ہے !



درشٹی چترمالا





سوامی جی کے گرو شری سوامی ورجانند جی

بھگت منڈلی



شری نارائن سوامی جی



سوامی شردھانند جی



سوامی ستیانند جی

دیانند چترا ولی

بھگت منڈلی



پنڈت گنپتی شرما



مہاتما ہنسراج جی



سوامی درشنانند جی

سوامی جی کے متعلق اخبارات کی رائے

بنگالی (کلکتہ) سوامی دیانند سرسوتی معمولی درجہ کے اِنسان نہیں تھے۔ اُن کی موت سے صرف آریہ سماج ہی کو نہیں، بلکہ تمام ہندوستان کو نقصان پہنچا ہے ۔

اِنڈین امپائر (کلکتہ) سوامی دیانند اپنے وقت کے سب سے بڑے ہندو ریفارمر تھے۔

ہندو پیٹریٹ (کلکتہ) پنڈت دیانند سرسوتی اعلیٰ درجہ کے وِدّوان تھے۔

بنگال پبلک اوپینین (کلکتہ) سوامی دیانند ہمارے دیش کے بھوشن اور ہماری عزّت کے دینیوالے تھے

اِنڈین مسینجر - اب تک کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہُوا۔ جو اس ملک کی مُورتی پوجا، برہمن پوجا سے اتنی سخت نفرت کرتا ہو، جتنا کہ سوامی دیانند کرتے تھے۔ پرماتما کے اُس سچے بھگت نے اپنی آخری پرارتھنا میں اپنے نوبل مشن کو جنم دینے والے کی خواہش پر چھوڑ دیا ۔

اِنگلش کرانیکل (بانکی پور) سوامی دیانند سرسوتی میں مہان آچاریہ کے سبھی گُن موجود تھے۔

اِنڈین ریجبر (بمبئی) ہم سوامی دیانند کو اس آریہ ورت دیش کا ایک ستون گنتے ہیں ۔

گجراتی مینر (سورت) سوامی دیانند ویدک ایشور بانی کو پُورے پُورے طریقہ سے ماننے والے ایڈووکیٹ تھے۔ وہ دیش کے سچے خیر خواہ تھے ۔

ستیہ وکتا - سوامی جی نے جس لگن سے پرچار کیا۔ اُتنا کسی دُوسرے مشرقی ریفارمر نے نہیں کیا۔

ہندو آبزرور (مدراس) سوامی دیانند سنسکرت کے مشہور وِدّوان تھے۔ اور اصلاح کے میدان میں صاف دلی سے کام کرنے والے تھے ۔

کِھنکر (مدراس) - سوامی جی بھارت کے سچے سُدھارک تھے ۔

اودھ اخبار (لکھنؤ) سوامی دیانند ہندوستان کے لاثانی پنڈت، کٹر سماوچک اور پُورن برہمچاری تھے

ٹریبیون (لاہور) سوامی جی ایک مہرشی تھے ۔

پنجاب ٹائمز (راولپنڈی) سوامی دیانند دُنیا کے مہاپرُشوں میں سے ایک تھے ۔

آریہ سماج کا بہترین لٹریچر اردو ہندی میں

خود پڑھیے! پریوار کو پڑھائیے یا تحفے کے طور پر اپنے متروں کو بھینٹ کیجئے

باتصویر آریہ کیلنڈر ۱۹۳۱ء - بڑھیا آرٹ پیپر پر بہت شاندار چھپا ہے - لمبائی ۳ فٹ - چوڑائی ۲ فٹ - آریہ سماج کے موجودہ لیڈران کے سولہ عدد خوشنما فوٹو انگریزی اور دیسی دونوں طرح کی تاریخیں دی گئی ہیں - قیمت ۳ ر فی - ایک درجن خرید نے پر ۲ ر فی - محصول ڈاک بذمہ خریدار

مہرشی دیانند کی تصویر بڑے سائز کی نہایت اور شاندار - تین رنگوں میں حال ہی میں تیار کرائی گئی ہے - قیمت ۶ ر

ادم گائتری - نمستے وغیرہ دس پرکار کے خوشنما موٹو فی عدد ۲ ر

نئی سے نئی اعلیٰ پایہ کی بھجن پستکیں :-

مشہور باتصویر پشپانجلی کا نیا ایڈیشن قیمت اردو ۸ ر ہندی ۱۰ ر

ہارمونیم ایڈیشن - جس میں ہر ایک بھجن کے ساتھ سرگم ہیں قیمت اردو ۱۲ ر ہندی ۱۴ ر

پریم گیتانجلی	۴ ر	بھجن امرت	۸ ر
بھجن پربھا سگر	۸ ر	بھکت پشپانجلی	۴ ر
ست سنگ گٹکا	۲ ر	بھجن سنکیرتن	۱ ر
آتم گیت	۲ ر	ایس رس سار	۳ ر
راشٹریہ گیتانجلی	۶ ر	مسافر بھجناولی ہندی	۶ ر
آریہ جاتی کی گونج	اردو ۶ ر	" اردو	۶ ر
گھمنڈ تھوڑ بھجناولی	۴ ر	آریہ گائن اردو	۱۲ ر
چیتا بھجن	۳ ر	" گورکھی	۲ ر
شوبھیر بھجناولی	۴ ر	منگل بھجن مالا	۲ ر

باتصویر بھگتی درپن کا رنگین ایڈیشن - (بلاک کی آرٹ پیپر پر شاندار آٹھ تصاویر)

یہ ساڑھے چار سو صفحہ کا خوبصورت سنہری جلد کا گٹکا ہے - اس کی تیاری میں آریہ سماج کے کئی ودوانوں نے حصہ لیا ہے - آریہ ماتر کے روزانہ پاٹھ کے لئے یہ ایک ویدک جیب جی ہے - دھرم - کرم یگیہ - پرارتھنا - اپاسنا - وید شاستر آپ شت سمبندھی واقفیت - جسمانی روحانی اور مجلسی ترقی کے راز - آریہ سماج کے اتہاس سمبندھی واقفیت غرضیکہ کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی گئی - جس کا جاننا ایک آریہ گھر کے لئے ضروری ہے - ہر ایک استری پرش - بچے بوڑھے کی جیب میں رہنی چاہئے - یہ تیرھواں ایڈیشن بہت شاندار چھپا ہے قیمت ہندی ۱۰ ر اردو ۹ ر

رشی دیانند کے ویاکھیان اردو میں

دو مشہور ویاکھیان ہیں - جن میں رشی کے بعض ایسے سدھانتوں کا بھی ورنن کیا ہے - جو آپ کی دوسری تصانیف میں نہیں ملتے - سوادھیائے کے لئے بہت اچھی چیز ہے - ضرور مطالعہ کریں - قیمت ۱۰ ر ہندی ۱۲ ر

استریوں کو بطور تحفہ دینے لائق خوبصورت کتابیں

استری شکشا - استریوں کے لئے نہایت ضروری چیز - اس سے جوڑ کی کتاب ہندی میں آج تک آپ نے نہ دیکھی ہوگی - قیمت ۸ ر

آدرش پتنی ایک پتنی کی جو باتیں آدرش پتنی بنا سکتی ہیں - اس میں ان سب کا مفصل ذکر کیا گیا ہے - قیمت ۱۲ ر

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ :- آریہ پستکالیہ (ہسپتال روڈ) - لاہور - پوسٹ بکس ۱۲۳

ششو پالن۔ بچوں کی پرورش کے بالکل آسان طریقے۔ ہندوستانی استریوں کو ابھی اس مضمون کا گیان نہیں ہوا۔ تبھی لاکھوں بچے ہر سال لقمہ اجل ہو جاتے ہیں اس کتاب کی ایک کاپی ضرور اپنے پاس رکھیں قیمت صرف عہ

دیوماتائیں ۱۲/ ۔ سچی دیویاں ۸/

دیوماتا کا ایڈیشن ۴/ ۔ دو سہیلیاں ۸/

ساوتری ستیہ وان۔ ساوتری کی سچی کتھا آپ نے نہ پڑھی ہوگی۔ یہ کتاب عام گیتوں سے مبرا ہے۔ قیمت صرف ۱۲/ ۔ سیتا بن باس نہایت درد ناک سین۔ قیمت ۱۴/ ۔ راجپوت مہیلا سنہری جلد عہ ۔ رضا ہت پریم ۱۲/

روحانیت کی پھلواڑی } یوگ درشن ۱۲/ آتم چلتا اردو ۱۲/

آنند سنگرہ سوامی سرد دانند جی کے ایڈیشن قیمت اردو عہ ہندی ۱۲/ ۔ مرتیو اور پرلوک۔ نارائن سوامی جی کی معرکہ کی کتاب قیمت ہندی ۱۴/ اردو ۱۴/ ۔

اپنشد پرکاش۔ آٹھ اپنشدوں کی سندر اور سرل ویاکھیا قیمت اردو ۱۲/ ۔ اونکار اپاسنا اردو ۴/ ہندی ۴/ سندھیا یوگ اردو ۴/ ہندی ۵/ ۔ وید امرت اردو ۶/ پرارتھنا سنگرہ اردو ۴/ ۔ پرانا یام ودھی ہندی ۳/ اردو ۲/ ۔ ست اپدیش مالا ہندی ۱۲/ ۔ ویدک بھگتی پردیپ ۶/ ۔ بھگت کی بھاونا ہندی ۸/ ۔ سنسکار چندرکا ہندی ساڑھے تین روپیہ۔ گرہست دھرم اردو ۱۰/

بچوں کے لئے نصیحت آموز خوبصورت کتابیں۔

بال رامائن اردو عہ بال مہابھارت اردو ۴/ ہندی
بچوں کا پیارا کرشن ۸/ ۔ پارس ہندی ۱۰/ ۔ پیارا دھرم اردو ۸/ ۔ آریہ دھرم اردو ۱۰/ ۔ پیارے رشی کی پیاری باتیں اردو ۶/ ۔ ہمارے سوامی ہندی ۶/
کرشن سدامال اردو ۵/ ۔ راجپوتی خون اردو ۶/
خالصہ شہیدوں کا بلیدان اردو ۶/ ۔ ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں موجود ہیں۔

عورت۔ زنانہ فطرت کی حیرت انگیز داستان۔ بیشمار سچے واقعات دیئے گئے ہیں۔ کتاب معلومات کا خزانہ ہے۔ نوجوان خاوند ضرور پڑھیں۔ اردو ۱۴/

گھر کا سکھ۔ اس کتاب کو پڑھے بغیر گرہستھ آشرم میں داخل ہونا تیرنا سیکھے بغیر سمندر میں کودنا ہے۔ ضرور منگائیے قیمت ہندی ۱۲/ اردو ۱۲/

ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ

(تازہ ایڈیشن) ہر ایک آریہ سماجی کو چاہیئے کہ کم از کم پانچ کاپیاں منگوا کر مفت تقسیم کرے۔ قیمت لاگت کے برابر صرف دس آنہ۔ ڈاک خرچ ۴/ یکصد اکٹھی منگوانے پر ۸/ فی کاپی۔

ستیارتھ پرکاش انگریزی } بڑھیا ایڈیشن۔ سنہری جلد قیمت ۸/

آریہ سماج کا انگریزی لٹریچر }

THE TEN COMMANDMENTS OF DAYANANDA 1/-/-
WISDOM OF THE RISHIS RS 2/8/- (ورکس آف گرودت جی ایم اے)
COMMENTARY OF UPNISHADS BY GURUDATTA M.A -/12/-
LIFE AND TEACHINGS OF SAWAMI DAYANANDA -/12/-
SANDHIA -/3/-
HAVAN -/3/-
FOUNTAIN HEAD OF RILIGION 1/4/-
TORCH BEARER 1/4/-
VEDIC TEACHINGS 1/12/-
TRUTH AND VEDAS 1/2/-

اصلی و نقلی

آریہ پستکالیہ و سرسوتی آشرم لاہور کی یوں تو سبھی کتابیں ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر ہیں مگر پشپانجلی۔ بھگتی درپن۔ آتم درشن، ست سنگ گٹکا بھجن سنکیرتن وغیرہ کتابیں پبلک میں اس قدر مقبول ہوئی ہیں۔ کہ اب تک ان کے پندرہ پندرہ اور سولہ سولہ ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکے ہیں۔ پشپانجلی تو آج تک ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ چھپ چکی ہے۔ ہماری کتابوں کی شہرت اور ہر دلعزیزی کو دیکھکر کئی بُک سیلرز حسد سے جل بھن کر کوئلہ ہو رہے ہیں۔ اور انہوں نے پبلک کو دھوکا دینے کے لئے ہماری کتابوں سے ملتے جلتے نام رکھنے شروع کر دیئے ہیں۔ نقل کرنا سہل ہے۔ بات تو تب تھی۔ اگر وہ لوگ اپنے دماغ سے نکال کر دکھلاتے۔ مگر اتنی سر دردی اور دماغ سوزی کون کرے۔ جھٹ مقبول عام کتابوں کے نام چرا کر پبلک کو ٹھگنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آج کوئی بھجن پستک بازار میں نہیں بک سکتی۔ جب تک کہ اس کے ساتھ لفظ "پشپانجلی" نہ لگایا جائے۔ سرورق پر کسی نے "نوین"، کسی نے "پریم"، کسی نے "مسافر"، کسی نے "راج" وغیرہ باریک قلم سے لکھوا کر نیچے موٹی قلم سے "پشپانجلی" لکھوا دیا ہے۔ اسیطرح ہماری شہرہ آفاق تصنیف "بھگتی درپن" کی جو اس وقت تک ۴۵ ہزار چھپ چکی ہے۔ نقل شروع ہو گئی ہے۔ کوئی "بھگتی" لفظ جوڑ کر "بھگتی رہسیہ" نام رکھ رہا ہے۔ اور کوئی "درپن" کا لفظ ساتھ رکھکر لوگوں کو غلط فہمی میں ڈال رہا ہے۔ کسی نے ہمارے "ست سنگ گٹکا" رکھ لیا ہے۔ اور کسی نے "سنکیرتن بھجن" کی مانند "آریہ سنکیرتن بھجن" نام رکھنے میں ہی کامیابی کی امید باندھی ہے۔ لیکن اس قدر ملتے جلتے نام رکھ لینے پر بھی

اصل اصل ہے۔ اور نقل نقل

جب کبھی پستکیں خریدنی ہوں۔ تو پستک پر "مہاشہ راجپال" یا "راجپال اینڈ سنز" کا نام پڑھ لیا کریں۔ آپ جو چیز خریدیں۔ اصلی خریدیں۔ تاکہ اپنے پیسوں کے پورے دام وصول کر سکیں ؛

منیجر فرم میسرز راجپال اینڈ سنز

آریہ سماج کی سیوا

(۱) پروفیسر رام دیو جی آچاریہ گورکل کانگڑی لکھتے ہیں "مہاشہ راجپال جی کے سرسوتی آشرم نے آریہ سماج میں سلبھ ویدک ساہتیہ پیدا کر کے سماج کی انوپم سیوا کی ہے۔ آریہ سماج ان کا رِنی (مقروض) ہے"؛

(۲) پنڈت بشمبر ناتھ جی مکھیہ ادھشٹاتا گورکل کانگڑی کی رائے "ویدک ساہتیہ کے پرچار میں آریہ سماج کو سرسوتی آشرم سے بڑی سہاتا ملی ہے۔ آریہ سماج اسے کبھی نہ بھلائے گا"؛

(۳) پرنسپل شودیال جی ایم۔ اے پردھان آریہ سماج لاہور لکھتے ہیں "سرسوتی آشرم نے اُتم اُتم ساماجک۔ دھارمک۔ اسنتری اُپیوگی۔ اور بال اُپیوگی پستکیں پرکاشت کر کے سماج کا بڑا اُپکار کیا ہے"؛

(۴) پنڈت ٹھاکر دت جی منتری آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب لکھتے ہیں "دھارمک ساہتیہ کے پرتی سرو سادھارن کی رُچی پیدا کرنے میں سرسوتی آشرم کریا تمک کام کر رہا ہے۔ آریہ جنتا اس کو کبھی نہ بھولے گی۔ جہاں تک میرا وشواس ہے"

سوامی جی کے متعلق اخبارات کی رائے

بنگالی (کلکتہ) سوامی دیانند سرسوتی معمولی درجہ کے انسان نہیں تھے۔ ان کی موت سے صرف آریہ سماج ہی کو نہیں، بلکہ تمام ہندوستان کو نقصان پہنچا ہے ؎

انڈین امپائر (کلکتہ) سوامی دیانند اپنے وقت کے سب سے بڑے ہندو ریفارمر تھے۔

ہندو سپیرٹ (کلکتہ) پنڈت دیانند سرسوتی اعلیٰ درجہ کے وِدوان تھے۔

بنگال پبلک اوپنین (کلکتہ) سوامی دیانند ہمارے دیش کے بھوشن اور ہماری عزت کے دینے والے تھے

انڈین مینیجر۔ اب تک کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا۔ جو اس ملک کی مورتی پوجا، برہمن پوجا سے اتنی سخت نفرت کرتا ہو، جتنا کہ سوامی دیانند کرتے تھے۔ پرماتما کے اس سچے بھگت نے اپنی آخری پرارتھنا میں اپنے نربل من کو جنم دینے والے کی خواہش پر چھوڑ دیا ؎

انگلش کرانیکل (بانکی پور) سوامی دیانند سرسوتی میں مہان آچاریہ کے سبھی گن موجود تھے۔

انڈین ریکچر (بمبئی) ہم سوامی دیانند کو اس آریہ ورت دیش کا ایک ستون گنتے ہیں ؎

گجراتی مِتر (سورت) سوامی دیانند ویدک ایشور بانی کو پورے پورے طریقہ سے ماننے والے ایڈوکیٹ تھے۔ وہ دیش کے سچے خیرخواہ تھے ؎

ستیہ وکتا۔ سوامی جی نے جس لگن سے پرچار کیا۔ اتنا کسی دوسرے مشرقی ریفارمر نے نہیں کیا۔

ہندو آبزرور (مدراس) سوامی دیانند سنسکرت کے مشہور وِدوان تھے۔ اور اصلاح کے میدان میں صاف دلی سے کام کرنے والے تھے ؎

کھنکر (مدراس)۔ سوامی جی بھارت کے سچے سُدھارک تھے ؎

اودھ اخبار (لکھنؤ) سوامی دیانند ہندوستان کے لاثانی پنڈت، کٹر سمالوچک اور پورن برہمچاری تھے

ٹربیون (لاہور) سوامی جی ایک مہرشی تھے ؎

پنجاب ٹائمز (راولپنڈی) سوامی دیانند دنیا کے مہاپُرشوں میں سے ایک تھے ؎

آریہ سماج کا بہترین لٹریچر اُردو ہندی میں

خود پڑھئے! پریوار کو پڑھایئے یا تحفہ کے طور پر اپنے متروں کو بھینٹ کیجئے

باتصویر آریہ کیلنڈر سنہ ۱۹۳۱ء - بڑھیا آرٹ پیپر پر بہت شاندار چھپا ہے - لمبائی ۳ فٹ - چوڑائی ۲ فٹ - آریہ سماج کے موجودہ لیڈران کے سولہ عدد خوشنما فوٹو انگریزی اور دیسی دونوں طرح کی تاریخیں دی گئی ہیں - قیمت ۳ر فی - ایک درجن خریدنے پر ۲ر فی - محصول ڈاک بذمہ خریدار

مہرشی دیانند کی تصویر } بڑے سائز کی نئی اور شاندار - تین رنگوں میں حال ہی میں تیار کرائی گئی ہے :: قیمت ۶ر

ادم گائتری - نمستے وغیرہ دس پرکار کے خوشنما موٹو فی عدد ۲ر

نئی سے نئی اعلیٰ پایہ کی بھجن پستکیں :-

مشہور باتصویر پشپانجلی کا نیا ایڈیشن قیمت اردو ۸ر ہندی ۱۰ر

ہارمونیم ایڈیشن - جس میں ہر ایک بھجن کے ساتھ سرگم ہیں قیمت اردو ۱۲ر ہندی ۱۴ر

پریم گیتانجلی	۴ر	بھجن امرت	۸ر
بھجن بھاسکر	۸ر	بھجناک پشپانجلی	۴ر
ست سنگ گٹکا	۲ر	بھجن سنکیرتن	۱ر
آتم گیت	۲ر	ایس رس سار	۳ر
راشٹریہ گیتانجلی	۶ر	مسافر بھجناولی ہندی	۷ر
آریہ جاتی کی گرج	اردو ۶ر	" اردو	۶ر
گھمنڈ توڑ بھجناولی	۴ر	آریہ سنگاتن اردو	۱۲ر
چترا بھجن	۳ر	" " گورکھی	۵ر
شوربیر بھجناولی	۴ر	منگل بھجن مالا	۲ر

باتصویر بھگتی درپن کا رنگین ایڈیشن - (بلاک کی آرٹ پیپر پر شاندار آٹھ تصاویر) یہ ساڑھے چار سو صفحہ کا خوبصورت سنہری جلد کا گٹکا ہے - اس کی تیاری میں آریہ سماج کے کئی ودوانوں نے حصہ لیا ہے - آریہ ناریوں کے روزانہ پاٹھ کے لئے یہ ایک ویدک جیب جی ہے - دھرم - کرم یگیہ پرارتھنا - اپاسنا - وید شاستر اپ نشد سمبندھی واقفیت - جسمانی روحانی اور مجلسی ترقی کے راز - آریہ سماج کے اتہاس سمبندھی واقفیت غرضیکہ کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی گئی - جس کا جاننا ایک آریہ گھر کے لئے ضروری ہے - ہر ایک استری پرش - بچے بوڑھے کی جیب میں رہنی چاہئے - یہ تیرہواں ایڈیشن بہت شاندار چھپا ہے قیمت ہندی ۱۰ر اردو ۹ر

رشی دیانند کے ویاکھیان اُردو میں } یہ وہ مشہور ویاکھیان ہیں - جن میں رشی کے بعض ایسے سدھانتوں کا بھی ورنن کیا ہے - جو اُن کی دوسری تصانیف میں نہیں ملتے - سوادھیائے کے لئے بہت اچھی چیز ہے - ضرور مطالعہ کریں قیمت ۱۰ر ہندی ۱۲ر

استریوں کو بطور تحفہ دینے لائق خوبصورت کتابیں

استری شکشا - استریوں کے لئے نہایت ضروری چیز - اس کے جوڑ کی کتاب ہندی میں آج تک آپ نے نہ دیکھی ہوگی - قیمت ۸ر

آدرش پتنی ایک پتنی کو جو باتیں آدرش پتنی بنا سکتی ہیں - اس میں اُن سب کا مفصل ذکر کیا گیا ہے قیمت ۱۲ر

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ :- آریہ پستکالیہ (ہسپتال روڈ) - لاہور - پوسٹ بکس نمبر ۱۲۳

ششو پالن - بچوں کی پرورش کے بالکل آسان طریقے - ہندوستانی استریوں کو ابھی اس مضمون کا گیان نہیں ہوا - تبھی لاکھوں بچے ہر سال لقمہ اجل ہو جاتے ہیں اس کتاب کی ایک کاپی ضرور اپنے پاس رکھیں قیمت صرف ۸؍

دیو ماتائیں ۱۱؍ - سچی دیویاں ۸؍

دیو ماتا کا ایڈیشن ۴؍ - دو سہیلیاں ۸؍

ساوتری ستیہ وان - ساوتری کی سچی کتھا آپ نے نہ پڑھی ہوگی - یہ کتاب عام گپوں سے مبرا ہے - قیمت صرف ۱۲؍ - سیتا بن باس نہایت دردناک سین - قیمت ۴؍ - راجپوت مہیلا سنہری جلد ۸؍ رد مہابت پریم ۱۲؍ آتم چلکتا اردو ۱۲؍

روحانیت کی پھلواڑی { یوگ درشن ۸؍

آنند سنگرہ سوامی سردانند جی کے اپدیش قیمت اردو ۸؍ ہندی ۸؍ - ستیہ ادیہ لوک - ناراین سوامی جی کی معرکہ کی کتاب قیمت ہندی ۱۲؍ اردو ۱۲؍

اپنشد پرکاش - آٹھ اپنشدوں کی سندر اور سرل ویاکھیا قیمت اردو ۲؍ - اونکار اپاسنا اردو ۳؍ ہندی ۳؍ سندھیا لوگ اردو ۲؍ ہندی ۵؍ - نیدا مرت اردو ۱؍

پرارتھنا سنگرہ اردو ۱۲؍ - پرانایام وعظ ہندی ۳؍ اردو ۲؍ - ست ایڈیشن مالا ہندی ۴؍ - نیدگ بھگتی پردرشن ۶؍ - بھگت کی بھاونا ہندی ۸؍ - سنسکار چندر کا ہندی ساڑھے تین روپیہ - گرہست دھرم اردو ۱۰؍

بچوں کے لئے نصیحت آموز خوبصورت کتابیں -

بال رامائن اردو ۸؍ بال مہابھارت اردو ۴؍ ہندی ۴؍ بچوں کا پیارا کرشن ۸؍ پارس ہندی ۱۰؍ - پیارا دھرم اردو ۸؍ - آریہ دھرم اردو ۱۰؍ - پیارے رشی کی پیاری باتیں اردو ۶؍ - ہمارے سوامی ہندی ۶؍ کرشن سداما اردو ۵؍ - راجپوتی خون اردو ۶؍ خالصہ شہیدوں کا بلیدان اردو ۶؍ - ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں موجود ہیں ؛

عورت - زنانہ فطرت کی حیرت انگیز داستان - بیشمار سچے واقعات دیئے گئے ہیں - کتاب معلومات کا خزانہ ہے - نوجوان خاوند ضرور پڑھیں - اردو ۱۴؍

گھر کا سکھ - اس کتاب کو پڑھے بغیر گرہستھ آشرم میں داخل ہونا تیرنا سیکھے بغیر سمندر میں کودنا ہے - ضرور منگائیے قیمت ہندی ۱۲؍ اردو ۱۲؍

ستیارتھ پرکاش کا مستند اردو ترجمہ

(تازہ ایڈیشن) ہر ایک آریہ سماجی کو چاہئے کہ کم از کم پانچ کاپیاں منگوا کر مفت تقسیم کرے - قیمت لاگت کے برابر صرف دس آنہ - ڈاک خرچ ۶؍ فیصد اکٹھی منگوانے پر ۸؍ فی کاپی -

ستیارتھ پرکاش انگریزی { بڑھیا ایڈیشن - سنہری جلد قیمت ۸؍

آریہ سماج کا انگریزی لٹریچر {

THE TEN COMMANDMENTS OF DAYANANDA 1/-/-
WISDOM OF THE RISHIS RS 2/8/- (ورکس آف گرودت جی ایم اے)
COMMENTARY OF UPNISHADS BY GURUDATTA M.A -/12/-
LIFE AND TEACHINGS OF SAWAMI DAYANANDA -/12/-
SANDHIA -/3/-
HAVAN -/3/-
FOUNTAIN HEAD OF RILIGION 1/4/-
TORCH BEARER 1/4/-
VEDIC TEACHINGS 1/12/-
TRUTH AND VEDAS 1/2/-

ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ: آریہ پستکالیہ (ہسپتال روڈ) لاہور - پوسٹ بکس ۱۲۳

آریہ سماج کی سیوا

(۱) پروفیسر رام دیو جی آچاریہ گورو کل کانگڑی لکھتے ہیں "مہاشہ راجپال جی کے سرسوتی آشرم نے آریہ سماج میں سلبھ ویدک ساہتیہ پیدا کر کے سماج کی انوپم سیوا کی ہے۔ آریہ سماج ان کا رنی (مقروض) ہے"؛

(۲) پنڈت وشمبر ناتھ جی مکھیہ ادھشٹاتا گورو کل کانگڑی کی رائے "ویدک ساہتیہ کے پرچار میں آریہ سماج کو سرسوتی آشرم سے بڑی سہائتا ملی ہے۔ آریہ سماج اسے کبھی نہ بھلائے گا"؛

(۳) پرنسپل شیو دیال جی ایم اے پردھان آریہ سماج لاہور لکھتے ہیں "سرسوتی آشرم نے اتم اتم سماجک۔ دھارمک۔ استری اپیوگی۔ اور بال اپیوگی پستکیں پرکاشت کر کے سماج کا بڑا اپکار کیا ہے"؛

(۴) پنڈت ٹھاکر دت جی منتری آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب لکھتے ہیں "دھارمک ساہتیہ کے پرتی سرو سادھارن کی رچی پیدا کرنے میں سرسوتی آشرم کریا تمک کام کر رہا ہے۔ آریہ جنتا اس کو کبھی نہ بھولے گی۔ جہاں تک میرا وشواس ہے"